جلد ۱۲

نظارہ پرستان

نامی مصنف رینالڈس کا زبردست ناول

اس مصنف کے حسب ذیل ناول بھی ملاحظہ فرمائیے

فسانہ لندن (سلسلہ اول و دوم) باپ کا قاتل۔ خونی تلوار وغیرہ

مصنف — مترجم

جارج ڈبلیو۔ ایم رینالڈس — تیرتھ رام فیروزپوری

اگر آپ اب تک اس ناول کے مستقل خریدار نہیں ہیں تو چندہ سالانہ ادا کرکے اب بن جائیے

اتنی بڑی ایک جلد ماہوار حاضر خدمت ہوتی رہے گی

لال برادرس

مقام اشاعت:۔ ڈیرہ دون

صدر دفتر:۔ ۷، پارسنز روڈ نولکھا لاہور

یہ تیج پریس دہلی میں باہتمام سوامی آنند سنیاسی چھپی اور لال برادرس نے ڈیرہ دون سے شائع کی

اشاعت اول — قیمت عہ/

اگر آپ اب تک اس ناول کے مستقل خریدار نہیں بنے تو جلد کا منی آرڈر بھیجکر اب بن جائیے
سال بھر تک اتنی بڑی ایک جلد ماہوار حاضر خدمت ہوتی رہے گی۔

بارہویں جلد

نظارہ پرستان

جارج ڈبلیو ایم رینالڈس کا زبردست ناول

تیرتھ رام فیروز پوری

مترجم فسانہ لندن خونی تلوار وطن پرست وغیرہ

سنہ ۱۹۲۵ء

لال برادرس

ڈیرہ دون

صدر دفتر ہے پارسنز روڈ نولکھا لاہور

اشاعت اول قیمت عہ حقوق محفوظ

دو دو باتیں

اس جلد کے ساتھ ان اصحاب کی ادا کردہ قیمتیں ختم ہو گئیں۔ جن کی خریداری موجودہ سلسلہ کی جلد اول سے شروع ہوئی تھی۔ پس سال آئندہ کی قیمتیں بحساب عہ اس جلد کی وصولی کے بعد جس قدر جلد ممکن ہو۔ بذریعہ منی آرڈر روانہ کر دینی چاہئیں۔ یہ ادائگی کی بہترین صورت ہے۔ باقی حضرات میں سے جنہیں کسی وجہ سے آئندہ خریداری منظور نہ ہو وہ ازراہ کرم ایک پوسٹ کارڈ بھیج کر اسکی اطلاع کر دیں۔ خموشی کی صورت میں سمجھا جائے گا۔ کہ وہ سال آئندہ کی قیمتیں بذریعہ وی۔ پی ادا کرنا چاہتے ہیں۔ انکے نام تیرہویں جلد سالانہ قیمت کے لئے وی۔ پی کی جائے گی جس کی وصولی ان پر فرض ہوگی۔

ناظرین دیکھیں گے اس جلد کی ضخامت اور بڑھی یعنی ۱۱۶ صفحے ہے۔ جو حضرات اب تک توسیع اشاعت نہیں کر سکے وہ ازراہ عنایت اب اس کار خیر میں حصہ لیں۔

جنوری میں اصحاب ذیل نے ایک ایک خریدار عطا کیا ہے جس کے لئے ان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے (۱) جناب سید حبیب الحسن صاحب وکیل گوہر گنج (۲) منشی شمیم الدین صاحب بلہوری کانپور (۳) بابو سلیمان چند صاحب کاکا (۴) جناب محمد سعید خاں صاحب سب انسپکٹر دیول گاؤں راجہ (۵) لالہ رانجی مل گوکل چند سنواری شیوہ۔ یقین ہے آئندہ بھی نظر عنایت قائم رہیگی

گذشتہ چند ماہ کے عرصہ میں حیدر آباد (دکن) میں تقسیم ڈاک کی عجیب بد انتظامی دیکھی گئی ہے۔ جتنے خریدار اس شہر میں سکونت رکھتے ہیں۔ سب کو شکایت ہے کہ پرچہ نہیں ملتا۔ اس شکایت کا ایک ہی جگہ سے مخصوص ہونا ظاہر کرتا ہے کہ نقص فروگذاشت کا نہیں۔ مقام تقسیم کے انتظام کا ہے پہلے سنا تھا کچھ اخبار وہاں کے لوگوں کو نہیں ملتے۔ کیا اب کتابوں پر بھی احتساب قائم ہو گیا؟

بعض خریدار برابر دو دو تین تین ماہ بعد کسی جلد کی عدم رسی کی اطلاعیں دے رہے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ انہیں کیونکر اس کا یقین دلائیں کہ ایسی صورت میں پرانی جلدیں کسی قیمت پر بھی نہیں مل سکتیں۔ گمشدہ پرچہ کی اطلاع ضرور اسی ماہ کے اندر آنی چاہیے۔

بعض استفسارات کے جواب میں اطلاع عامہ کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ یہ کتاب غالباً ۲۴ جلدوں میں مکمل ہوگی۔ رہ گیا یہ سوال کہ اس کے بعد کونسا سلسلہ شروع ہوگا۔ تو اس کا فیصلہ موجودہ کتاب کی تکمیل پر ہی ہو سکتا ہے۔

زہری سانپ

راجکماری اندرا، کرشنا اور سگونہ کو ساتھ لیکر بنگلہ پر واپس آئی۔ تو کرشنا کی طبیعت ایک حد تک بحال ہو چکی تھی۔ اس نے راجکماری سے اپنی کمزوری کے لئے معذرت چاہی اور التجا کی کہ اس عارضی پریشانی کو بناوٹ پر محمول نہ کیا جائے۔ اندرا نے بھی بڑی فیاضی سے اس بارہ میں اس کا اطمینان کر دیا۔

اس کے بعد وقت گذرتا گیا حتے کہ رات کے دس بج گئے اور راجکماری کے سونے کا وقت قریب آیا۔ کمرہ خواب کا انتظام سگونہ کے ذمہ تھا۔ اور وہ جانتی تھی کہ میرے بعد کوئی انگریز ماما اس میں نہیں جاتی۔ یہ بھی اس کو معلوم تھا کہ جب سانپ کو ایک بار اندرا کے نرم بستر میں داخل کر دیا گیا تو پھر وہ اطمینان سے وہیں جم کر بیٹھا رہے گا۔ کم از کم دروازہ بند ہونے کی وجہ سے کمرہ کے باہر نہ جا سکے گا۔ بالفرض راجکماری کے بستر سے نکل بھی آئے تو کمرہ کے کسی اور حصہ میں چھپ جائے گا۔ بہرحال ایک رات کے عرصہ میں اس سانپ کی بدولت اندرا کی موت یقینی تھی۔ اس خوفناک کوشش میں سگونہ کو اپنی کامیابی کا بعض اور وجوہ سے بھی یقین تھا جو قابل ذکر ہیں۔ اندرا کے تبدیل لباس کا کمرہ خوابگاہ سے ملحق تھا۔ دونو میں آمدورفت کا دروازہ موجود تھا۔ مگر کمرہ اول میں داخل ہونے کا رستہ دوسری طرف سے بھی تھا۔ اور راجکماری عموماً اسی رستہ سے کمرہ میں جاتی آتی تھی۔ پس درمیانی دروازہ چونکہ

بند رہتا تھا۔ اس لئے سانپ کے تبدیل لباس کے کمرہ میں آنے کی بظاہر کوئی صورت نہ تھی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ سانپ کا خوابگاہ سے نکلکر راجکماری کی بجا سگونہ پر وار کرنا عملی طور پر غیر ممکن تھا۔ کم از کم یہ خیالات ناسپاس ہندوستانی خادمہ کے ذہن میں اس وقت پیدا ہو رہے تھے۔ جب وہ اپنی مہربان اور فیاض مالکن کے خلاف ہولناک شیطانی منصوبے باندھ رہی تھی۔

رات کے ۱۰ بجے سگونہ کمرہ خواب و تبدیل لباس کے جملہ انتظامات سے فارغ ہو گئی۔ شب خوابی کا لباس بدلتے وقت اندرا کو جس جس چیز کی ضرورت ہو سکتی تھی وہ سب اس نے پہلے سے لاکر کمرہ میں رکھ دیں کہ وقت پر کوئی شے خوابگاہ سے لانے کی حاجت نہ ہو۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر سگونہ بالائی منزل پر اپنے کمرہ میں گئی۔ بکس کھولا۔ اور تھوڑی دیر چپ چاپ کھڑی رہی۔ معلوم ہوتا تھا اس بارہ میں اطمینان کیا چاہتی ہے کہ سانپ چمڑہ کی تھیلی سے نکل کر بکس میں تو نہیں آ گیا۔ مگر نہیں۔ چرمی تھیلے کے تسمے مضبوط کسے ہوئے تھے۔ اور اس کا غیر معمولی بوجھ ثابت کرتا تھا کہ نوع انسان کا قدیم دشمن اب تک اسی میں بند ہے۔ سگونہ نے تھیلے کو کپڑوں میں چھپا لیا۔ اور راجکماری کے کمرہ خواب کی طرف چلی۔ پلنگ کے پاس جا کر جس پر بستر بچھا ہوا تیار تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ تھیلے کا منہ ڈھیلا کیا۔ مگر نگاہ اچھی طرح اس پر جمائے رکھی۔ قریباً ایک منٹ کے عرصہ میں سانپ نے پھنکار مار کر سر نکالا۔ سگونہ پہلے سے تیار تھی آن واحد میں اس نے سابق کی طرح اسکی گردن مضبوط پکڑ لی جس سے سانپ کو وار کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ پھر اپنے ہاتھ سے کھینچ کر اسے تھیلے سے باہر نکالا۔ سانپ دوبارہ اس کے خوشنما سڈول بازو پر لپٹ گیا۔ مگر اس نے غیر معمولی پھرتی سے اسکو پلنگ کے کپڑوں میں جھٹک دیا۔ سانپ اس عجیب عمل سے کسی قدر متعجب ہو کر ایک بار اس پر وار کرنے کو پلٹا۔ مگر سگونہ مدہم آواز سے ایک نغمہ دلفریب گانے لگی۔ ناگ اس آواز کو سن کر مست ہو گیا اور آہستہ آہستہ کنڈلی مار کر بے خودی کے عالم میں بیٹھ گیا۔ سگونہ نے اسکو اچھی طرح کپڑوں سے ڈھک دیا۔ اور جو دروازہ تبدیل لباس کے کمرہ کی طرف جاتا تھا۔ اسے کھول کر اندر چلی گئی۔ اس عرصہ میں نظریں برابر اندرا کے پلنگ پر لگی ہوئی تھیں کہ مبادا ذرا سی بے احتیاطی سے سانپ مجھی پر وار کر دے۔ مگر وہ بظاہر اپنی زربفت کی پوشش سے ہر طرح مطمئن تھا اس لئے اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ اور سگونہ نے دوسرے کمرہ میں جا کر درمیانی دروازہ احتیاط سے بند کر

دیا۔ اس کے بعد اپنے کمرہ میں پہنچ کر اس نے ہیرے کا تھیلا بکس میں رکھا اور اسے مقفل کر کے پورے اطمینان سے نوکروں میں جا ملی۔ اس کا چہرہ اتنا ہی پرسکون تھا۔ جیسے اس وقت جب چڑیاخانہ میں سانپ گھر سے نکل کر راجکماری اور کرسٹینا کے پاس گئی تھی۔ صورت سے کسی غیر معمولی واقعہ کا حال ظاہر نہیں ہوتا تھا۔

ادھر راجکماری اندرا اس خوفناک سازش سے بے خبر جو ہندوستانی خادمہ نے اس کے خلاف کی تھی۔ اپنے آراستہ کمرہ نشست میں بیٹھی کرسٹینا سے باتیں کر رہی تھی۔ آتش دان پر رکھے ہوئے ٹائم پیس نے اپنی نقرئی زبان سے دس بجائے مگر آواز ابھی ہوا میں مرتعش تھی کہ ایک گاڑی بنگلہ کے صدر دروازہ پر آ رکی۔ اور کسی نے بڑے زور سے پھاٹک کی گھنٹی بجانی شروع کی۔ سگونہ معلوم کرنے گئی۔ کہ کون آیا ہے۔ اور راجکماری اندرا کرسٹینا سے اس بے وقت آمد کا ذکر کر رہی تھی۔ کہ خادمہ نے واپس آکر پہلے کورنش کی۔ پھر بہت تعظیم سے چپ چاپ کھڑی ہو گئی۔

"کیوں سگونہ! کون آیا ہے؟" اندرا نے اس سے انگریزی میں پوچھا۔ کیونکہ کرسٹینا کی موجودگی میں وہ کبھی اس سے ہندوستانی زبان میں گفتگو نہیں کرتی تھی۔ نہ صرف اسلئے کہ اسے اپنی عزیز سہیلی سے کوئی بات چھپانا منظور نہ تھا۔ بلکہ اس لئے بھی کہ اب کرسٹینا نے سگونہ کو کافی اچھی انگریزی بولنا سکھا دیا تھا۔

"کماری جی۔" خادمہ نے عرض کیا۔ "مہاراج چھتر پتی کی طرف سے دو قاصد حاضر ہوئے ہیں۔ اور در دولت پہ شرف باریابی کے منتظر کھڑے ہیں۔"

"قاصد! مہاراج کی طرف سے؟" اندرا نے فرطِ شوق سے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "جاؤ سگونہ ان کو بڑے تپاک سے میرے پاس لے آؤ۔"

سگونہ نے پھر فرشی سلام کیا اور رخصت ہوئی۔ کرسٹینا بھی اس خیال سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کہ نجی گفتگو کے وقت میری حاضری نا مناسب ہوگی۔ مگر راجکماری نے اسے فوراً روک دیا اور کہنے لگی۔ "پیاری کرسٹینا بیٹھ جاؤ۔ یقیناً یہ لوگ کوئی ایسا پیغام نہیں لائے جو تم سے پوشیدہ رکھے جانے کے لائق ہو۔ علاوہ بریں کوئی خاص معاملہ ہو بھی۔ تو وہ اس زبان میں گفتگو کرینگے جسے تم سمجھ نہیں سکتی ہو۔"

کرسٹینا بیٹھ گئی۔ اور سگونہ تھوڑی دیر میں دو شخصوں کو ساتھ لیکر واپس ہوئی جو اپنے

اندرآباد کے بھیجے ہوئے قاصد تھے۔ وہ انہیں کمرہ میں چھوڑ کر چلی گئی تو دو شخصوں نے صحیح مشرقی طریق پر جھک کر سلام کیا۔ ان کی رنگت ہندوستان کے عام باشندوں کی طرح گندمی اور لباس دیسی طرز کا تھا۔ آبی بانات کے انگرکھوں پر سنہری گوٹ لگی ہوئی۔ دونوں میں سے ایک دراز قامت۔ قوی ہیکل اور بارعب آدمی تھا۔ عمر قریباً پچاس سال اور بظاہر اپنے ساتھی سے مراتب بھی اعلیٰ رکھتا تھا۔ دوسرا البتہ قد۔ لاغر اندام اور تیکھے خط وخال کا آدمی تھا۔ عمر اسکی چالیس سال کے قریب تھی۔ اور کرسٹینا نے جلدی ہی معلوم کر لیا۔ کہ اس کا لباس اپنے رفیق اکبر کی طرح پرتکلف نہ سہی۔ قیمتی ضرور تھا۔ دونو والئے اندرآباد کے وفادار اہلکار تھے۔ اور ان کی جاں نثاری کا مسلم ثبوت یہ تھا۔ کہ اول تو مہاراج نے خصوصیت سے انہی کو اس کام کے لیئے منتخب کیا۔ دوسرے راجکماری اندرا کے سامنے آتے ہی ان کے چہروں پر ویسی ہی رونق آگئی۔ جیسے ماں باپ کے چہروں پر اولاد کو دیکھ کر آیا کرتی ہے۔

مگر یہ اظہار مسرت جلدی ہی انداز تعظیم میں چھپ گیا۔ دونو بڑے ادب سے راجکماری کے قدموں میں دو زانو ہوئے۔ اور انہیں اس حالت میں دیکھ کر ایک لمحہ کے لیئے اندرا کی آنکھیں بھی اسی محبت کی یاد سے اشکوں ہو گئیں۔ جو اُسے اپنے آبائی وطن سے تھی۔ جس کا عیش وآرام ترک کر کے اس نے عشق کی خاطر اس دور افتادہ دیار کی زحمت سفر قبول کی تھی۔ لیکن جذبات پہ فوراً قابو پاکر یا کم از کم ان کا اظہار روک کر۔ اس نے ہندوستانی زبان میں کچھ کہا۔ جس کا مطلب کرسٹینا نہیں سمجھی۔ بہرحال راجکماری کی نگاہ اور لہجہ سے اس نے معلوم کیا کہ وہ ان سے عنائت آمیز لفظوں میں گفتگو کر رہی ہے۔ ان کی عقیدت و وفاداری کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اس نے ایک ایک ہاتھ دونو کو پیش کیا۔ اور انہوں نے اس دست حنائی کو بڑے ادب و احترام کے ساتھ لبوں سے چھو کر پھر تعظیم سے گردن جھکا لی۔ راجکماری نے انہیں اٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ کھڑے ہو گئے۔ اب سن رسیدہ قاصد نے وہ خط پیش کیا۔ جو والئے اندرآباد نے ہندوستان سے اپنی نور نظر کے نام بھیجا تھا۔ راجکماری نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے خط لیا۔ اور سرنامہ پر باپ کی تحریر پہچانی۔ عنایات پدری کی یاد نے ایک لمحہ کے لیئے ان سیاہ آنکھوں کو ایک بار پھر اشک آلود کر دیا۔ مگر فوراً ضبط کر کے اس نے قاصدوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور وہ اُلٹے پاؤں چلتے مودب فاصلہ پر راجکماری کے سامنے بیٹھ گئے۔ آنسو کے اس ایک ایک قطرہ کو جو پلکوں کی نوک پر لولوئے شہوار کی طرح چمک رہا تھا۔ پونچھ کر اندرا نے لفافہ چاک کیا

اور خط کا مضمون پڑھنے لگی۔

قریباً دس منٹ تک وہ اس کا بغور مطالعہ کرتی رہی۔

اس اثنا میں کرسٹینا ہندوستانی قاصدوں کی طرف نظر حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے لیے ان کی صورتیں اور لباس ایک عجوبہ تھے۔ اس نے معلوم کیا کہ وہ قاصد جو ... ددمرمیں چھوٹا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بے چینی ظاہر کرنے لگتا تھا۔ پہلے کچھ دیر یہ دونوں بُت کی طرح بے حرکت بیٹھے رہے تھے۔ مگر دفعتاً قاصد مذکور نے کچھ عجیب طرح کی حرکات کرنی شروع کردیں۔ کبھی چونک جاتا۔ کبھی مڑکر پیچھے کی طرف دیکھتا۔ اور کبھی نمایاں طور پر کانپنے لگتا تھا۔ چند بار اس نے ہوا کو اس طرح سونگھا۔ جیسے تازی کتا شکار کی بو سونگھا کرتا ہے۔ پھر اپنی تیز آنکھوں کو کمرہ کے ایک کونے پر جما دیا۔ ان عجیب حرکات سے کرسٹینا نے معلوم کیا کہ وہ کسی احساس کو دبانے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر نہیں کرسکتا۔ اس کے ساتھی نے یہ بے چینی دیکھی۔ تو اس کی طرف نظر ملامت سے دیکھا جس سے وہ ایک دو منٹ کے لئے ساکن ہوگیا۔ مگر یکایک وہی عصبی بے چینی جو پہلے اس کی طرف سے ظاہر ہوتی رہی تھی۔ اور جس کا بظاہر کوئی سبب نظر نہ آتا تھا۔ پھر نمودار ہونے لگی۔

اس عرصہ میں راجکماری اندرا خط کے مطالعہ میں مشغول تھی۔ اس کے بعد تھوڑی دیر وہ گہری فکر میں رہی۔ پھر اپنی زبان میں بڑے قاصد سے چند الفاظ کہے جن کا اس نے مفصل جواب دیا۔ معلوم ہوتا تھا۔ اندرا کے سوال پر کسی معاملہ کی کیفیت بیان کررہا ہے۔

فارغ ہوکر راجکماری نے اپنی سہیلی سے کہا "پیاری کرسٹینا یہ لوگ میرے والد مہاراجہ اندرآباد کی طرف سے آئے ہیں۔ ہندوستان سے چلے ان کو تین مہینے ہوگئے۔ معلوم ہوتا ہے بمبئی سے انھوں نے ایک ترجمان کی خدمات حاصل کرلی تھیں۔ اس سے رستہ میں کسی طرح کی دقت نہیں ہوئی۔ وہ آج ہی رات لندن پہنچے اور اس بے وقت حاضری کے لئے معذرخواہ ہیں۔ کہتے ہیں ہم آپ کے آرام میں مخل ہونا تو نہیں چاہتے تھے۔ پھر بھی اس خیال سے چلے آئے کہ مہاراج کی چٹھی سے آپ کو بے حد خوشی حاصل ہوگی۔ بھگوان کا شکر ہے کہ مہاراج بخیریت ہیں۔ مگر لکھا ہے مجھ کو بہت یاد کرتے ہیں۔ اپنے خط میں انہوں نے بار بار تاکید کی ہے۔ کہ جتنا جلد ممکن ہو ہندوستان چلی آؤ۔ مجھے اس بلاوے کی عرصہ دراز سے توقع تھی۔ اور مہاراج کو مایوس و ناراض کرنا مجھے کسی حال میں پسند نہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ کام جس کے لئے آئی تھی۔ اب تک پورا نہیں ہوا

بہرحال امید کرتی ہوں کہ اب اسکی تکمیل میں بہت وقت صرف نہ ہوگا۔" پھر کرسٹینا کی بجائے اپنے
ہی دل سے باتیں کرتے ہوئے اس نے کافی بلند آواز سے کہا "ہاں مجھے یقین ہے کہ اب یہ کام
جلد پورا ہوجائے گا۔ پرماتما نے آپ ہی مجھے سیدھی راہ پر ڈالدیا ہے۔ اور میں خیال کرتی ہوں
اب بہت جلد فارغ ہوکر ہندوستان چلی جاؤں گی۔ کل ہی میں نے تم سے برسبیل تذکرہ یہ بات
کہی تھی۔ کہ اگر میں جلد تر انگلستان سے رخصت ہونے پر مجبور ہوئی۔ تو تم کو بے وسیلہ نہ
چھوڑوں گی ۔ ۔ ۔"

کرسٹینا نے اس عنایت کے لئے تہ دل سے شکریہ ادا کیا جس کے بعد راجکماری نے پھر اسی
سن رسیدہ قاصد سے گفتگو شروع کی۔ اسی عرصہ میں دوسرے آدمی کی بےچینی نے انتہائی
اضطراب کی صورت اختیار کرلی تھی۔ کبھی ٹانگوں کو سکیڑتا اور کبھی تشنجی انداز سے کانپنے لگتا۔ آنکھیں
دہشت زدہ تھیں۔ سانس تیز چلتی تھی۔ اور گندمی پیشانی پر سرد پسینہ کے قطرے نمودار ہو رہے
تھے۔ اندرا نے اس کی بےچینی اب تک نہیں دیکھی تھی۔ مگر اب اس کی نگاہ اسکی طرف گئی۔ تو
یہ حالت دیکھ کر اسے بھی حیرت ہوئی۔ بڑے قاصد سے کچھ بات کررہی تھی۔ اسے نامکمل ہی
چھوڑ کر وہ اس کے ساتھی کی طرف نظر حیرت سے دیکھنے لگی۔ اب وہ آدمی بھی کانپتا ہوا اپنی جگہ
سے اٹھا۔ اور راجکماری کے قدموں میں گر کر اس نے بے جوڑ لفظوں میں کچھ کہا۔ اس کی باتوں سے ایک
لمحہ کے لئے خود اندرا بھی بےچین ہوگئی۔ مگر فوراً وہ سکون بحال کرکے جس کی عادی تھی۔ اس نے
حوصلہ افزائی کے طور پر کچھ کہا۔

پھر کرسٹینا سے مخاطب ہوکر انگریزی میں کہنے لگی "تمہیں اس شخص کی حالت دیکھکر حیرت
ہوتی ہوگی۔ مگر اس کی وجہ معلوم کرکے تم بھی جان لوگی۔ کہ اس کا اضطراب بےجا نہیں۔ چڑیا خانہ
کے معاملہ کے بعد اس واقعہ کا پیش آنا واقعی عجیب ہے۔ پھر بھی جو کچھ میں کہتی ہوں۔ اسے سن کر
ڈرنا نہیں۔ میں اس آدمی کو بہت روکتی ہوں۔ مگر صاف لفظوں میں کہے جاتا ہے کہ بنگلہ کی حدود
میں کوئی مہلک قسم کا سانپ چھپا ہوا ہے۔"

راجکماری کے تشفی بخش الفاظ کے باوجود جو ہراس کرسٹینا کے دل میں چڑیا خانہ کے سانپ
دیکھ کر پیدا ہوا تھا۔ پھر تازہ ہوگیا۔ مگر وہ فطرتاً کمزور طبیعت کی عورت نہ تھی۔ اور ایسے موقعوں
پر ہمیشہ اصابت رائے قائم رکھتی تھی۔ کہنے لگی "مجھے بھی آپ کی طرح یقین ہے کہ یہ محض اس
آدمی کا وہم ہے۔ ورنہ اس ملک میں زہریلے سانپ کہاں! اس میں شک نہیں ان کی دوایک

قسمیں یہاں بھی پائی جاتی ہیں۔ مگر اول ان کے کاٹنے سے کبھی کسی کو مرتے نہیں سنا۔ دوسرے یہ باہر میدانوں میں رہتے ہیں۔ گھروں میں نہیں دیکھے جاتے۔"

رعشہ براندام قاصد اب اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور تیز متجسس نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ دوسرا شخص بھی ساتھی کی زبانی بنگلہ کی حدود میں زہریلے سانپ کی موجودگی کا حال سن کر کھڑا ہو گیا۔ مگر راجکماری کے لفظوں سے اسکا قدرے اطمینان ہوا۔ گو اپنے ساتھی کی طرف وہ اب بھی تشکی نظروں سے دیکھ رہا تھا

اتنے میں راجکماری نے پھر کرسٹینا سے مخاطب ہو کر کہا "بات بے شک غیر ممکن نظر آتی ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ آخر اس آدمی کو شک کیسے ہوا؟ مجھے معلوم ہے کہ یہ شخص" اس نے چھوٹے قاصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "مدت دراز تک شوقیہ سپیروں کا کام کرتا رہا ہے۔ جس طرح سپیرے عقل حیوانی سے کسی مقام پر سانپ کی موجودگی معلوم کر لیتے ہیں۔ اسی طرح ممکن ہے یہ بھی کر سکتا ہو۔ نہ معلوم ان لوگوں کو سانپ کی موجودگی کا علم کیسے ہوتا ہے۔ مگر میرا خیال ہے سانپ کے سطح زمین پر آنے سے ہوا میں کچھ اثر خاص پیدا ہو جاتا ہے۔ جسے یہ لوگ اپنے تیز احساس سے فوراً معلوم کر لیتے ہیں۔"

"مگر ہاں تو اس بنگلے میں زہریلے سانپ کی موجودگی کیسے ممکن ہو سکتی ہے؟" کرسٹینا نے پر بضد ہو کر کہا "نہیں اس جگہ سانپ کی موجودگی عملی طور پر غیر ممکن ہے۔" اسکے باوجود یہ الفاظ کہتے ہوئے وہ نمایاں طور پر کانپنے لگی۔

"ٹھیرو۔ میں پھر اس سے دریافت کرتی ہوں۔" راجکماری نے کہا "مگر دیکھو کرسٹینا۔ اس کی حالت تو دیکھو۔ یقیناً اتنے خوف وہراس کا اظہار بے وجہ نہیں ہو سکتا۔"

اندرا نے ہندوستانی زبان میں قاصد سے کچھ کہا۔ جس کا اس نے جلد جلد جواب دیا اس کے ساتھ ہی زوردار اشاروں سے ظاہر کیا۔ کہ گو پاس ادب اصرار سے مانع ہے۔ تاہم جو کچھ وہ کہتا ہے۔ اس کا اسے پورا یقین ہے۔

"وہ برابر اصرار کر رہا ہے۔" اندرا نے کرسٹینا کی طرف مڑ کر کہا۔ "لیکن ڈرو نہیں۔ جو تدبیر مناسب ہو گی کی جائے گی۔ میں اس آدمی کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ اور یقین نہیں آتا کہ وہ مجھے دھوکا دینے کی کوشش کر رہا ہو۔ اس کے علاوہ تم اس کی صورت سے خود اندازہ کر سکتی ہو۔ کہ جو کچھ کہتا ہے وہ محض ریا و نمائش پر مبنی نہیں ہے۔"

کرسٹینا اب تک ہندوستانی قاصد کی طرف بغور دیکھ رہی تھی جس کا بڑھتا ہوا اضطراب ظاہر کرتا تھا۔ کہ معاملہ کی تہ میں ضرور کچھ بات ہے کبھی وہ درد اذیت سے پیچ و تاب کھاتا اور کبھی لرزہ براندام ہو جاتا تھا۔ اس کے دانت چوتھیا تپ کے مریض کی طرح بج رہے تھے۔ اور پیشانی عرق آلود تھی۔ راجکماری نے پھر اس سے چند الفاظ کہے جن کا اس نے زرد رو لہجہ میں جواب دیا۔ تو اس کے ادب تعظیم میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا۔ ساتھ ہی اس نے اس طرح ہاتھ پھیلائے۔ گویا اندرا سے کوئی چیز مانگ رہا ہے۔

"وہ باصرار کہتا ہے۔ کہ گھر میں سانپ ضرور موجود ہے۔" راجکماری نے پھر ایک بار کرسٹینا سے کہا۔ "اب کہتا ہے اگر کہیں سے بین مل جائے تو سانپ کو بڑی آسانی سے پکڑا اور ہلاک کیا جا سکتا ہے۔"

"میرے خیال میں اس طرح کا آلہ موسیقی آپ کے داروغہ مارک کے پاس موجود ہے۔" کرسٹینا نے جلدی سے کہا۔ "آپ کو یاد ہوگا۔ وہ اسے ہندوستان سے ساتھ لایا تھا۔ اور اب کئی بار اپنے کمرہ میں شوقیہ بجایا کرتا ہے۔۔۔"

"بے شک یاد آگیا۔" اندرا نے کہا۔ "آپ جس طرح بھی ممکن ہو خطرہ کی پروا نہ کرتے ہوئے کسی نوکر کو بلانا چاہیئے۔"

"خطرہ!" کرسٹینا نے زرد رو ہو کر کہا۔ "تو کیا آپ کو بھی اس کا یقین ہو گیا۔۔۔؟"

"کرسٹینا سر دست میں اس بارہ میں کوئی رائے قائم نہیں کر سکتی۔" اندرا نے قطع کلام کر کے کہا۔ "ایک طرف سانپ کی موجودگی غیر ممکن ہے۔ مگر دوسری جانب اس آدمی پر شک کرنے کا بھی حوصلہ نہیں۔ بلکہ جتنا زیادہ میں اس کی حالت پر غور کرتی ہوں۔ اتنا ہی میرا یقین پختہ ہو رہا ہے۔۔۔ مگر کرسٹینا اس فکر و تشویش میں وقت ضائع کرنا بے سود ہے۔ دو بار گھنٹی بجاؤ مارک آواز سن کر فوراً حاضر ہوگا۔"

کرسٹینا نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اور مارک جو ڈیوڑھی میں کھڑا ہوا اس انگریز ترجمان سے باتیں کر رہا تھا جو والئے اندر آباد کے قاصدوں کے ساتھ آیا تھا۔ گھنٹی کی آواز سن کر فوراً حاضر ہو گیا۔ جیسا ناظرین کو یاد ہے۔ یہ شخص ایک مدت تک ہندوستان میں رہ چکا تھا۔ اس لیے اسے ایک ایسے آدمی سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ جو اس دور افتادہ ملک سے ابھی ابھی انگلستان میں وارد ہوا تھا۔ ڈیوڑھی میں اس کی موجودگی محض اتفاقی تھی۔ مگر لاعلمی میں

اس سے ایک فائدہ ضرور رہا۔ یعنی خادمہ سگونہ کو چھپ کر کمرہ نشست کی باتیں سننے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ رستہ میں نہ ہوتا۔ تو سگونہ ضرور کوشش کرتی۔ مگر بحالت موجودہ جبکہ وہ نوکروں سے کہہ چکی تھی کہ میں اپنا کام ختم کر آئی ہوں۔ اور اسے بلانے کے لئے گھنٹی بھی نہیں بجائی گئی تھی۔ اس کے لئے کمرہ نشست کی طرف جانے کا کوئی بہانہ نہ تھا۔ اور بلا طلب ادھر جانے کی کوشش کرتی۔ تو مارک اور باقی نوکروں کو شک ہوتا۔ پس بمجبوری وہ دوسرے نوکروں کے پاس ہی بیٹھی رہی۔

خیر جیسا ہم بیان کر رہے تھے گھنٹی کی آواز سن کر مارک کمرہ نشست میں گیا۔ جہاں راجکماری نے اس سے ہندوستانی قاصد کے اندیشوں کا حال کہا۔ ساری کیفیت سن کر مارک کے چہرہ پر بھی فکر و تشویش کے آثار ظاہر ہوئے۔ ہر چند وہ انگریز تھا۔ اور کسی انگریز کے لئے یہ بات قابل تسلیم نہ تھی۔ کہ مضافات لندن کی ایک پختہ اور ہوادار کوٹھی میں اس قسم کا زہریلا سانپ موجود ہو سکتا ہے۔ پھر بھی کچھ تو وہ ہندوستانی قاصد کی پریشانی سے مضطرب ہوا۔ اور کچھ اس لئے بھی کہ ہندوستان میں رہ کر سانپوں کے خطرات سے بخوبی آگاہ ہو چکا تھا۔ علاوہ بریں وہ دور اندیش آدمی تھا۔ اس کا عقیدہ یہ تھا۔ کہ اگر کسی معاملہ میں شک ہو جائے تو خواہ وہ شک بالآخر بے بنیاد ہی ثابت ہو۔ بہرحال اس کی پوری تحقیقات کر لینا فرض ہے۔

راجکماری اندرا کے سکون و وقار میں اب تک فرق نہیں آیا تھا۔ پھر بھی وہ مضطرب لہجہ میں کہنے لگی "دیکھو مارک اس کا ذکر دوسرے نوکروں سے بالکل نہ ہو۔ میں انہیں بے وجہ خوف زدہ کرنا نہیں چاہتی۔۔۔"

"مگر یا نو۔ جب بین کی آواز سنائی دی تو سگونہ اور بیٹھے کو فوراً شک ہو گا" مارک نے کہا۔ "وہ ضرور سمجھ جائیں گے۔ کہ اس کا مطلب کیا ہے"

"تم ٹھیک کہتے ہو" راجکماری نے تسلیم کیا۔ پھر ایک لمحہ سوچ کر کہنے لگی۔ "خیر تم پہلے جا کر اپنی بین لے آؤ۔ اس کے بعد شاگرد پیشے میں جا کر دیکھنا۔ سب نوکر جمع ہیں یا نہیں۔ کوئی باہر ہو تو اس کو بھی بہانہ سے بلا لینا۔ یہ کام میں تمہاری دور اندیشی پر چھوڑتی ہوں۔ جیسے مناسب معلوم ہو۔ کرنا۔ بہرحال انہیں ایک کمرہ میں جمع کر کے دروازہ بند کر لینا۔ اس سے یہ فائدہ ہو گا۔ کہ وہ ڈر کر بھاگنا شروع نہ کرینگے۔ پس اب جاؤ۔ مگر جہاں سے گذرو احتیاط سے قدم رکھنا۔ کیونکہ ممکن ہے بشمبھو ٹھیک ہو۔ جاؤ۔ وقت قیمتی ہے"

وفادار خادم آداب بجا کر رخصت ہوا۔ اس کے چلے جانے پر ہندوستانی قاصد نے جس کا سکون اب بھی حد تک بحال ہو گیا تھا۔ اپنی زبان میں راجکماری سے چند الفاظ کہے۔

وہ کرسٹینا سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔ "وہ برابر کہے جاتا ہے کہ سانپ اس گھر کے اندر موجود تو ہے مگر گذشتہ چند منٹ کے عرصہ میں دو تین بار دروازہ کھلنے اور بند ہونے سے اس نے معلوم کیا ہے کہ وہ اس کمرہ میں نہیں۔ غالباً اوپر کی منزل پر ہے۔"

"اوئی! کیا خوابگاہ میں!" کرسٹینا نے جو کہ ہر لمحہ زیادہ خوف زدہ ہو رہی تھی۔ پریشانی کی حالت میں کہا۔

"کرسٹینا ڈرو نہیں۔" راجکماری نے سکون برقرار رکھتے ہوئے کہا۔ کیا عجب اس کا خیال غلط ثابت ہو۔ اور اسے محض کچھ غلط فہمی ہو گئی ہو۔ مگر سانپ بنگلہ میں موجود بھی ہو تو کیا بین کی مدد سے اس کو بآسانی پکڑا اور دفع کیا جا سکتا ہے۔"

"لیکن بالفرض اس نے بین بجانے والے پر ہی وار کر دیا؟" کرسٹینا نے سہمی ہوئی آواز سے پوچھا۔

"تم اس کا خوف نہ کرو۔" اندرا نے جواب دیا "جب ایک بار بین بجنی شروع ہو گئی۔ پھر سانپ کا وار کرنا غیر ممکن ہے۔۔۔ ایلو مارک آ گیا۔ اب سارا معاملہ جلد حل ہو جائے گا۔"

مارک کے پاس سپیروں کی طرز کی بین تھی۔ جسے اس نے اسی قاصد کے ہاتھ میں دے دیا جس کی طرف سے اب تک بے چینی کا اظہار ہوتا رہا تھا۔ اس کے بعد وہ نوکروں کے کمرہ کی طرف چلا گیا۔ کہ ان سب کو ایک جگہ جمع کر دے۔ انگریز ترجمان جو قاصدوں کے ساتھ آیا تھا اب نوکروں کے کمرہ میں ہی بیٹھا ہوا تھا۔ اور وہیں سگونہ ہندوستانی خادم ٹیپو اور دو انگریز مائیں جو راجکماری کی ملازم تھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ گاڑیبان چونکہ اپنے مکان پر سوتا تھا۔ اس لیئے وہ موجود نہ تھا۔ کمرہ میں داخل ہو کر مارک نے دروازہ کو اندر سے مقفل کر لیا۔ اور کنجی جیب میں ڈال لی۔ چونکہ ثقہ طبیعت کا آدمی تھا۔ اور کبھی کسی سے بے جا مذاق نہ کرتا تھا۔ اس لئے نوکروں نے فوراً سمجھ لیا کہ ضرور کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے۔ سگونہ کا ضمیر چونکہ خطا وار تھا۔ اس لئے اس نے جان لیا کہ غالباً ان لوگوں کو سانپ کی موجودگی کا علم ہو گیا ہے۔ بہر حال اس کے دل میں اگر کچھ شک پیدا ہوا تو اس نے اسے چہرہ سے ظاہر نہیں ہونے دیا۔

مارک کو دروازہ بند اور مقفل کرتے دیکھ کر اور نوکر تو چپ رہے مگر ہندوستانی خادم

ٹیپو نے موّدبانہ انداز سے پوچھا "داروغہ جی کیا بات ہے۔ کس لئے دروازہ بند کیا گیا ہے؟"

"کوئی خاص بات نہیں" مارک نے جواب دیا۔ "محض ایک احتیاطی کارروائی ہے جس پر کسی کو اعتراض نہ ہونا چاہیئے۔ تم جانتے ہو اس ملک میں ایک قسم کا زہریلا سانپ پایا جاتا ہے۔ خیال ہے۔ کہ وہی سانپ کسی طرح مکان میں گھس آیا ہے۔"

ٹیپو یہ جواب سن کر ہنسنے لگا۔ اور بولا۔ "صاحب اگر واقعی گھر میں سانپ ہے۔ تو اُسے نکالنے کی بہترین صورت یہ نہیں کہ ہم لوگوں کو ایک کمرہ میں بند کر دیا جائے۔ اجازت دو کہ میں اُسے پکڑ لوں۔ میں اُسے ویسی ہی آسانی سے ہلاک کر دوں گا۔ جیسے کل صبح اصطبل میں ایک موٹے سے چوہے کو کیا تھا۔"

"میں تمہاری مستعدی کی قدر کرتا ہوں" مارک نے جواب دیا۔ "مگر اتفاق سے ابھی ابھی ایک آدمی ہندوستان سے آیا ہے۔ جو سانپ پکڑنے میں خاص مہارت رکھتا ہے۔ بیگم صاحب جاننا چاہتی ہیں کہ وہ اپنے سحر کو صرف ہندوستان کے سانپوں پر ہی آزما سکتا ہے۔ یا اس ملک کے سانپوں پر بھی . . . سننا! بین کی آواز آرہی ہے۔"

انگریز خادمائیں سانپ کا ذکر سن کر بہت ڈر گئی تھیں۔ مگر ٹیپو نے پھر قہقہہ لگایا۔ مارک کی سنجیدگی اب تک قائم رہی۔ اور وہ انگریز ترجمان جو قاصدوں کے ساتھ ہندوستان سے آیا تھا بالکل چپ تھا۔ کیونکہ نہیں جانتا تھا۔ مجھے کیا رائے ظاہر کرنی چاہیئے۔ بکایک بین کی آواز سن کر ٹیپو یعنی ہندوستانی خادم بے حد مضطرب ہو گیا۔ کیونکہ یہ سر وہی تھی۔ جو ہندوستان میں کالے ناگ کو مست کرنے کے لئے بجائی جاتی ہے۔ اب سگونہ کو یقین ہو گیا کہ جس سانپ کو میں نے خوابگاہ میں چھپایا تھا۔ کسی طرح اس کا علم ہو گیا ہے۔ اس نے یہ بھی جان لیا۔ کہ یہ بات محض اس ہندوستانی قاصد کی بدولت معلوم ہوئی ہے۔ جو سانپوں کی واقفیت رکھتا ہے۔ مگر وجہ دریافت کچھ ہو اس کی نئی سازش برباد ہو گئی۔ ساری کوشش خاک میں مل گئی۔ اور اپنے دل میں اسنے ان شخصوں کو صد ہا گالیاں دیں۔ جو اگر نہ آتے۔ تو اس کی ناپاک تجویز کا کامیاب ہونا یقینی تھا۔ اپنے متعلق اُسے کسی طرح کی فکر نہ تھی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی۔ کسی کو بھولے سے بھی اس کا خیال نہیں آسکتا۔ کہ میں نے سانپ کو چڑیا خانہ سے لاکر یہاں چھوڑا ہے۔ علاوہ بریں اخباری کو چونکہ اسکی وفاداری کا پورا یقین تھا۔ اس لئے انہیں کوئی بدگمانی نہ ہو سکتی تھی۔

یہ تو شاگرد پیشے کی حالت تھی۔ اب آئیے کمرہ نشست کے حالات معلوم کریں۔ جب

مانک بین سے کر چلا گیا۔ تو پیرے قاصد نے اپنے ساتھی کو کچھ اشارہ کیا جس نے فوراً تلوار نکال لی۔ کہ بوقت ضرورت اس سے وار کیا جا سکے۔ بین مل جانے کے بعد اول اندرا کی تشویش بالکل مٹ گئی تھی۔ اس نے جلدی ہی بڑے اطمینان سے بین بجانا شروع کیا۔ اور مشرقی ساز کی درد ناک صدا بنگلہ کے ہر حصہ میں پہنچنے لگی۔

بین بجاتے ہوئے وہ ایک مقام پر کھڑا ہو کر اپنے قدموں پر چاروں طرف گھومتا۔ ہر کمرہ کے ہر حصہ کو بہ نظر غور دیکھتا جاتا تھا۔ یکایک رک کر اس نے راجکماری سے کچھ کہا۔ وہ کرسٹینا سے انگریزی زبان میں کہنے لگی۔ "اب کہتا ہے کہ سانپ اس کمرہ میں نہیں۔ ورنہ اس آواز سے مست ہو کر فوراً نمودار ہوتا۔ اب بنگلہ کے اور حصوں کا امتحان کرنا چاہتا ہے مگر جب تک یہ لوگ اسے تلاش کرتے ہیں بہتر ہو گا کہ ہم اسی کمرہ میں ٹھیریں۔"

"کیا اب آپ کو پورا یقین ہو گیا ہے کہ گھر میں سانپ موجود ہے۔" کرسٹینا نے کانپتے ہوئے پوچھا۔

"کرسٹینا میں اب بھی کوئی صحیح رائے قائم نہیں کر سکتی۔" اندرا نے کہا۔ "جیسا میں نے کہا تھا۔ اس آدمی پر شک کرنا ناممکن ہے۔ مگر یہ بھی میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ سانپ اس کوٹھی میں کہاں سے آیا ہوگا؟ مگر ٹھیرو۔ صحیح حالات اب بہت جلد معلوم ہو جائیں گے۔"

اندرا نے دونو قاصدوں سے ہندوستانی زبان میں کچھ کہا۔ اور وہ اکٹھے کمرہ نشست سے رخصت ہوئے۔ جس کے ہاتھ میں بین تھی وہ دروازہ کھلتے ہی اسے پھر بجانے لگ گیا جاتے وقت انہوں نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ مگر بین کی آواز باہر سے بھی اندرا اور کرسٹینا کے کانوں میں برابر آ رہی تھی۔ اندرا کا انداز سکون و وقار اب تک قائم تھا۔ مگر کرسٹینا بے اختیار کانپ رہی تھی۔ وہ یہ سوچتی تھی۔ کہ ممکن ہے اس آدمی کو غلطی لگی ہو۔ اور سانپ اسی کمرہ میں موجود ہو۔ اس صورت میں کیا عجب وہ بے آواز حرکت کرتا ہوا پاس آ کر ہم دونوں میں سے کسی پر وار کر دے۔ سانپوں کے متعلق جو حالات اسے معلوم تھے ان سے وہ جان چکی تھی کہ بھینبر ناگ کے کاٹے کا کوئی منتر نہیں۔ فرط دہشت سے مجسم موت اس کی نظروں کے سامنے پھر رہی تھی۔ اسے ہر لحظہ اپنی اور اپنی فیاض محسنہ راجکماری اندرا کی جان کا خطرہ لگا ہوا تھا

اندرا نے اس کے خیالات سمجھ کر کہا۔ "پیاری کرسٹینا ڈرو نہیں۔ مجھے یقین ہے اس شخص کو دھوکا نہیں ہوا۔ کیونکہ سانپوں کے علم میں پوری مہارت رکھتا ہے۔ ہمارے ملک

میں جو لوگ سانپ کو رجھانا جانتے ہیں۔ وہ ان سے بالکل نہیں ڈرتے۔ بلکہ تمام زہریلے سانپوں کے ساتھ بے خوف کھلاڑیاں کرتے ہیں۔ بعض اوقات وہ انہیں قصداً جوش بھی دلاتے ہیں۔ کیونکہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب تک سانپ کو مست کرنے کا سامان ہاتھ میں ہے۔ ہمیں اس سے کسی طرح کا خوف نہیں۔ لیکن مگر ایسے موقعوں پر بین کی آواز ایک لمحہ بھی بند ہو جائے۔ تو پھر سانپ کا وار یقینی ہے۔ جس کے بعد بدنصیب شخص کو موت سے بچانے کی کوئی صورت ممکن نہیں بعض مغربی مصنفوں اور سیاحوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ سپیرے جن سانپوں کو عوام کے روبرو مست کرکے دکھلاتے ہیں۔ ان کے منہ سے زہر کی تھیلیاں نکلی ہوئی ہوتی ہیں جس سے سانپ بالکل بے ضرر ہو جاتا ہے۔ مگر ایسے مصنف غلطی پر ہیں۔ کیونکہ یہ میرے اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی بات ہے کہ ایسے سانپوں نے انہی لوگوں کو جنہوں نے ان کو پال رکھا تھا۔ اتفاقاً ڈس لیا تو وہ ہلاک ہو گئے۔ چند سال کا عرصہ گذرا ہے کہ ہمارے شہر الٰہ آباد میں ایک سپیرا نہایت مہلک سانپوں کی مدد سے طرح طرح کے کرتب کرکے دکھایا کرتا تھا۔ لوگ بھی اسے اس فن کا استاد سمجھنے لگے تھے۔ مگر ایک رات وہ مضافات شہر میں اپنی جھونپڑی کے اندر ایسا سویا کہ پھر نہ اٹھا۔ رات تک وہ ہر طرح صحیح سالم تھا۔ وہ سانپ بھی جن کی مدد سے وہ روزگار پیدا کرتا تھا بڑی احتیاط کے ساتھ ٹوکریوں میں بند کر دیئے گئے تھے۔ مگر صبح کو لوگوں نے دیکھا کہ اس کے رخسار پر نہایت باریک زخم۔ ایسے جو سوئی کے چبھنے سے ہو جایا کرتے ہیں موجود تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسے سانپ نے ہی ڈسا ہے۔ مزید تفتیش سے پتہ چلا۔ کہ ایک سانپ کسی طرح بند ٹوکرے سے باہر نکل آیا۔ اور چونکہ اسے مست کرنے کے لئے بین کی آواز موجود نہ تھی اس لئے اس نے اپنے مالک پر ہی وار کیا۔ سانپ کو تلاش کیا۔ تو وہ جھونپڑی کے ایک حصہ میں کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کوئی بڑا سا جانور نگل لیا۔ اور اسے ہضم کرنے کے لئے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا اسی حالت میں لوگوں نے اس کو ہلاک کیا۔"

راجکماری یہ قصہ بیان کر رہی تھی۔ کہ وہ لوگ قصر کے اوپر کی چھت پر پہنچ گئے۔ اور ان کی چاپ سے معلوم ہوا کہ راجکماری کے کمرہ خواب کے برآمدہ میں پہنچ گئے ہیں۔ بین کا نغمہ بدستور اب تک برابر سنائی دے رہا تھا۔ اور گو راجکماری کی باتوں سے کرسٹینا کا کسی حد تک اطمینان ہو گیا تھا پھر بھی وہ نامعلوم وجہ سے کانپتی اور اپنے بدن میں عجیب طرح کی سنسنی محسوس کرتی تھی۔

پاؤں کی چاپ کمرہ نشست کی چھت کے عین اوپر سنائی دی۔ اسے سن کر رہبکاری نے کہا۔ "اب وہ میرے کمرہ خوابیں پہنچ گئے ہیں۔ سننا! بین کی آواز کیسی بلند اور تیز ہوگئی ہے۔ میں اس کا مطلب سمجھتی ہوں۔ کرسٹینا اس آدمی کو واقعی دھوکا نہیں ہوا۔ کوئی زہریلا سانپ ضرور اس گھر میں گھس آیا ہے۔ اور آثار سے پایا جاتا ہے کہ میری ہی خوابگاہ میں چھپا ہوا ہے۔"

کرسٹینا خوفزدہ ہو کر بے اختیار رہبکاری سے لپٹ گئی۔ اب وہ زور زور سے سسکیاں لیکر رہی تھی۔ ایک بار شکستہ آواز سے کہنے لگی۔ "ہائے یہ آپ کیا فرماتی ہیں۔ اگر واقعی وہ سانپ آپ کی خوابگاہ میں ہے تو کچھ شک نہیں کہ یہ قاصد مہاراج کے حکم سے نہیں۔ بلکہ اس کارساز حقیقی کے منشا سے یہاں آئے ہیں۔ جو اپنے نیک بندوں کا خود آپ محافظ ہے۔ یہ خدا وہ نہ آتے تو آپ کے دشمنوں کا کیا حال ہوتا۔"

اندرا نے اسے مادرانہ شفقت سے چھاتی سے لگا کر اس کی سنگ مرمر کی سی پیشانی پر پیار کا بوسہ دیا۔ یکایک بین کی آواز رک گئی۔ ساتھ ہی اندرا کے منہ سے کلمہ حیرت نکلا۔

"کیوں۔ اب کیا ہوا؟" کرسٹینا نے فکر و تشویش کے لہجہ میں پوچھا۔

"بس ہوگیا۔" رہبکاری نے مختصر طور پر جواب دیا "معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے سانپ کو ہلاک کر دیا۔ سنتی ہو۔ کس طرح خوش ہو ہو کر باتیں کرتے ہیں۔ شاید اب اسی طرف کو آ رہے ہیں۔"

اتنے میں وہ دونو آدمی تیز چلتے زینہ کی راہ سے نیچے اترے۔ بین کی آواز بند رہنے سے ثابت ہوتا تھا کہ خطرہ رفع ہوگیا۔ اتنے میں دروازہ کھلا۔ اور سن رسیدہ قاصد کمرہ میں آکر اندرا کے قدموں میں دوزانو ہوگیا۔ پھر اس نے ایک بڑا سا رومال جو اس کے ہاتھ میں تھا کھول کر دکھایا۔ اس کے اندر سانپ کے تین ٹکڑے اب تک تشنجی حرکات کر رہے تھے۔ مگر سانپ حقیقتاً مر چکا تھا۔ اور اب اس کی طرف سے کوئی خطرہ باقی نہ تھا۔ پھر بھی کرسٹینا اس نظارہ کی تاب نہ لا سکی۔ اور اس نے خوف و نفرت سے منہ پھیر لیا۔ اندرا نے بھی سانپ کی اس مکروہ یادگار کو فقط ایک نظر دیکھا جس کے بعد قاصد نے اشارہ پا کر رومال باندھ لیا۔ رہبکاری نے اس سے ہندوستانی زبان میں چند سوالات پوچھے۔ پھر دوسرے قاصد کو پاس آنے کا اشارہ کیا۔ وہ بھی اس کے قدموں میں دوزانو ہوگیا۔ اندرا نے دو بیش قیمت انگوٹھیاں اتار کر دونو کو ایک ایک دے دی۔ یہ ان کی وفادارانہ خدمات کا انعام تھا۔

پھر کرسٹینا سے مخاطب ہو کر اس نے تھرائی ہوئی آواز مگر سنجیدہ لفظوں میں کہا "پیاری بہن کچھ شک نہیں۔ آج پرماتما نے خود آپ میری رکھشا کی ہے۔ مجھے تو قاصد کا بیان ہے کہ اس کمرہ میں آتے ہی اُسے یقین ہو گیا۔ کہ ضرور اس گھر میں سانپ ہے... مگر کرسٹینا کانپتی کیوں ہو؟ اب تو کسی طرح کا خطرہ باقی نہیں... اس کے بعد جب یہ لوگ اس کمرہ کی تلاش کے بعد دوسری منزل پر گئے۔ تو سانپ بین کی آواز سے مست ہو کر میرے پلنگ پر انہی کپڑوں کے اندر سے جنہیں اوڑھ کر مجھے سونا تھا۔ نکل آیا۔ یہی وہ وقت تھا جب بین کی آواز تیز تر سنائی دیتی تھی۔ بین کے نغمہ دلفریب سے مست ہو کر وہ پلنگ کے اوپر ہی جھومنے لگا۔ مگر اس کا آخری وقت آپہنچا تھا دوسرے آدمی نے فوراً اپنی تیز دھار کی تلوار سے ایسا جچا ہوا وار کیا کہ اس کے تین ٹکڑے ہو گئے۔ گویا وہ پلنگ جو میری موت کا ذریعہ ثابت ہونا تھا خود اس کی ہلاکت کا مقام"

کرسٹینا کے دل کی حالت اس وقت عجیب تھی۔ کبھی اپنی محسنہ کی معجزانہ سلامتی پر کارساز حقیقی کی بارگاہ میں شکریہ ادا کرتی۔ کبھی ان حیرت خیز واقعات کو سوچتی جن کی بدولت اندرا کی جان بچی۔ پھر جب اس زہریلے سانپ کا خیال آتا۔ تو غش کی سی حالت طاری ہونے لگتی تھی۔ راجکماری اندرا نے بڑی شفقت سے اپنے بازوؤں کا سہارا دے کر اسے پھر ایک بار چھاتی سے لگایا۔ اور آخر اسی کی تسکین سے کرسٹینا نے بدقت اوسان بحال کئے۔ پھر بھی وہ ان عجیب پُر اسرار واقعات کی یاد سے بہت دیر تک روتی رہی۔

اس وقت اندرا نے داروغہ مارک کو بلا کر نتیجہ سے آگاہ کیا۔ قدرتی طور پر اُسے بھی سانپ کی ہلاکت کی خبر سے اتنی ہی خوشی ہوئی۔ جیسی کرسٹینا کو ہوئی تھی

تھوڑی دیر حالت فکر میں رہ کر اس نے کہا "بانو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ سانپ اس کوٹھی میں آیا کیونکر؟ ہر شخص جانتا ہے کہ اس طرح کے سانپ اس ملک میں نہیں ہوتے۔ پس یا تو وہ چڑیا خانہ سے نکل کر یہاں آگیا۔ یا شاید کسی تماشہ والے کے پاس سے بچ نکلا۔ بہرحال خدا کا صد ہزار شکر ہے کہ اسکی موجودگی کا وقت پر علم ہو گیا۔ اور اسے ہلاک کر دیا گیا۔"

"مارک اچھا ہوا کہ سانپ مارا گیا۔" اندرا نے کہا "مگر اپنے قیام انگلستان میں چونکہ مجھے جتنے امر عوام کی نظروں سے بچے رہنا منظور ہے۔ اس لئے میں حکم دیتی ہوں کہ اس واقعہ کا ذکر کسی کے روبرو ہرگز نہ کیا جائے۔ سب نوکروں کو بھی تاکید کر دو کہ وہ کسی سے اس بارہ میں ذکر نہ کریں۔ بلکہ یہی بات اس ترجمان سے بھی کہہ دینا۔ جو قاصدوں کے ساتھ آیا ہوا ہے"

داروغہ سلام کرکے رخصت ہوا۔ اور وہ رومال جس میں سانپ کے ٹکڑے بندھے ہوئے رکھے تھے ساتھ لیتا گیا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہوگا۔ کہ شاگرد پیشے میں اس واقعہ کی خبر نے کیسی سنسنی پیدا کی۔ اور نوکروں نے مردہ سانپ کے ٹکڑوں کو کس طرح سہمی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ سگونہ وہیں تھی مگر اس نے فن مکروریا میں ایسی مہارت حاصل کرلی تھی۔ کہ اس کی کسی حرکت سے گمان تک نہ ہوا۔ کہ اُسے سانپ کی ہلاکت سے کس قدر صدمہ ہوا ہے۔ مارک ہندوستانی خادم کو ساتھ لے کر مردہ سانپ کو باغ میں دفن کرنے چلا گیا۔ اور سگونہ کمرہ نشست میں راجکماری کے پاس گئی۔ جہاں اندرا کے قدموں میں دوزانو ہوکر اس نے اس کا ہاتھ لبوں سے چھوا جس سے اندرا کی سلامتی پر اظہار مسرت مطلوب تھا۔ راجکماری جو اس کے دل کی حالت سے بیخبر تھی۔ اس اظہار وفاداری پر بہت خوش ہوئی۔ اس نے سگونہ کے سیاہ چمکدار بالوں پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔ اور مناسب لفظوں میں اس کا شکریہ بھی ادا کیا۔

اب دونوں قاصد ترجمان کے ساتھ بنگلہ سے رخصت ہوگئے۔ مگران کے جانے پر بھی کمرہ نشست اور شاگرد پیشے میں چونکہ بڑی دیر تک سانپ کے واقعہ پر باتیں ہوتی رہیں۔ اس لئے بنگلہ کے رہنے والے بہت رات گئے تک نہ سوسکے۔

دوسرے دن سویرا ہی تھا کہ میڈم ایجنیک اپنی ناپاک سازش کا نتیجہ معلوم کرنے راجکماری کے بنگلہ پر پہنچی۔ وہ رات اس نے اسی فکر میں گذاری تھی۔ کہ تازہ کوشش کا انجام کیا ہوگا۔ اور آخر جب دن نکلنے پر بنگلہ کی طرف چلی تو جاتے ہی اپنی کامیابی اور اندرا کی موت کی خبر سننے کی امید رکھتی تھی۔ سگونہ بھی جانتی تھی۔ کہ وہ دریافت حال کے لئے ضرور آئے گی۔ پس فرانسیسی عورت کو آتے دیکھ کر وہ اسی بانٹ کے پاس چلی گئی۔ جہاں ان کے ناپاک مشورے عموماً ہوا کرتے تھے سگونہ کو بے حرکت اور خاموش دیکھ کر میڈم ایجنیک کے دل میں پہلے یہی خیال پیدا ہوا کہ اب کے ضرور کامیابی حاصل ہوگئی۔ اور قریب تھا کہ ہندوستانی خادمہ کو مبارکباد دیتی کہ سگونہ نے اس کے دلی خیالات بھانپ کر اسی سرد لہجہ میں جو وہ ایسے موقعوں پر اکثر اختیار کرلیتی تھی کہا "بیوقوف عورت۔ تو بے وجہ خوش ہورہی ہے۔ جان لے کہ ٹھاکرانی اندرا اب تک صحیح سالم ہیں اور مجھے یقین ہے کہ ہمیشہ اسی طرح رہیں گی۔"

یہ الفاظ سُن کر میڈم ایجنیک کے چہرہ کا رنگ فق ہوگیا۔ مضطرب لہجہ میں کہنے لگی "سگونہ پیاری سگونہ۔ یہ کیا خبر ہے جو تم مجھے سُنا رہی ہو؟"

خبر کچھ جھوٹی نہیں۔" خادمہ نے اسی لہجے میں کہا "کل رات سب کام تمہارے کہنے کے مطابق کیا گیا۔ مگر تجویز پھر ناکام رہی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ضرور کوئی زبردست طاقت اندرا کی حفاظت کر رہی ہے۔" یہ آخری الفاظ اس نے پرزور لہجے میں کہے۔ پھر سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہنے لگی "اب اس کے خلاف کوئی برائی سوچنا دیوتاؤں سے جنگ کرنے کے برابر ہے۔ پس میں ان کوششوں سے باز آئی۔ تفصیل نہ پوچھو۔ میں نہ بتاؤں گی۔"

"آخر معلوم تو ہو۔ ہوا کیا؟" میڈم اینجلیک نے باصرار پوچھا۔ "کل تمہارے بعد میں چڑیا خانہ گئی۔ تو قصداً سانپ گھر میں جا کر ہر ایک سانپ کا ڈبہ بغور دیکھا۔ مگر کالا سانپ ان میں نہیں تھا...."

"اس لئے کہ میں اُسے پکڑ کر لے آئی تھی۔" سگونہ نے جواب دیا۔ اور اسکی موٹی سیاہ آنکھیں غیر معمولی روشنی سے جگمگانے لگیں۔ "سچ جانو کہ سانپ کو پکڑتے یا اس کے بستر پر چھپاتے وقت جس کی موت کے لئے میں نے خود اپنی جان کی پروا نہیں کی۔ میرا ہاتھ ذرا نہیں کانپا۔ میں نے تمہاری شیطانی تعلیم پر حرف بہ حرف عمل کیا۔ مگر جن کا محافظ خدائے پاک آپ ہو۔ انہیں کون مار سکتا ہے؟ اندرا کی جان ایک عجیب معجز نما طریق پر بچ گئی۔ اور وہ سانپ جسے اس کی ہلاکت کا ذریعہ بننا تھا۔ خود ہلاک ہو کر باغ میں دفن ہے۔ پس جو میں کہتی ہوں اُسے بغور سنو۔" اس نے یکایک پرجوش لہجہ اختیار کر کے کہا "میں آئیندہ کبھی تمہاری ناپاک سازشوں کی حصہ دار نہ ہونگی کیونکہ میں جان چکی ہوں کہ شیطان اپنے لامحدود وسائل سے بھی خدا کی زبردست طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اندرا کی ہستی خدا کی اپنی حفاظت میں ہے۔ اس لئے جاؤ۔ آئیندہ کبھی مجھے للچانے کی کوشش نہ کرنا۔ کیونکہ میں نے عہد کر لیا ہے کہ تمہارے مکروفریب دھمکی یا خوشامد کسی بات کی پروا نہ کرتے ہوئے میں اندرا کے خلاف کوئی حرکت نہ کرونگی۔ اب میں کوئی بات سننا نہیں چاہتی۔ اس لئے جاؤ۔ اور پھر کبھی اس طرف آنے کی جرأت نہ کرنا۔"

سگونہ یہ پرزور تقریر کر رہی تھی تو اس کا چہرہ دلی جوش سے سرخ تھا۔ اور آنکھوں میں وہ فوق الفطرت چمک پائی جاتی تھی۔ جو دیکھنے والے کو ہیبت زدہ اور مخاطب کر دیتی ہے نتھنے پھولے اور ہونٹ خم کھائے ہوئے اور قامت بلند پوری درازی تک کشیدہ تھی سپید ساڑی کے نیچے اسکی چھاتی کا تلاطم جذبات کا ہیجان ظاہر کرتا تھا۔ سے اس حالت میں دیکھکر میڈم اینجلیک اتنی مرعوب اور خائف ہوئی۔ کہ ایک لفظ تک بطور اعتراض نہ کہہ سکی۔

"جاؤ میں حکم دیتی ہوں۔" سگونہ نے ایک بار پھر کہا۔ اور عیار فرانسیسی عورت اس کے جلال کی تاب نہ لاکر کانپتی ہوئی دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ مگر اس کے بعد جب سگونہ اندازِ وقار سے پیچھے مڑی۔ تو میڈم اینجلیک نے اسے دوبارہ اپنی التجاؤں سے روکنے کی کوشش کی۔ مگر اس نے بالکل توجہ نہیں دی۔ تھوڑی دیر تک وہ برابر آوازیں دیتی اور صرف ایک بات سننے کے لئے منت کرتی رہی۔ مگر سگونہ بے خیال چلتی گئی۔ اور بہت جلد درختوں کے سبز پتوں کے پیچھے چھپ گئی۔ اس وقت میڈم اینجلیک بادلِ مضطرب اس جگہ سے واپس ہوئی۔ تو اس کی حالت سخت زار تھی۔ مبہم خطرات سے سہمی ہوئی اور سگونہ کی بے مہری سے پریشان۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اب مجھے کیا کرنا اور کیا نہ کرنا چاہیئے۔ روح فرسا خیالات کے اس ہجوم میں سگونہ کی چشمِ سیاہ کی بھیانک روشنی ہر قدم پر اور زیادہ خوف زدہ کر رہی تھی۔

باب ۔۷

قبرستان

داستان کا منظر یکایک ان خوشنما دیہات میں منتقل ہوتا ہے۔ جو علاقہ ویسٹ مورلینڈ میں آباد ہیں جہاں خوشنما پہاڑیاں دیہاتی مکانات کو سرما کی باد تند سے محفوظ رکھتی ہیں۔ اور گرما میں سرسبز درختوں کا سایہ دلکش جھیلوں اور بہتی ہوئی ندیوں میں منعکس ہوتا ہے۔ شہری کثافتوں کے ذکر طویل کے بعد دیہاتی فضا اور سبزہ کی خیال انگیز محویت اور منظر کی کیفیت کیسی دلکش بہار رکھتی ہے۔ وادی میں ایک گاؤں آباد ہے جس کا نصف سے زیادہ حصہ عظیم الشان درختوں کے سایہ میں چھپا رہتا ہے۔ ان درختوں کی سبز ٹہنیاں گھروں کی چھتوں کے اوپر تک پھیلتی ہیں۔ آب مصفا کی ایک خوشنما ندی اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی گاؤں کے پاس بہہ کر گذرتی ہے اور ایک پرانی پن چکی کو چلاتی ہوئی گاؤں کے چوبی پل کے نیچے سے گذر کر جو بعد انگریز دیہاتی منظر کی سادگی کے عین مطابق ہے۔ گرجا کا طواف کر کے شاداب سرسبز میدانوں میں بہتی ہوئی پارہ کی لکیر کی طرح بہت دور افق میں غائب ہو جاتی ہے۔ اس گاؤں کا فرضی نام وڈبیچ ہے کیونکہ اصلی کو بوجوہ ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔

گاؤں سے قریباً پاؤ میل کے فاصلہ پر کھلے میدان کے وسط میں ایک گرجا ہے جس کے

چاروں طرف ہستی انسانی کی آخری یادگار قبریں بنی ہوئی ہیں۔ بعض پرانی جن کی ساخت بھدی اور عجیب ہے۔ بعض جدید جن کے مکین تھوڑا عرصہ پیشتر سفر عدم پر روانہ ہوئے تھے۔ اور دم لینے کو یہاں ٹھیرے ہوئے ہیں۔ گرجا کے پاس آکر ندی میں ایک فوری خم آگیا ہے۔ جس سے وہ اس کے دو طرف ہو کر بہتی ہے۔ اور قبرستان کے دو پہلو اس کے کنارہ تک پہنچتے ہیں پاس ہی یہاں کے پادری کا مکان واقع ہے۔ سرخ اینٹوں کا بنا ہوا اور اسامنے ایک چوبی ڈیوڑھی کی دیواروں پر یاسمن کی بیلیں آویزاں ہیں۔ عمارت سے ملحق ایک چھوٹا سا باغیچہ اور قریب ہی ایک شکستہ حال جھونپڑی ہے جس میں اس وقت جب کا حال ہم بیان کر رہے ہیں۔ ایک بہت بڈھا آدمی رہا کرتا تھا۔ اس کا پورا نام جو نیتھن کارنابی تھا۔ مگر دیہات کے لوگ زیادہ تر جونیتھن کر کے ہی بلاتے تھے۔ اس کی عمر ساٹھ ستر سال کے قریب تھی۔ اور گذشتہ تیس برس سے وہ اس گرجا کے محرر۔ گورکن اور گھڑیالی کے مشترکہ فرائض انجام دیتا تھا۔ اس سے پہلے اس کا باپ اور اس سے بھی پہلے اس کا دادا ان تمام عہدوں پر مامور رہ چکا تھا۔ اس لئے بڈھے جونیتھن کی مصروفیت محض ایک خاندانی اور روایتی تقلید کا درجہ رکھتی تھی۔ جب تک اس کا باپ زندہ تھا۔ گورکن کے فرائض جونیتھن ہی انجام دیتا۔ اور گویا رہروان عدم کے مراسم سفر کا سب حال اسے بچپن ہی سے معلوم تھا۔ ممکن ہے ہستی انسانی کے حسرت خیز انجام کے نظارہ پیہم نے اسے دنیاوی راحت و آرام سے دل برداشتہ کر دیا ہو۔ یا اسکی وجہ کچھ اور ہو۔ بہر حال یہ امر واقعہ ہے کہ بڈھے کارنابی نے عمر بھر شادی نہیں کی۔ نہ اہل دنیا سے اختلاط پسند کیا۔ اور گاؤں کے شرابخانہ گرین ڈریگن میں تو کسی نے شاذ حالتوں میں اسے بیٹھا ہوا دیکھا ہوگا۔ منہ پر لوگ اسے مسٹر کارنابی کہا کرتے تھے۔ مگر پشت پر ہر شخص بڈھا جونیتھن ہی کہتا تھا۔ دیہات میں اس کی نسبت کئی طرح کی کہانیاں مشہور تھیں جن میں سے ایک اس کے بخل و زر پرستی کے متعلق تھی۔ چنانچہ کسی دن بہت رات گئے اس کی جھونپڑی میں شمع کی روشنی جھلملاتی نظر آئے۔ تو لوگ یہی کہتے تھے۔ کہ بیٹھا ہوا خزانہ گن رہا ہے۔ مگر بعض کا یہ بھی خیال تھا۔ کہ اسے مطالعہ کا شوق ہے جس کی تصدیق اس طرح ہوتی تھی۔ کہ وہ پادری صاحب کے کتب خانہ سے اکثر اوقات کتابیں مستعار لے جاتا تھا۔ مگر اس کی شب بیداری کا صحیح باعث کچھ بھی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ بڈھا جونیتھن عجیب وہمی طبیعت کا آدمی تھا۔ شب و روز کی تنہائی اور قبرستان کی ہمسائیگی سے احساسات اس درجہ کند ہو چکے تھے۔ کہ اسے گورکن کے فرائض دن رات میں کسی وقت بجا لانے میں عذر نہ تھا۔ یہاں تک

کہ بعض اوقات جب خلق خدا آرام کی نیند سوتی تھی۔ وہ تن تنہا قبرستان کا گشت کیا کرتا تھا۔ جس سے لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ موت اور اس کے متعلقات سے اس کا ہراس بالکل مٹ چکا ہے۔ یا ساری عمر مُردوں کی صحبت میں رہنے سے ان سے کچھ اُنس ہو گیا ہے۔ ہر چند شکل و صورت سے ترش روئی اور سرد مہری ظاہر ہوتی تھی۔ پھر بھی مجموعی طور پر وہ ایک مہذب اور متین آدمی نظر آتا تھا قد لمبا، جسم لاغر اور بدن تیر کی طرح سیدھا جس سے پایا جاتا تھا۔ کہ اثرات زمانہ اسکی ذات میں بالکل بے اثر رہے ہیں۔ اس بڑھاپے میں بھی وہ مضبوط پھرتیلا اور مستعد آدمی تھا۔ اور کوئی اس کے کام سے اس کی عمر کا صحیح اندازہ نہ کر سکتا تھا۔ یہ کیفیت وڈبرج کے گرجا کے محرر اور گورکن مسٹر جینکنز کا زمانی کی تھی۔ جو بالاختصار اوپر بیان کی گئی ہے۔

راجماری اندرا کے بنگلہ میں جس رات سانپ کا واقعہ پیش آیا ہے۔ اسی شب کو بارہ بجے کے قریب ایک آدمی جس نے بھدا لباس پہنا ہوا تھا۔ ہاتھ میں ایک موٹا سا ڈنڈا لئے ان کھیتوں اور مرغزاروں کو طے کر رہا تھا۔ جو ندی کے پاس پاس واقع تھے۔ چاندنی رات نکھری ہوئی اور اسقدر روشن تھی۔ کہ اس کی مدد سے مونسد چھاپہ آسانی سے پڑھا جا سکتا تھا۔ صرف دریا کے دونو کناروں پر ہلکے سپید بخارات کی دھند نظر آتی تھی۔ اس کے سوا منظر نہایت صاف تھا۔ شخص مذکور جس آہستگی سے چلتا تھا۔ اس سے یہ جاننا دشوار نہ تھا۔ کہ یا تو مریض ہے یا بہت فاصلہ پیدل طے کر کے آیا ہے۔ پھر بھی وہ ڈنڈے کے سہارے نہیں چلتا تھا۔ یہ زیادہ تر اس کی بغل میں ہی دبا رہتا تھا۔ مگر کبھی کبھی جب وہ اُسے ہاتھ میں لے کر زور سے ہلانے لگتا۔ تو معلوم ہوتا تھا۔ یا تو جنگجو طبیعت کا آدمی ہے۔ یا یہ جتانا چاہتا ہے۔ کہ کوئی میرا رستہ روکنے کی کوشش کرے۔ تو میں اس ڈنڈے سے فوراً اس کا مغز پاش پاش کر دوں گا۔ ہمارے خیال میں اگر اس کے خیالات کا پتہ چل سکے۔ تو معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ کون ہے اور کن حالات میں سفر کر رہا ہے۔

دیکھیے وہ اپنے آپ سے کہہ رہا ہے۔ "بخدا مجھ ایسے شریف آدمی کو اتنی مشکلات کا کبھی سامنا نہ ہوا تھا۔ اس بات کی تو بے شک خوشی ہے۔ کہ بس اس پتھر کی خوفناک چار دیواری سے بچ کر نکل آیا۔ اور آتے ہوئے پہرہ دار کے سر پر ایک کاری ضرب بھی لگا دی۔ مگر اس واقعہ کو چار دن گزر گئے۔ اور اس عرصہ میں میں نے قریباً ایک سو میل کا فاصلہ طے کر لیا۔ وہ بھی کس طرح؟ جیسے بھوکا مریل کتا دوسرے کتوں سے بچ بچ کر چلتا ہے۔ ہر قدم پر اس بات کا خوف۔ کہ اب بھی کسی نے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ بیٹا بارے کہاں جا رہے ہو؟ مگر کچھ بھی ہو۔ اس پتھر کی قبر سے تو یہ

آزادی لاکھ درجے بہتر ہے۔ لورپول کے جیل میں ہر وقت اس خوف سے خون خشک ہوتے رہتا کہ
نہیں معلوم کب پھانسی پر لٹکنا پڑے گا۔ اس سے کسی جھاڑی کے نیچے یا کھلیان کے فرش پر سونا ہزار درجہ
بہتر ہے۔ خطرہ اس میں بھی ہے۔ کہ ایسا نہ ہو کوئی آوارہ گردی کے الزام میں دھر لے۔ پھر بھی اس
سے یہ حالت بہت اچھی ہے۔ پر اس وقت گرما گرم کھانا اور شراب کی ایک ٹھلیا مل جائے تو
کیا کہنے! چار دن چار راتیں گذر گئیں لوگوں سے بھیک مانگ مانگ کر پیٹ بھرتا ہوں۔ اور یہ
بھی بڑی مشکل سے۔ کیونکہ جس گھر میں سوال کرنے جاؤ۔ اس کے رہنے والے صورت سے بیزار نظر آتے
ہیں کسی گھر میں اکیلی عورت ہو تو وہ تو مجھ سے اس طرح ڈرتی ہے جیسے آسیب سے۔ مگر بیٹا بار نے
اس بدصورتی میں فائدے بھی بہت ہیں۔ منہ لگتے حلیم اور خوش اخلاق آدمی کو بہت کم بھیک
ملتی ہے۔ مگر اینجانب کو ترس کھا کر نہیں تو ڈر کر ضرور کچھ دینا ہی پڑتا ہے۔ وہ تو کہئے یہ ملک ہی سخت
نکما ہے۔ ورنہ کیا چار دن کے عرصہ میں جب سے میں سفر کر رہا ہوں۔ کسی ایک مسافر سے بھی ملنا نہ
ہوتا؟ ہاں ایک کسان ملا تھا۔ مگر ظالم نے جھٹ پستول دکھا دیے۔ جس سے بھاگتے ہی بن پڑی
شرم کا مقام ہے۔ کہ ان دیہات میں لوگ سونے کی زنجیریں اور بٹوے لے کر سفر کرنے نہیں نکلتے
اور جو نکلتے بھی ہیں۔ تو پستول ساتھ لیکر۔۔۔"

اتنا کہہ کر مسٹر بار معروف بہ برکر نے (کیونکہ پراسرار مسافر وہی تھا) اپنے مضبوط ڈنڈے کو
زور سے ہلایا۔ گویا ان لوگوں پر وار کرنا چاہتا ہے جن کا اسے بے سود انتظار تھا۔ چلتے چلتے گاؤں
کے پاس پہنچا۔ تو درختوں کی جھکی ہوئی شاخوں کے اندر مکانوں کی سپید چھتیں نظر آنے لگیں۔ مگر
یہ نظارہ اس کے لئے چنداں باعث تسکین نہ تھا۔ کیونکہ جیب میں ایک پینی تک موجود نہیں۔ پھر
صورت خوفناک۔ کپڑے بوسیدہ اور کثیف بھلا کیونکر امید ہو سکتی تھی۔ کہ گاؤں کا کوئی باشندہ
یا سرائے دار آدھی رات کو مکان کھول کر اسکے داخلہ پر آمادہ ہو گا۔ اس پر یہ اندیشہ مستزاد کہ
جیل خانہ کے منتظم ہر شہر و دیار میں میری تلاش میں ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ اس کا فرار بہت عرصہ
پوشیدہ نہ رہ سکتا تھا۔ پس جیسے ہی حکام کو اس کا علم ہوا انعامی اشتہارات شائع ہونا اور
اخباروں میں مضمون لکھے جانا قدرتی تھا۔ غرض برکر کو اس کا یقین ہو چکا تھا۔ کہ میری دوبارہ گرفتاری
کے لئے ضرور کوشش ہو رہی ہے جس سے غریب کی نازک حالت اور پریشانی کا بآسانی اندازہ
کیا جا سکتا ہے۔

برکر کی سابقہ گرفتاری کا حال اس سے پہلے درج ہو چکا ہے۔ جب وہ کپتان سٹائلے

اور لارڈ چارلس ہیریڈتھ کی مشترکہ کوششوں سے لندن کے ایک ادنے قحبہ خانہ سے پکڑا گیا تھا۔ اس کے بعد جیسا ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا۔ حکام نے اسے لورپول کی حوالات میں منتقل کر دیا۔ کیونکہ مسٹر بالرڈ کے قتل کی واردات وہیں ہوئی تھی۔ اور اسی شہر میں مسز ویبر کے ساتھ اس پر مقدمہ چلنا تھا۔ کسی طرح موقعہ پاکر وہ جیل سے فرار ہو گیا تھے کہ اب اسے ہم بے یار و مددگار اس حالت میں آوارہ گردی کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ کہ نہ جیب میں پیسہ ہے۔ نہ پیٹ میں کھانا۔ اور نہ رات بسر کرنے کا کوئی [illegible] ٹھکانہ ہی نظر آتا ہے۔

بہرحال وہ اس امید پر گاؤں کی طرف چلتا گیا۔ کہ ممکن ہے کوئی غیر معمولی واقعہ میری ضرورتوں کو پورا کرنے کا موجب بن جائے۔ ورنہ یہ تو ہوگا ہی کہ کسی کھلیان یا جھونپڑی میں تھکے ہوئے اعضا کو آرام دینے کی صورت پیدا ہو جائیگی۔ چلتا چلتا گرجا کے پھاٹک کے پاس پہنچا۔ اور وہاں ذرا سستانے کے لئے بیٹھ گیا۔ یہاں بیٹھے ہوئے اس کو گرجا کی دیوار کے زیریں حصہ میں ایک تنگ کھڑکی یا شگاف کے اندر روشنی جھلملاتی نظر آئی۔ ناظرین جانتے ہیں کہ وہ توہمات کا قائل نہ تھا پھر بھی اس کے دل میں یہ معلوم کرنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ کہ یہ بے وقت روشنی کیسی ہے۔ کھڑکی گرجا کی عام سطح سے نیچی تھی۔ مگر باہر کی طرف آس پاس کی زمین کھود کر ڈھلوان کر دی گئی تھی۔ اس دریچہ کی راہ سے گرجا کے حصہ زیریں میں روشنی نہ سہی ہوا ضرور پہنچ سکے۔ برکر جھٹ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور بے خوفی سے تیز چلتا کھڑکی کے پاس گیا۔ جھک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ کھڑکی میں لوہے کی جالی لگی ہوئی ہے۔ شیشہ وغیرہ کچھ نہیں۔ جالی کی راہ سے تہ خانہ کا اندرونی حصہ اچھی طرح نظر آتا تھا۔ اور برکر نے دیکھا کہ تہ خانہ کے وسط میں ایک چھوٹا اور مضبوط ستون محرابی چھت کے سہارے کے لئے بنا ہوا ہے۔ اسی چھت پر گرجا کا فرش تھا۔ تہ خانہ میں کئی تابوت اِدھر اُدھر رکھے ہوئے تھے۔ اور ایک بڑی لالٹین دیوار کی آہنی میخ سے لٹک رہی تھی۔ ستون کے پاس ایک بڈھا آدمی پتھر کے کندے پر بیٹھا تھا۔ لباس معمولی اور پاس ہی فرش زمین پر اس قسم کے آلات تھے جن سے غالباً اس پتھر کے تراشنے کا کام لیا جاتا تھا۔ جو دروازہ پر رکھا رہتا تھا۔ بڈھا آدمی جیتمن کارنابی کے سوا کوئی اور نہ تھا۔ اور گو برکر کے کھڑکی کے آگے کھڑے ہونے سے چاند کی روشنی جو اس راہ سے داخل ہوتی تھی رک گئی۔ تاہم جوئیتمن نے۔ جس کی نگاہ لالٹین کی روشنی کی عادی ہو گئی تھی۔ اس بات کو محسوس نہیں کیا۔ وہیں پتھر کے کندہ پر بیٹھا ہوا آہستہ آہستہ سر گھما کر کبھی ایک کبھی دوسرے تابوت کو دیکھنے لگتا تھا۔ یکایک اپنے ہی دل سے مخاطب

ہو کر۔ مگر اتنی بلند آواز سے جو برکر کے کانوں تک پہنچ گئی۔ اس نے کہا "جگہ اب بھی بہت ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے اس کا کونسا حصہ کام میں لایا جائے۔"

تابوت جو اس تہ خانہ میں رکھے ہوئے تھے۔ اور جن کی طرف بڈھا جونیمفن رہ رہ کر دیکھ رہا تھا۔ ان کی صورت کچھ دینی تھی۔ کہ انہیں مختلف اوقات میں تہ خانہ میں رکھا گیا ہے۔ غالباً ہر ایک میں ایک لاش بند تھی۔ مگر جیسا بیان کیا گیا ہے۔ ان کی ظاہری صورت سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ بعض پرانے ہیں اور بعض نئے۔ ان میں سے کچھ اسقدر شکستہ تھے۔ کہ شائد انہیں ذرا سی حرکت بھی دی جاتی۔ تو ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ کچھ بہتر حالت میں تھے۔ کچھ نئے معلوم ہوتے تھے۔ اور دو یا تین تو ایسے تھے کہ معلوم ہوتا تھا انہیں چند ہی سال پیشتر اس تہ خانہ میں جو کبھی بیرخاندان کا قبرستان تھا رکھا گیا ہے۔

اتنے میں بڈھے جونیمفن نے پھر ایک بار دل سے کہنا شروع کیا "عجیب بات ہے کہ میں اب تک فیصلہ نہیں کر سکا۔ کل والا تابوت کہاں رکھا جائے گا۔ میرا خیال ہے اس بڑھاپے میں عقل اتنی تیز نہیں رہی جیسی پہلے ہوا کرتی تھی۔ اور یہ تو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اب مجھے بیس سال پہلے کی نسبت قبر کھودنے میں دوگنا وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔ مگر یہ سب بڑھاپے کا قصور ہے۔ میرے خیال میں اب وقت آگیا ہے جب سوچنا چاہئے کہ میری قبر کون کھودے گا؟ کم از کم میرے بعد گورکن اور محرر کا کام ایک ہی آدمی کے سپرد نہ ہوگا۔ کیونکہ آئندہ ان کاموں کو جدا کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ مگر بعد کا حال خدا جانے۔ بڑھاپے نے خود مجھ کو نکما کر دیا ہے۔ اس لئے لازم ہے اپنے لئے کسی نائب کا بندوبست کروں۔ گاؤں چھوٹا ہے۔ مگر لوگ بڑی تعداد میں مرنے لگے ہیں۔ شائد اس لئے کہ یہاں بڈھوں کی افراط ہے۔ نہیں معلوم انہوں نے آپس میں عہد کر لیا تھا۔ کہ مساوی عمر حاصل کر کے ایک ہی بار مرنا شروع کر دینگے۔ ورنہ اور کیا وجہ ہوگی۔ خیر کچھ بھی ہو۔ مجھے اپنے لئے نائب کا انتظام کئے بغیر چارہ نہیں"

اس نتیجہ پر پہنچکر جونیمفن کارنابی نے ایک بڑی سی شیشی آہستہ آہستہ جیب سے نکالی۔ یہ شراب سے پر تھی۔ برکر نے جو اب تک کھڑکی کے ساتھ لگا کھڑا تھا۔ بڈھے کو شیشی منہ سے لگا کر ایک لمبا گھونٹ پیتے اور اسے پھر جیب میں رکھتے دیکھا۔ تو بے اختیار منہ سے آہ سرد نکل گئی۔

"بس تو فیصلہ یہ ہے کسی نائب کا بہت جلد بندوبست کیا جائے" جونیمفن نے بدستور اپنے دل سے باتیں کرتے ہوئے کہا "پر ایک مشکل اس میں بھی آپڑی ہے: نائب رکھنے کا فیصلہ کرنا

آسان مگر انتظام کرنا بہت مشکل ہے۔ اس میں شک نہیں دو برج میں ہٹے کٹے نوجوانوں کی کمی نہیں۔ مگر ان میں ایک بھی تو ایسا نظر نہیں آتا۔ جو میرے کارآمد ہو۔ سب کے سب نکمے اور بدمعاش ہیں۔ استغفراللہ یہ میں نے گرجا میں بیٹھ کر کیا کہہ دیا! ... مگر ذکر نائب کا تھا۔ آخر اسے کہاں تلاش کیا جائے؟"

وہ پھر چپ ہو گیا۔ اور وہی شیشی دوبارہ جیب سے نکال کر بظاہر عقل رسا کو تیز کرنے کے لئے منہ سے لگالی۔ اس عرصہ میں برکر بدستور کھڑکی سے منہ لگائے کھڑا تھا۔ دو باتوں سے اس کو خاص دلچسپی تھی۔ ایک یہ کہ بڈھے گورکن کو نائب کی ضرورت ہے۔ اور کسی طرح یہ عہدہ مجھے مل جائے تو پھر پانچوں گھی میں ہیں۔ کھانے کو روٹی سونے کو بستر اور اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ اس کے بعد جیل کے آدمی مجھے کہیں تلاش کرتے پھریں۔ بہرحال مجھے اس ویرانہ میں ڈھونڈنے نہ آئیں گے پس یہ جائے پناہ بہت عمدہ ثابت ہو گی۔ پہلے اس کا ارادہ سفر جاری رکھتے ہوئے سکاٹلینڈ کے غیر آباد علاقوں کی طرف نکل جانے کا تھا۔ مگر چار دن کی مسافت میں جن مشکلات کا سامنا ہوا ان کے بعد آگے قدم اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ لورپول کا قرب بے شک خطرناک تھا۔ پھر بھی آوارہ گردی کی مصیبت سے یہ محفوظ زندگی ہر طرح قابل ترجیح تھی۔ پس نہ خانہ کی کھڑکی کے ساتھ لگ کر اس نے بڈھے گورکن کو نائب کی ضرورت ظاہر کرتے سنا۔ تو فوراً یہ کام منظور کرنے کو آمادہ ہو گیا۔ یہ پہلی بات تھی جو اس کی دلچسپی کا موجب ہوئی۔ اس کے دوسرے درجہ پر بڈھے جونیتھن کی برانڈی کی بوتل اس کے لئے خاص کشش رکھتی تھی۔ وہ اس کے چند گھونٹ پینے کو بیتاب تھا مگر سوال یہ پیدا ہوا کہ بڈھے سے بات چیت کی صورت کیا ہو۔ اسی فکر میں تھا کہ جونیتھن کا زبانی نے پھر کہنا شروع کیا۔

"بس اب اس کے بغیر چارہ نہیں کہ کسی نائب کا بہت جلد انتظام کیا جائے۔ مگر آدمی ایسا ہو کہ ہر کام میں میری اطاعت کو فرض سمجھے۔ کسی کام میں سوال نہ پوچھے اور اچھی قبریں کھودنے اور ان نہ خانوں کی حفاظت کا کام اسی تندہی سے کرے۔ جس طرح میں کرتا ہوں۔ آخر ایسا آدمی کہاں مل سکتا ہے؟"

"یہاں" برکر نے کھڑکی کے پاس کھڑے کھڑے باہر سے جواب دیا۔ کیونکہ اپنے تعارف کی اسے اس سے بہتر کوئی صورت نظر نہ آئی۔

بڈھا گورکن یہ آواز سن کر چونک گیا۔ اور غالباً اس کی عمر میں یہ پہلا موقعہ تھا۔ کہ اس کے دل کو خطرہ کا احساس ہوا۔ مگر جلدی اوسان بحال کر کے اس نے اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کیا۔ پہلے خیال

ہوا شاید کانوں کو دھوکا ہوا ہے۔ مگر ناگاہ اس کی آنکھ کھڑکی کی طرف گئی۔ اور اس نے دیکھا۔ کسی انسان کی صورت چاند کی روشنی میں حائل ہے۔ تو سمجھا۔ کوئی دیہاتی مسخرا ہے۔ جو رستہ چلتے چلتے مذاق کرنے کو ٹھہر گیا ہے۔

"جا بھائی جا اپنا کام کر" جونیتھن نے اس سے کہا۔ "شراب خانہ بند نہیں ہوا۔ تو وہاں جا۔ ورنہ گھر جا کر آرام کر اور خدا تیرے حال پر رحم کرے۔"

"حضرت میں نے شراب خانہ کا نام پہلی بار آپ کے منہ سے سنا ہے۔" برکر نے وہیں کھڑے کھڑے جواب دیا۔ "رہ گیا آرام تو جہاں میں نے آخری بار آرام کیا۔ وہ جگہ۔۔۔ پر خیر اس ذکر سے کیا حاصل" کیونکہ اسے خیال آیا جیل خانہ اور پول کی تنگ لوہے کی چارپائی اور کھردرے کمبل کا ذکر کرنے سے چپ رہنا بہتر ہے۔ میں فوراً بات بدل کر کہنے لگا۔ "در اصل میں اس گاؤں کا رہنے والا نہیں گو شرافت میں یہاں والوں سے کم بھی نہیں ہوں۔"

"تو پھر تمہارا وطن کونسا ہے؟" جونیتھن نے پوچھا۔

"جناب ان دنوں میرا وطن ہر جگہ ہے اور کہیں بھی نہیں۔" برکر نے جواب دیا۔ "یہ اس لئے کہ بیکار ہوں اور کہیں بھی خاص قیام نہیں ہے۔" یہ جواب ایک حد تک صحیح تھا۔ کیونکہ اصل پیشہ گرفتاری کے بعد سے چھوٹ چکا تھا۔ "آج کل آوارہ گردی میرا شعار ہے۔ گرجا کے پاس سے گذر رہا تھا۔ کہ کھڑکی میں روشنی دیکھ کر ٹھہر گیا۔ اور چونکہ بھوتوں کا قائل نہ کبھی پہلے تھا نہ اب ہوں۔ اس لئے دیکھنے چلا آیا۔ دیکھا تو آپ نظر آئے۔۔۔"

"کیا سچ مچ تم بھوتوں سے نہیں ڈرتے؟" بڈھے جونیتھن نے اس بیان میں خاص دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"جی بالکل نہیں۔" برکر نے جواب دیا۔ "مردہ روحوں کی نسبت تو میں زندہ آدمیوں سے زیادہ ڈرتا ہوں۔ کیونکہ اس ناپاک دنیا میں بہت لوگ ایسے ہیں جو مجھ ایسے معصوم اور مرنجاں مرنج آدمیوں کے درپے آزار رہتے ہیں۔"

"کوئی خدا ترس پابند مذہب آدمی معلوم ہوتے ہو۔" جونیتھن کا زبانی نے کہا۔

"بس بس۔ آپ نے خوب سمجھا۔" برکر نے جلدی سے جواب دیا۔ "میری عادت ہے کہ نمود و نمائش کو پسند نہیں کرتا۔ جو کام میرے سپرد کیا جائے اُسے کوئی سوال پوچھے بغیر کرنے لگتا ہوں۔"

"مگر تم باشندے کہاں کے ہو؟" جونیتھن نے پوچھا۔

"جی ہاں بہت دور موضع گولر کا رہنے والا ہوں۔" برکر نے جواب دیا جس سے معاملہ واضح ہونے کی بجائے مبہم ہی رہا۔

"مگر یہ تو معلوم ہو یہ موضع گولر کس علاقہ میں آباد ہے؟" جونیتھن نے باصرار پوچھا۔ کیونکہ وہ ساری عمر دیہات میں رہنے کی وجہ سے گو ایک حد تک سادہ مزاج تھا۔ پھر بھی اپنے سوالوں کا مفصل جواب حاصل کرنے پر ہمیشہ زور دیا کرتا تھا۔

"لنکن شائر میں" برکر نے فوراً جواب دیا۔ "جیسا میں نے کہا ہے۔ ان دنوں بالکل بے کار ہوں کچھ عرصہ کانسٹبل کا رنگسنز کے ہاں کام کیا تھا۔ شاید اس کا نام آپ نے سنا ہو گا؟"

"کہہ نہیں سکتا۔" بڈھے نے جواب دیا۔ "سنا ہے نواب یاد نہیں۔ مگر یہاں کھڑے رہنے کی بجائے تم گرجا کی راہ سے اندر چلے آؤ۔ تو مفصل بات چیت ہو جائے۔ دائیں ہاتھ چلو تو ایک چھوٹا سا دروازہ آئے گا۔ اس میں داخل ہونے پر اس جگہ کی روشنی دکھائی دے گی۔ اس کی سیدھ پہ چلے آنا۔"

جونیتھن کارتابی کے خیال میں اس سنجیدہ گفتگو کے لئے تہ خانہ سب سے موزوں مقام تھا اور برکر کو اس کی پرواہی نہ تھی۔ کہ حصول مدعا کے لئے کہاں جانا پڑتا ہے۔ پس کارتابی کی ہدایت کے مطابق وہ دروازہ کی طرف گیا۔ اور اس کی راہ سے گرجا میں داخل ہوا تو تہ خانہ کی روشنی اسی طرح جھلملاتی نظر آئی۔ جیسے اندھیری رات میں سنسان قبرستانوں کے اندر کبھی کبھی دکھائی دیتی ہے مگر چاند کی کرنیں پوری تیزی کے ساتھ کھڑکیوں کی راہ سے گرجا میں داخل ہو رہی تھیں۔ اور ان کے اُجالے میں سیاہ لکڑی کی نشستیں۔ بھاری ستونوں کے پاس بنا ہوا معبد۔ اور تین چار سنگی مجسمے جو ان بہادروں کی یادگار تھے جنہیں انتقال کئے بہت مدت گذر چکی تھی۔ اور جن کی لاشیں اسی گرجا کے قبرستان میں دفن تھیں۔ صاف نظر آتے تھے۔ گرجا بہت پرانا تھا۔ اور چونکہ کسی زمانہ میں اس کے پاس ایک قلعہ واقع تھا۔ اس لئے ایسی یادگاروں کی موجودگی باعث حیرت نہ تھی۔ ہر طرف گہری خاموشی جس میں برکر کے میخدار بوٹوں کی آواز عجیب اثر ہیبت پیدا کر رہی تھی۔ کوئی اور ہوتا تو ایسے موقعہ پر ضرور آہستہ قدم اٹھاتا۔ مگر برکر کی فطرت ان کمزوریوں سے بالاتر تھی بڑی لاپروائی سے چلتا تہ خانہ کے دروازہ کی طرف گیا۔ رات کے سناٹے میں اس کے بھاری بوٹوں کے چرچرانے سے ان لوگوں کی کراہٹ کا گمان ہوتا تھا جنہیں دار فانی سے رخصت ہوئے بہت عرصہ گذر چکا تھا۔ اور جن کی لاشیں گرجا کے اطراف میں جا بجا دفن تھیں۔

تہ خانے کے دروازے پر پہنچ کر برکر نے دیکھا کہ نیچے اُترنے کے لئے ایک سنگی زینہ بنا ہوا ہے وہ پورے اطمینان سے اس پر چلتا نیچے اُترا۔ اور جس جگہ جونیھن کا نابی پتھر کے ٹکڑے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پاس ہی ایک تابوت پر بیٹھ گیا۔ بڈھا اس بے حرمتی سے چونک گیا۔ مگر برکر نے سمجھا میری مکروہ صورت کو پاس سے دیکھ کر ڈرا ہے۔ کہنے لگا "صاحب اس میں شک نہیں میں کچھ ایسا قبول صورت نہیں ہوں۔ مگر دیکھنے والے انسان کی صورت نہیں، سیرت کو دیکھا کرتے ہیں۔ آپ مجھے کیسا بھی مشکل کام سپرد کریں پوری تن دہی سے کروں گا۔ اور پھر میرا اخلاق اتنا بلند ہے کہ آپ کتنی تحقیقات کریں۔ میرے خلاف ایک برائی ثابت نہ کر سکیں گے۔"

"سنو بھائی" بڈھے گورکن نے متانت سے جواب دیا "میں تمہاری صورت دیکھ کر نہیں چونکا تھا ... صرف ذرا اس تابوت کو چھوڑ کر زینہ پر بیٹھ جاؤ۔ تو اچھا ہو۔"

"بے شک۔ کیوں نہیں۔" برکر نے فوراً عمل کرتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی برانڈی کی بوتل پکڑ کر نمایاں طور پر کانپنے لگا۔

زینہ پر بیٹھ کر اس نے کہا "موسم کے لحاظ سے آج کی رات غیر معمولی سرد ہے۔"

"لو اسے پی کر گرم ہو جاؤ۔" جونیھن نے شراب کی شیشی پیش کرتے ہوئے کہا۔

"لائیے میں آپ کی صحت۔ دراز عمر اور خوشی کی زندگی کا جام پیتا ہوں۔" اور یہ کہہ کر برکر نے شیشی کو منہ سے لگا کر اس کا بڑا حصہ ایک ہی گھونٹ میں ختم کر دیا۔

"کیا کہا خوشی کی زندگی!" بڈھے جونیھن نے انداز حیرت سے پوچھا "تعجب ہے تم اتنا نہیں سوچتے کہ جس کی زندگی ہمیشہ مردوں میں بسر ہوتی ہو۔ اور جو تہ خانوں اور قبروں کے پاس رہنے کا عادی ہو۔ اس کے لئے خوشی کا وجود کیا ہے۔ لیکن خیر ذکر یہ تھا کہ مجھے ایک نائب کی ضرورت ہے۔ اور تم اس فرض کو اپنے ذمہ لینے کو تیار ہو۔"

"ہاں شوق سے۔" برکر نے جواب دیا "مگر یہ تو بتائیے اتنی رات گئے یہاں بیٹھنے کی کیا حاجت تھی؟ یہ میں اس لئے نہیں کہتا کہ میرے نزدیک آدھی رات کو ایسے مقام پر بیٹھنا قابل اعتراض ہے۔ بالکل نہیں۔ بلکہ میں تو ہمیشہ سے غیر معمولی باتوں کا شائق رہا ہوں ..."

"معاملہ یہ ہے" بڈھے جونیھن نے سنجیدگی سے کہنا شروع کیا "یہ تہ خانہ قدیم سے فیدرسٹون ہال کے خاندان فیدرسٹون کی ملکیت چلا آتا ہے۔ خاندان بہت قدیم ہے۔ اور اس تہ خانہ میں جتنے بھی تابوت موجود ہیں۔ سب اسی خاندان کے آدمیوں کے ہیں۔ چند دن گذرے اسی قبیلہ کے ایک

ہونہار نوجوان کا انتقال ہو گیا۔ اور کل اسے دفن کیا جائے گا۔ صبح چونکہ گرجا میں شادی ہوئی تھی۔ اس لئے رات سے پہلے تہ خانہ کا دروازہ کھولنے کو جی نہ چاہا۔۔۔"

"مگر یہ کام اکیلے آپ نے نہ کیا ہوگا؟" برک نے جلدی سے پوچھا۔

"نہیں۔ میرے ساتھ ایک آدمی اور تھا۔" جونیتھن نے جواب دیا۔ "مگر وہ ڈھکنا اٹھاتے ہی اس جگہ کی بھیانک سیاہی دیکھ کر ایسا ڈرا کہ بیچھے بھاگ گیا۔ خود مجھے کبھی کسی طرح کا خوف نہیں ہوا پس میں یہ معلوم کرنے چلا آیا۔ کہ کل اس نوجوان کا تابوت کہاں رکھا جائے۔ بس رات کے وقت میرے یہاں آنے کی یہی وجہ تھی۔"

"سنئے جناب اگر میں آپ کا نائب ہوتا۔ تو بھاگنے کا کیا ذکر۔ قدم بہ قدم آپکے ساتھ آتا۔" برک نے جواب دیا۔ "اول تو مجھے کبھی اندھیرے سے خوف نہیں ہوا۔ اور جب سردی رفع کرنے کو برانڈی کی بوتل پاس ہو۔ پھر تو ایسے مقام پر بیٹھ کر گفتگو کرنے میں اور مزا آتا ہے۔"

جونیتھن کارنابی تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا۔ آخر اس بات کا فیصلہ کر کے کہ اس شخص کی خدمات جس نے ایک نہایت عجیب طریقہ پر درخواست پیش کی تھی۔ حاصل کر لینی چاہئیں۔ اس نے عہدہ مذکور کے فرائض اور تنخواہ کی تفصیل بیان کی۔ ساتھ ہی ترقی کی ترغیب کے طور پر کہا۔ کہ اگر اپنا کام تسلی بخش طریق پر کرتے رہو گے۔ تو میرے بعد گورکن کی آسامی بھی تمہیں کو ملیگی۔ برک نے سب شرطیں منظور کریں اور برانڈی کے ایک بہت لمبے گھونٹ سے اس معاہدہ کی تصدیق کی گئی۔

اس کام سے فارغ ہو کر جونیتھن نے کہا۔ "اب میرے دوست چونکہ تم بھوکے اور تھکے ہوئے ہو اس لئے میرے ساتھ مکان پر چلو۔ آج رات کے لئے کھانے اور آرام کا انتظام وہیں کیا جائیگا اور کل میں کسی غریب مگر عزت دار گھرانے میں تمہاری مستقل سکونت کا بندوبست کر دونگا۔"

"خدا کے لئے ایسا نہ کہئے۔" برک نے جلدی سے کہا۔ "مجھے ابھی سے آپکے ساتھ اتنی محبت ہو گئی ہے۔ کہ اپنے مکان میں اگر آپ ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی۔ اور پھٹا ہوا بستر بھی دے دیں گے تو میں اسی کو غنیمت سمجھوں گا۔ مجھے آپ کو چھوڑ کر کسی جگہ جانا پسند نہیں۔ آپ ہی کے پاس رہ کر ہر قسم کی خدمت کرتا رہوں گا۔"

"خیر اس کی بابت پھر دیکھا جائے گا۔" بڈھے گورکن نے کہا۔ "سردست میرے ساتھ ساتھ چلتے آؤ۔"

دونوں تہ خانہ سے نکل کر گرجا کے دروازہ کی راہ سے باہر آئے۔ جونیتھن نے تہ خانہ سے

شکل کر لالٹین بجھادی تھی۔ باہر آکر اس نے گرجا کا دروازہ ایک بڑی سی کنجی کی مدد سے بند کیا۔ اور اس کے بعد ایک تنگ راہ پر چلتا قبرستان کے بیچوں بیچ اپنی جھونپڑی کی طرف ہولیا۔ برکر اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا مگر بسا اوقات پگ ڈنڈی چھوڑ کر ادھر ادھر کی قبروں کو روندنے لگتا تھا۔ کانابی نے یہ حرکت دیکھی تو چلتے چلتے رک گیا۔

"دیکھو اس مقدس زمین پر ایسی بے دردی سے پاؤں نہ رکھو۔" اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا اول تو اس سے مرنے والوں کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ دوسرے کئی خاندان جن میں بعض غریب کنبے بھی شامل ہیں۔ اپنے رشتہ داروں کی قبروں کو اچھی حالت میں رکھوانے کے لئے کچھ نہ کچھ سالانہ ادا کرتے رہتے ہیں۔ گو سچ پوچھو تو مجھے اس معاوضہ کی بہت زیادہ پروا نہیں ہے۔ کیونکہ" اس نے یکا یک ٹھیر کر ایک قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "سارے قبرستان میں یہ تربت سب سے اچھی حالت میں ہے۔ حالانکہ اس خدمت گذاری کا معاوضہ مجھے ایک پیسہ بھی نہیں ملتا۔"

جس قبر کی طرف اس نے اشارہ کیا۔ اس کے سرہانے پتھر کی لوح نظر آتی تھی۔ چاندنی کی روشنی میں برکر نے بغور دیکھا۔ بحیثیت مجموعی یہ قبر اچھی حالت میں تھی۔ چاروں طرف سبز اور ہموار گھاس اگی ہوئی اور گرداگرد خاردار جھاڑیاں اس خیال سے لگا دی گئی تھیں۔ کہ کوئی پامالی کی جرأت نہ کرے۔

"اس قبر کے متعلق ایک عجیب بات قابل ذکر ہے۔" کانابی نے وہیں کھڑے کھڑے کہا۔ "یعنی لوح مزار پر تاریخ انتقال کے سوا کچھ نہیں لکھا ہوا ہے۔ دیکھو اکتوبر سنہ ۱۸۳۰ء بس یہی حروف کندہ ہیں۔"

"کیوں مگر نام کیوں نہیں لکھا؟" برکر نے پوچھا۔

"اس لئے کہ غریب مرنے والی کا نام کسی کو معلوم ہی نہ تھا۔" جونیتھن نے جواب دیا۔ "کوئی اجنبی عورت تھی۔ جس نے دیوانگی کی حالت میں جان دی۔ ہمیشہ چپ چاپ اور خاموش رہا کرتی تھی۔ مگر سارا قصہ بہت دردناک ہے۔ پھر کسی وقت سناؤں گا۔"

یہ الفاظ بڈھے گورکن کے منہ سے نکلے ہی تھے۔ کہ سنسان رات میں یکایک ایک پر وحشت آواز سنائی دی۔ "کس نے دیوانگی کی حالت میں جان دی؟ کون چپ چاپ اور خاموش رہا کرتی تھی؟" ساتھ ہی ایک دیوانی عورت جو شکل و صورت سے بھی ویسی نظر آتی تھی۔ اس طرح سامنے نمودار ہوئی گویا فرش زمین سے یا کسی قبر کو شق کرکے باہر نکل آئی ہے۔ "میں پھر پوچھتی ہوں۔ وہ کون تھی جس نے

دیوانگی میں جان دی ؟ بے شبہ یہ دنیا مصیبت و تکلیف کا گھر ہے ۔ اس کے مظالم اچھے خاصے توانا و تندرست آدمی کو دیوانہ بنا دیتے ہیں ۔ خود میں نے کچھ کم مصیبتیں نہیں دیکھی ہیں ۔ ۔ ۔ "

"ایک عورت تو اس وقت یہاں کیا کر رہی ہے ؟ تو کون ہے اور کہاں سے آئی ہے ؟" بڈھے گورکن نے جلد جلد پوچھا ۔

"میں نہیں جانتی ۔ کہاں سے آئی ہوں" عورت نے مجذوبانہ لہجہ میں جواب دیا "۔ اسی طرح میرا کوئی مقام نہیں ۔ اور نہ میری شخصیت سے تمہیں کچھ واسطہ ہے ۔ البتہ میں جاننا چاہتی ہوں کہ تم کون ہو؟" اور یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی تیز آنکھیں بڈھے گورکن کے چہرہ پر گاڑ دیں ۔ برکر پہلے ہی خوف زدہ ہو کر چند قدم پیچھے ہٹ گیا تھا ۔ اس لئے اُسے اس نے نہیں دیکھا ۔

"میرا نام جونیتھن کارنابی ہے ۔" بڈھے نے غیر معمولی اہمیت سے جواب دیا "میں اس گرجا میں گورکن ۔ محرر اور گھڑیالی کا کام کرتا اور اس سامنے مکان میں رہتا ہوں ۔"

"میں نے سنا ابھی تم ایک غریب عورت کا ذکر کر رہے تھے ۔ جو دیوانی ہو کر مری تھی" مجذوب عورت نے کہا "۔ بے شک وہ دیوانی تھی اور میں اس کے متعلق چند سوال پوچھنا چاہتی ہوں ۔ مگر افسوس بات میرے ذہن سے نکلی جاتی ہے ۔ کسی واقعہ نے میرے دماغ میں اضطراب پیدا کر دیا ہے ۔ اب میں خیالات کو جمع نہیں کر سکتی ۔" یہ کہتے ہوئے اس نے ہاتھ سے پیشانی کو دبایا "۔ اب پھر کسی وقت پوچھوں گی ۔"

وہ تیز چلتی ہوئی ایک طرف کو ہو لی ۔ اور دیکھتے دیکھتے قبرستان کے پھاٹک کی راہ سے باہر نکل گئی ۔

"کوئی پگلی معلوم ہوتی ہے ۔" جونیتھن نے اس کے چلے جانے پر برکر سے کہا "جو کچھ کسی کی زبان سے سنتی ہے وہی کہنے لگتی ہے ۔ معلوم ہوتا ہے اسے کوئی بھاری صدمہ ہوا ہے ۔ مگر آؤ چلیں باتوں میں یہ خیال بالکل ذہن سے اُتر گیا ۔ کہ تمہیں خوراک اور آرام کی ضرورت ہے ۔"

اتنا کہہ کر بڈھا گورکن پھر اسی پگ ڈنڈی پر چلنے لگا ۔ اور برکر جو دیوانی عورت کی صورت دیکھ کر ڈر گیا تھا ۔ سہما ہوا چپ چاپ اس کے پیچھے ہو لیا ۔

باب - ۱۷

نامہ بر

ہم نے کرسچن اینسٹن کو ایڈ گر ہیورلے کی داستان سننے کے بعد اُسے اپنی واپسی کا انتظار کرنے کی تاکید کر کے حالات جوش میں رائل ہوٹل سے رخصت ہوتے چھوڑا تھا۔ دراصل ایک خاص مدعا اس کے پیش نظر تھا۔ کیونکہ ورنر ہوس میں مقید لارا سے خط وکتابت کے ذریعہ یہ معلوم کرنا اشد ضروری تھا۔ کہ اسکی اعانت یا فرار کی کونسی صورت ممکن ہے۔ اس مطلب کے لئے وہ اس بازیگر کی خدمات حاصل کرنا چاہتا تھا جس سے کچھ دن پیشتر بیرن ریگڈ بیک کے متعلق گفتگو ہوئی تھی۔ اور اب وہ اسی کی تلاش میں جا رہا تھا۔

مگر تھوڑی دور جا کر اس جدید ذریعہ امداد کی دریافت کا جوش مسرت کم ہوا تو خیال آیا آخر اس بازیگر کو تلاش کہاں کرنا چاہیئے۔ رات کے ۹ بجے اس کا سر بازار کرتب دکھلاتے نظر آنا صریحاً غیر ممکن تھا۔ ایک لمحہ کے لئے اس کی خوشی یاس وحسرت میں بدل گئی اور تیزی رفتار میں بھی فرق آ گیا رفتہ رفتہ وہ ایک جگہ کھڑا ہو کر سوچنے لگا۔ اور اسی حالت میں تھا کہ ایک آدمی تیز چلتا پاس سے گذرا جسے اس نے بغور دیکھا تو وہی بھوکا جرمن بیرن ریگڈ بیک نکلا! کرسچن دوڑ کر اس سے ملنا چاہتا تھا۔ کہ اتنے میں بیرن ریگڈ بیک اس کے دیکھتے دیکھتے ایک تنگ گلی میں نظروں سے غائب ہو گیا۔ اس نے بہت آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ مگر وہ کہیں نظر نہ آیا۔

دل نے کہا ضرور یہ باقیوں کے ساتھ رہتا ہوگا۔ پس ان کی سکونت غالباً اسی گلی میں ہوگی یہ سوچ کر وہ بھی اسی طرف کو ہولیا۔ عین اس وقت کئی عورتیں اور مرد ایک شراب خانہ سے نکلے۔ جن کے ہجوم سے کرسچن کو تھوڑی دیر رُک جانا پڑا۔ ان کی تعداد بہت زیادہ نہ تھی۔ پھر بھی ان کے جمع ہونے سے تھوڑی دیر کے لئے گلی کا تنگ رستہ بالکل رُک گیا۔ معلوم ہوا دو شرابی کسی بات پر لڑنے لگے تھے۔ اور یہ سب انکی کشتی کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ اس ہجوم میں کرسچن نے بیرن ریگڈ بیک کو بغور تلاش کیا مگر نظر نہ آیا۔ اس سے خیال پیدا ہوا۔ کہ وہ ان لوگوں کے شراب خانہ سے نکلنے سے پہلے ہی گلی سے گذر گیا ہے۔ جوں توں کر کے وہ اس ہجوم کو چیر کر آگے بڑھا۔ پھر بھی ایک دو منٹ کی دیر ہو گئی۔ اور آگے چل کر اس نے دھندلی روشنی میں پھر دیکھنا شروع کیا۔ مگر جرمن بازیگر کی صورت کہیں نظر نہ آئی۔ کوچہ بندی سے باہر جانیکا چونکہ کوئی اور رستہ نہیں تھا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ وہ

یہیں کسی مکان میں داخل ہو گیا ہے ایک مرد اپنے مکان کے دروازہ میں کھڑا ہوا۔ شرابی پہلوانوں کا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ کریچن نے پاس جاکر پوچھا "آپ کو معلوم ہے۔ وہ بازیگر جو دن میں راسگیٹ میں تماشہ کر رہے تھے۔ یہیں کہیں رہتے ہیں؟"

"جی ہاں وہ میرے ہی مکان میں ٹھیرے ہوئے ہیں۔" شخص مذکور نے جواب دیا۔ "لیکن اگر ان میں سے کسی نے کچھ شرارت کی ہے۔ تو میں درخواست کرتا ہوں۔ اس معاملہ میں زیادہ شور و شر پیدا نہ کیا جائے۔ آپ کی صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ شریف آدمی ہیں۔۔۔"

"خیر میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ کہ مجھے ان میں سے کسی کے خلاف وجہ شکایت نہیں ہے" کریچن نے جلدی سے کہا "میں صرف ان سے ملنا چاہتا ہوں"

"تو اندر تشریف لے آئیے" آدمی نے جواب دیا "سب بڑے اطمینان سے بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔ صرف وہ جرمن جوان کے ساتھ ہے۔ اسے میری گھروالی کا پکا ہوا کھانا پسند نہ تھا۔ اس لیے بازار سے کوئی چیز خریدنے گیا تھا۔ اور ابھی ابھی واپس آیا ہے"

"میں اس مہربانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مگر میرے خیال میں اندر جانے کی ضرورت نہیں" کریچن نے کہا۔ اور یہ اس لئے کہ سابق جرمن اہلکار حال بازیگر ہیرن ریگڈ ٹیک سے ملنا اسے پسند نہ تھا "خیر میں ان میں سے ایک کا حلیہ بیان کرتا ہوں۔ وہ اگر ان میں ہو۔ تو مہربانی سے ایک لفظ آہستہ سے اس کے کان میں کہہ دینا۔"

"بہت اچھا کہہ دونگا" مالک مکان نے جواب دیا "مگر دیکھئے تو کیسی مزے دار کشتی ہو رہی ہے۔ ایک طرف بل رف اینڈ ریڈی کنجرہ اور مقابلہ میں ٹام گلگنگ قصائی۔ کیسا جوڑ ہے!۔۔۔"

"لعنت بھیجو" کریچن نے جسے اس کشتی سے کچھ بھی دلچسپی نہ تھی قطع کلام کرتے ہوئے کہا "میں جس بازیگر کی صورت بیان کرتا ہوں۔ اس کے کان میں چپکے سے کہہ دینا۔ کہ جس نے سہ پہر کو تمہیں دو شلنگ دیئے تھے۔ وہ ایک ضروری معاملہ پر صرف دو حرفی بات کرنا چاہتا ہے۔"

مالک مکان پیغام رسانی کے لئے اندر گیا۔ اور کریچن وہیں دروازہ پر کھڑا ہو کر واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں مالک شرابخانہ کے بیچ بچاؤ سے شرابی پہلوانوں کی کشتی بھی ختم ہو گئی۔ اور وہ جو ذرا دیر پہلے دست آزمائی کر رہے تھے۔ اب ایک دوسرے سے ہاتھ ملانے لگے۔ تھوڑی دیر میں وہ ہجوم بھی جو تماشہ دیکھنے جمع ہو گیا تھا منتشر ہو گیا۔ اور اکثر آدمی پھر شراب خانہ میں واپس چلے گئے۔ اتنے میں مالک مکان اس بازیگر کو ساتھ لئے جسے کریچن نے طلب کیا تھا آ گیا۔ اب اس شخص نے

اونے قسم کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اور صورت بھی منحوس نظر آتی تھی۔ کریسچن کو دیکھ کر اس نے جھک کر سلام کیا۔ اور وہ اسے تھوڑی دور لیجاکر علیحدگی میں کہنے لگا "تمہیں میری بے وقت آمد پر تعجب ضرور ہوگا۔ لیکن مجھے ایک نہایت ضروری کام میں تمہاری مدد لینا تھا۔ میرا کام کر دو تو معقول معاوضہ دونگا۔"

بازی گر کو کب انکار تھا۔ فوراً آمادہ ہوگیا۔ کریسچن نے اُسے ضروری ہدایات دیں۔ اور ساتھ ہی تاکید کی۔ کہ سب کام بڑی دور اندیشی اور رازداری سے کرنا۔ بازی گر نے اس کا وعدہ کیا جس کے بعد دونو جدا ہوئے۔ چلتے وقت کریسچن نے کہا "صبح ہوٹل میں آکر مجھ سے رقعہ لے جانا۔"

اس کام سے نپٹ کر وہ پھر اپنے دوست ایڈگر بیورلے کے پاس گیا۔ اور اسے سارے انتظام سے واقف کیا۔ وہ سب حال سُن کر بہت خوش ہوا۔ اور کریسچن کی عنایات کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ بعد ازاں اس نے لارا کے نام ایک خط لکھا۔ کہ صبح بازی گر اسے لینے آئے تو تیار ہو۔ پھر دونوا پنے اپنے کمروں میں جاکر سو گئے۔

اس کے دوسرے دن دوپہر کے قریب بازی گروں کی جماعت نواحات ورنز ہوس میں ملے صیوں پہ چلتی دکھی گئی۔ سب آدمی لکڑیوں پر چڑھ کر چلتے اور ساتھ ساتھ ہنسی ٹھٹھا کرتے جا رہے تھے۔ صرف ہمارا دوست ریگڈ بیگ پیدل چلتا تھا بازیگروں میں سے کوئی قلابازی دکھاتا یا بیرن ریگڈ بیگ سے جو بڑا سا ڈھول پیٹھ پر ڈالے شہنائی لئے بعد ہی چال چل رہا تھا۔ مذاق کرتا تو سب بڑے زور سے ہنسنے لگتے تھے۔ ریگڈ بیگ کا مزاج اول تو ہمیشہ سے چڑچڑا تھا۔ اب مصیبت و افلاس نے اس کی بدمزاجی میں اور اضافہ کر دیا۔ بس جس وقت بازی گروں میں سے کوئی اس کی پیٹھ ٹوپی یا ٹخنوں پہ لکڑی جماتا۔ تو وہ کرخت جرمن زبان میں انہیں گالیاں دیتا۔ اور ساتھ ساتھ منحوس طالع کو کوسنے لگتا تھا جس نے ان لوگوں سے ملنے پر مجبور کیا۔

لیکن ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کو ان خاص حالات سے واقف کر دیا جائے جن میں ڈیوک آف سٹالبرگ کے اس سابق اہلکار کو یہ رذیل پیشہ اختیار کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ ناظرین بھولے نہ ہوں گے۔ کہ یہ شخص گو برائے نام بیرن کا خطاب رکھتا تھا۔ تاہم اس کی اصل حیثیت کسی سائیس سے زیادہ نہ تھی۔ پس انگلستان سے ڈیوک کی واپسی پر اُسے اپنے وطن جانا پڑا۔ تو صدر مقام کی زندگی کے مزے یاد آنے لگے۔ بیوارٹ ہوٹل کی عمدہ شراب اور چٹپٹا گوشت اڑانے کے بعد جرمن بیئر اور کھانا بدمزہ معلوم ہونے لگا۔ اچھی اچھی چیزوں کے لئے جی ترستا۔ مگر حاصل کرنے کا سامان پاس نہ ہوتا

آخر ایک دن آقا کے گھوڑے کی زین چرالی۔ اور اُسے بیچ کر کچھ دنوں خوب جشن اڑائے۔ جب ڈیوک نے دیکھا۔ کہ وہ اکثر شراب پیئے رہتا ہے۔ اور آمدنی کا کوئی معقول ذریعہ بھی نہیں تو قدرتی طور پر دل میں شک پیدا ہوا۔ تحقیقات کی تو چوری ثابت ہو گئی۔ نتیجہ یہ کہ اُسے ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔ اور ساتھ ہی ریاست سے باہر ہونے کا حکم دیا گیا۔ یہ آخری سزا حقیقت میں کچھ ایسی سخت نہ تھی۔ کیونکہ ریاست کی حدود ہی کیا تھیں۔ کہ ان سے بدر کیا جاتا۔ خیر سزایاب ہونے کے بعد رنگیڈ بیک نے وطن کو خیرباد کہا۔ اور بلجیم چلا گیا۔

وہاں یہ دقت پیش آئی کہ پروانۂ راہداری پاس نہ تھا۔ اس لئے پولیس نے بدمعاش اور آوارہ گرد سمجھ کر ملک بدر کر دیا۔ آسٹنڈ سے ڈوور تک سرکاری خرچ پر سفر کیا۔ اور اس خستہ حالی میں انگلستان پہنچا۔ تو گذارے کے لئے اور کوئی صورت نہ دیکھ کر ناچار بازیگروں کی صحبت قبول کی۔

مگر ذکر اس وقت کا تھا جب ان لوگوں کی جماعت دوپہر کے قریب جرمن دل نواز کو ساتھ لیے بیساکھیوں پر چلتی وِرز ہوس کی طرف جا رہی تھی۔ صدر دروازہ پر پہنچ کر ہیرن رنگیڈ بیک نے پورے زور سے شہنائی اور ڈھول بجانا شروع کر دیا۔ اور دوسرے بازیگر طرح طرح کے کرتب کرنے لگے۔

سرجان سٹیوارڈ نے ان لوگوں کو جنہیں وہ چور اور بدمعاش سمجھتا تھا۔ دیکھا تو اسے بہت غصہ آیا۔ خصوصاً اس لئے کہ وہ خود ہی بڑا پھاٹک کھول کر اندر چلے آئے تھے۔ آنریری مجسٹریٹی کے زعم میں خیال آیا۔ کیوں نہ سب کو قید بامشقت کی سزا دے کر کولہو پر لگایا جائے۔ کہ اس طرح بیساکھیوں پر طاقت صرف کرنے کی بجائے کولہو چلانے کا فائدہ بخش کام کریں۔ دوسری منزل کے کمرہ نشست میں مسز آکسٹن اور لارا ان کے پاس بیٹھی تھیں۔ لارا بہت مغموم تھی۔ اور گو مسز آکسٹن نے اسے بہلانے کو نرمی اور سختی دونوں طریقوں سے کام لیا۔ مگر ناکام رہی۔ حالت پریشان کن تھی۔ کیونکہ وہ ڈرتی تھی۔ مبادا سرجان روزمرہ کی بے سود کوششوں سے مایوس ہو کر ہمت ہار بیٹھیں اس حالت میں اس نے بازیگروں کی آمد کو غنیمت سمجھا۔ کہ اس سے بہت نہیں تو عارضی طور پر لارا کی طبیعت ضرور بہل جائے گی۔

سرجان سٹیوارڈ جو لارا کی بے مہری سے سخت برافروختہ تھے۔ بازیگروں کو دیکھتے ہی جوش سے کہنے لگے "یہ سب بدمعاش اور پاجی ہیں۔ اور میں ضرور انہیں جیل بھجواؤں گا۔ ... ابے کوئی ہے؟ ... دیکھو تو یہ لوگ صریح نقضِ امن کر رہے ہیں۔ میں ٹھیر نہیں انہیں قانون بلوہ پڑھ کر سناتا ہوں۔"

اس موقعہ پر مسز آکسنڈن کی سفارش کام آئی۔ اپنی دلفریب سیاہ آنکھیں بیروٹ کی طرف پھیر کر اس نے نرم لہجہ میں کہا "بہرحال ایسی بھی کیا سختی! کرنے دو غریبوں کو کرتب کرنے دو۔ ان کے تماشے سے لارا کی طبیعت بھی بہلے گی۔" یہ آخری الفاظ اس نے آواز دبا کر اس طرح کہے۔ کہ فقط سرجان نے ہی ان کو سنا۔

"ہاں ہاں بیشک" بیروٹ نے اب قدرے نرم ہو کر کہا "کیا عجب یہ لوگ سچے محنتی اور دیانتدار ہوں۔ واقعی یہ میری غلطی تھی کہ جلدی میں ان کے خلاف رائے قائم کی۔ الٹا یہ لوگ تو محنت مشقت سے روزی کماتے ہیں۔ دیکھنا۔ آتشدان پر ایک اوڑھنی رکھی ہوگی۔۔۔"

"یاخست!" مسز آکسنڈن نے نفرت سے منہ پھیر کر آہستہ سے کہا۔

اس جگہ ہم بیان کر دینا چاہتے ہیں کہ بیروٹ جو اسباب شہرت پرستی میں ہزاروں برباد کر سکتا تھا ایسے بے ضرر کھیل تماشوں میں اس کے لئے ایک پیسہ خرچ کرنا بھی دشوار تھا۔

مسز آکسنڈن نے اپنے بٹوہ سے کئی شلنگ نکالے اور چھتابی پر کھڑے ہو کر بھری ہوئی تھی بازیگروں کی طرف پھینک دی۔ وہ ان سکوں کو چننے میں مصروف ہو گئے۔

رہ میں واپس آکر اس نے بہن سے کہا "لارا دیکھو۔ تو یہ لوگ کیسے کیسے کرتب دکھلا رہے ہیں ان کی بازی دیکھ کر میرا تو بچپن کا عہد تازہ ہو جاتا ہے۔" پھر جھک کر لارا کے کان سے منہ لگاتے ہوئے اس نے کہا "عزیز لڑکی اس فسردگی کو کبھی تو چھوڑا کرو۔ تم جانتی ہو۔ میں سب کچھ تمہارے ہی فائدہ کے لئے کر رہی ہوں۔"

"میرے فائدہ کے لئے!" حسین دوشیزہ نے انداز حسرت سے کہا۔ اور ساتھ ہی بہن کی طرف ایسی غمگین نظروں سے دیکھا کہ شاید پتھر کا دل بھی موم ہو جاتا۔

"نہیں تو کیا؟" مسز آکسنڈن نے تنک کر جلدی سے کہا۔ "کیا اب شروع سے سب حال پھر بیان کرنے بیٹھوں؟ آؤ اچھی لڑکی بنو۔" اس نے فوراً لہجہ بدل کر کہنا شروع کیا "چھتابی پر آؤ۔ تازہ ہوا سے فرحت ہوگی۔ اور تماشہ دیکھ کر جی بہلے گا۔"

یہ کہہ کر مسز آکسنڈن نے بہن کا ہاتھ پکڑا۔ اور اسے اپنے ساتھ لے چلی۔ لارا پر شدت یاس کی وہ حالت طاری تھی۔ جس میں انسان کی قوت ارادی سلب ہو جاتی ہے۔ اور وہ بے جان کل کی طرح نقل و حرکت کرتا ہے۔ بے خبری میں مسز آکسنڈن کے ساتھ چھتابی پر گئی۔ اور وہاں چپ چاپ کھڑی ہو گئی۔ تھوڑی دیر بازیگروں کے کرتبوں سے دلچسپی نہ ہوئی۔ مگر رفتہ رفتہ زیادہ توجہ دینی شروع

گی۔ مسز آکسنڈن یہ سمجھ کر کہ اب واقعی اس کی طبیعت بہلنے لگی ہے۔ بڈھے بیرونٹ کو خوشخبری سنانے گئی۔ حالانکہ واقعہ میں لارا کو ان کھیلوں سے کچھ دلچسپی نہ تھی۔ جس طرح ذہن انسانی شدت رنج و یاس میں بھی رفع یکسانیت کے لئے کسی حقیر واقعہ کی طرف لگ جاتا ہے۔ اسی طرح وہ ان کے کرتب دیکھنے لگی تھی۔ گویا آنکھیں تو دیکھتی تھیں۔ مگر ذہن ادھر متوجہ نہ تھا۔ ظاہری توجہ بازی گروں کی طرف تھی۔ مگر دل گرداب الم میں پھنسا ہوا تھا

مسز آکسنڈن کے چلے جانے پر وہ مہتابی پر اکیلی ہی رہ گئی۔ تیز پروا ہوا چلنے سے سورج کی تمازت بالکل محسوس نہ ہوتی تھی۔ بہن نے یہاں لاتے وقت کندھوں پر شال رکھ دیا تھا۔ اب اس نے اسے اچھی طرح لپیٹ لیا۔ اتنے میں ایک بازیگر بیساکھیوں پر چڑھ کر چلتا ہوا پاس آیا۔ اور لارا کو دیکھ کر رنگین جاکٹ کی جیب سے کوئی چیز نکالی۔ لارا نے یہ حرکت دیکھی تو سہی۔ مگر اس کا مطلب نہیں سمجھی۔ یہی جانا کہ یہ بھی تماشہ کا ایک حصہ ہوگا۔

اتنے میں بازی گر نے پاس آکر دبی زبان میں جلدی سے کہا۔ "فرمائیے کیا آپ ہی کا نام مس ہال ہے؟"

"ہاں میرا ہی نام ہے۔" لارا نے جواب دیا۔ کیونکہ اب بازیگر کی حرکات نے اس کے نزدیک خاص اہمیت حاصل کرنی شروع کر دی تھی۔ اور لارا کی اپنی حالت اس ڈوبتے ہوئے انسان کی طرح تھی جو تنکا ہاتھ آنے پر بھی اسے مضبوط پکڑ لیتا ہے۔

"لیجئے یہ رقعہ آپ کے لئے ہے۔" بازیگر نے جلدی سے کہا۔ "جلدی کیجئے اسے مسٹر ہیورلے نے بھیجا ہے۔ ہم لوگ کل پھر آئیں گے۔ اس وقت تک جواب تیار رکھئے گا۔"

ہیورلے کا نام سن کر لارا کے دل میں اہتزاز و مسرت کی جو لہر پیدا ہوئی۔ اس کا صحیح اندازہ کرنا مشکل ہے۔ فرط شوق سے کانپنے لگی۔ اور ایسی بے سدھ ہوئی کہ خط لینا بھول گئی۔ بازیگر نے بے صبری کا اشارہ کیا تو ذرا سنبھلی۔ اور پیچھے مڑ کر نشست گاہ کی طرف دیکھا۔ اس جگہ بڈھا بیرونٹ اور مسز آکسنڈن سرگرمی سے محو گفتگو تھے۔ بازیگروں کی طرف کسی کا خیال نہ تھا۔ لارا نے جھک کر رقعہ لے لیا جس کے ایک لمحہ بعد وہ بدستور اپنے کرتب دکھاتا پھر ساتھیوں سے جا ملا۔ اور اس سہل کامیابی کی خوشی میں بیساکھیوں سے فریب رنگینا بیگ کی پیٹھ پر اس زور کا ٹھوکا دیا۔ کہ سنہائی سے بلے اختیار اس طرح کی آواز نکلی جیسی کسی درندہ کے چیخنے یا غرانے سے پیدا ہوتی ہے

لارا نے رقعہ لیکر فوراً جیب میں رکھ لیا۔ اور گو ایک ثانیہ کے عرصہ میں اس کا سارا حزن و

ملال مسرت و اہتزاز میں بدل گیا تھا۔ تاہم اس نے پوری کوشش سے جذبات کو چھپایا۔ اتنے میں مسز آکسنڈن بھی باہر آ گئی۔ اور کہنے لگی۔ "لارا بہن کیا طبیعت بہلی؟"

"ہاں کچھ کچھ"، کمسن حسینہ نے بدقت اپنے جذبات چھپاتے ہوئے کہا "ان لوگوں کے کرتب امید سے زیادہ دلکش ثابت ہوئے۔"

"مجھے یہ سن کر بہت اطمینان ہوا۔" مسز آکسنڈن نے کہا۔ "کہو تو کل ان لوگوں کو پھر بلا لیا جائے؟"

لارا کے منہ سے بے اختیار نعرہ مسرت نکلا چاہتا تھا۔ مگر سنبھل گئی۔ اور یہ سوچ کر کہ اس معاملہ میں غیر معمولی دلچسپی کے اظہار سے شک کا امکان ہے۔ خاموش رہی۔ اس کی بہن نے بازی گروں کے سرگروہ کو جو وہی تھا جس کی معرفت بوریے نے لارا کو خط بھیجا تھا۔ اپنی طرف بلایا اور کہنے لگی۔

"کیا تم لوگ چند دن اور ان نواحات میں ٹھیرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"ہاں میم" بازیگر نے بھولے پن سے جواب دیا۔ "چنانچہ کل ہمیں کنٹربری کے لاٹ پادری صاحب کو کرتب دکھانے ہیں۔ اور سنا ہے اس موقعہ پر قرب وجوار کے بہت امرا و شرفا جمع ہونگے لیکن آپ حکم دیں تو کل پھر حاضر ہو جائیں گے۔ کیونکہ آپ کو ناراض کرنا ہمیں بالکل منظور نہیں خواہ دنیا کے سارے لاٹ پادری کیوں نہ بگڑ جائیں۔"

"اس صورت میں" مسز آکسنڈن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کل اسی وقت پھر آ جانا۔ تم لوگوں کا خرچ میں ابھی ادا کر دیتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے چاندی کے سکوں کی ایک ادھ مٹھی بازیگر کے ہاتھ میں دیدی۔ اور سب لوگ برنر ریگڈ ٹیک سمیت وہاں سے رخصت ہوئے۔ شہر میں جا کر اس بازیگر نے جس کے پاس بیورلے کا خط تھا۔ تماشہ کی وردی اتار دی۔ اور سادہ لباس پہن کر رائل ہوٹل کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں ایڈگر بیورلے اور کرسچن بے چینی سے اس کے منتظر تھے۔ ان سے اس نے سب حال بیان کیا۔ اور یہ خوشخبری بھی سنائی۔ کہ کل ہمیں پھر بلایا گیا ہے۔

ایڈگر بیورلے کا دل جوش مسرت سے بلیوں اچھل رہا تھا۔ اور اس امداد کے لئے وہ بار بار کرسچن کا شکریہ ادا کرتا تھا۔ بازیگر کو معقول انعام دیا گیا۔ اور وہ اس بات کا وعدہ کر کے رخصت ہوا کہ خواہ کچھ ہو کل ہم ضرور دوبارہ وہاں جائینگے۔ بیورلے دن بھر اس خیال سے ہوٹل میں ہی رہا کہ ایسا نہ ہو بیرونٹ یا مسز آکسنڈن کسی کام کے لئے رامسگیٹ آئیں تو ان سے اتفاقی ملاقات ہو

ہائے۔ مگر سیجن بھی دن بھر اس کے پاس رہا۔ صرف ایک دو بار چہل قدمی کے لیئے باہر نکلا۔ مگر سرجان
سٹیوارڈ یا مسز آکسنڈن کسی سے میل نہیں ہوا۔ دونوں دوستوں نے شام کو ملکر کھانا کھایا۔ اور اس
کے بعد کل کے واقعات کا بے تابی سے انتظار کرنے لگے۔ گو اس بیتابی میں امید کا عنصر غالب تھا

باب ۔ ۲۷

خطرناک مشورے

ت کے ساڑھے نو بجے لارا درد سر کا بہانہ کر کے اپنے کمرہ میں چلی گئی۔ اس کا ارادہ اپنی خوابگاہ میں
جا کر ایڈگر بیورلے کے خط کا جواب لکھنے کا تھا۔ اور کمرہ خواب چونکہ مسز آکسنڈن کی خوابگاہ کے پچھلی
طرف واقع تھا۔ کیونکہ واقعہ میں وہ شب و روز اسی کی حراست میں رہتی تھی۔ اس لیئے خط لکھنے
کا اس سے بہتر موقع نہ مل سکتا تھا۔ آدھی رات کو مسز آکسنڈن لارا کا لمپ روشن دیکھتی تو ضرور
وجہ پوچھتی۔ پس سونے سے پہلے اس کام سے فارغ ہونا ضروری تھا۔ لارا پہلے اپنے دلدا کے مکتوب
کو کئی بار پڑھ چکی تھی۔ اور اس کے مضمون نے یاس کو امید اور پریشانی کو اطمینان میں بدل دیا تھا
ان اثرات کو وہ اپنے چہرہ پر ظاہر کرنا نہ چاہتی تھی۔ مگر خوشی کا احساس ہر حال میں اتنا زبردست
ہوتا ہے کہ کتنا بھی دباؤ چھپ نہیں سکتا۔

کمرہ میں جا کر لارا نے اس خادمہ کو جو لباس شب خوابی بدلوانے ساتھ آئی تھی۔ جلدی رخصت
کر دیا۔ اور اس کے بعد ایڈگر کے نامہ شوق کا جواب لکھنے کو تیار ہو رہی تھی کہ باہر والے کمرہ کا دروازہ
کھلا۔ اور وہ اپنے اضطراب کو چھپانے نہ پائی تھی کہ مسز آکسنڈن داخل ہوئی۔ ضمناً یہ امر قابل ذکر
ہے کہ اپنی طبعی معصومیت اور فطری پاکیزگی کی وجہ سے لارا کو بڑی بہن کے دور معصیت کا قطعاً علم
نہ تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی۔ کہ عرصہ دراز تک وہ مختلف آدمیوں کی داشتہ رہی ہے۔ جن میں سرجان
سٹیوارڈ بھی شامل ہے۔

کمرہ میں آکر مسز آکسنڈن نے چھوٹی بہن کو مادرانہ شفقت سے گلے لگایا۔ پھر انداز خلوص
سے کہنے لگی۔ پیاری لارا۔ سچ جانو۔ تمہیں خوش دیکھ کر آج میری اپنی طبیعت بہت بشاش ہے میں
دیکھتی ہوں۔ آج تم پہلے کی طرح اداس یا افسردہ نہیں ہو۔ شاید تمہیں شکایت ہو کہ مختلف اوقات
میں میں نے بے جا سختی کا سلوک کیا ہے۔ مگر واقعہ میں میری کوشش ہمیشہ تمہاری بہتری کیلئے

رہی ہے۔ سچ جانو چھوٹی بہن کی حیثیت سے تم مجھے اپنی بیٹی کی طرح عزیز ہو۔"

لارا کچھ جواب نہ دے سکی۔ الفاظ صریحاً لبریز از صداقت تھے۔ مگر اپنی طبعی فیاضی سے اسے بہن کی نیت پر شک کرنے کی جراٴت نہ ہوتی تھی۔

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے مسز آکسنڈن نے کہا "لارا مجھے یقین ہے تم ایک سمجھدار لڑکی کی طرح وہی فیصلہ کرو گی جو دوراندیشی کے مطابق ہو۔ میں سمجھتی تھی تم مجھے اپنا ہی خواہ جانتی ہو مگر صبح جو گفتگو ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا تمہارا خیال اس کے برعکس ہے۔ اس وقت بے صبری میں میرے منہ سے بھی کچھ سخت لفظ نکل گئے۔ اور میں نے اس خیال سے تم کو ملامت بھی کی۔ کہ مجھے بار بار ایک ہی بات دُہرانے پر مجبور کر رہی ہو۔ مگر جو کچھ ہوا اس پر مجھے دلی افسوس ہے۔ اس وقت کے بعد میں کئی بار اس واقعہ پر افسوس کر چکی ہوں۔ سوچتی تھی جیسے ہی موقعہ ملا۔ اس غلط فہمی کو رفع کرنے کی کوشش کروں گی ..."

لارا نے اپنی خوشنما نیلی آنکھیں بہن کے چہرہ پر جما کر نظر تجسس سے دیکھا۔ شاید وہ اس کی روح تک پہنچ کر یہ جاننا چاہتی تھی کہ اس کے الفاظ کس حد تک صحیح ہیں۔ اس پاک نظر میں ایسی طاقت سحر تھی۔ کہ زمانہ شناس مسز آکسنڈن بھی تاب مقابلہ نہ لا کر کانپ گئی۔

مگر فوراً لارا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے انداز محبت سے دباتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

لارا بہن۔ تم سے بڑھ کر مجھے کوئی عزیز نہیں۔ میری عین خواہش ہے کہ تم پھلو پھولو اور سکھ کی زندگی گذارو۔ کچھ باتیں ہیں۔ جنہیں تمہارے فائدہ کے لئے میں کئی بار واضح کر چکی ہوں۔ اور اب محض اسی لئے پھر ان کا ذکر کرتی ہوں۔ کہ شاید اپنی موجودہ بشاشت میں تمہیں ان سے صحیح فیصلہ تک پہنچنے میں مدد مل جائے۔ تم سے پوشیدہ نہیں کہ مسٹر آکسنڈن کے مالی وسائل محدود ہیں۔ انہیں سرکار سے وظیفہ ملتا ہے۔ مگر یہ آمدنی ان کی زندگی تک ہے۔ پس مرگ ہمارا اس پر کوئی حق نہ ہوگا۔ اس صورت میں ان کے انتقال پر میری مالی حالت جیسی کچھ ہوگی۔ اسے تم سمجھ ہی سکتی ہو۔ لے دے کر ساری جتھا ان کے بیمہ جان کی رقم یا وہ روپیہ ہے جو میں نے مختلف اوقات میں بچایا۔ اس حقیر رقم کی ماہوار آمدنی کیا ہوگی۔ اور اس میں کیونکر گذر ممکن ہے۔ یہ باتیں تم آپ سمجھ سکتی ہو۔ آجتک میں نے تمہیں ہر آسائش مہیا کی ہے۔ مانا کہ امیرانہ معیار زندگی قائم نہیں رکھ سکی۔ پھر بھی کم از کم تمہیں تکلیف کی حالت میں نہیں رکھا۔ آئندہ بھی خواہش ہے کہ راحت و آرام کی زندگی بسر کرو۔ جس محبت سے میں نے آجتک تمہاری غور و پرداخت کی ہے۔ اسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے تمہارا فرض ہے کہ ہر بات میں میرے

کہنے پر عمل کرو۔ لیکن سوال کو اس پہلو سے نہ بھی دیکھا جائے۔ تو ظاہر ہے کہ اب تم خدا کے فضل سے جوان اور اس قابل ہو کہ شادی کی فکر کرو۔ خدانخواستہ مسٹر آکسٹن کا تمہاری شادی سے پہلے انتقال ہو گیا۔ تو بتاؤ وہ قلیل آمدنی جو اس کے بعد میرے حصہ آئے گی کے دن کے لئے ہم دونوں کی کفیل ہو سکے گی؟ مجبوراً راحت و آرام کو خیرباد کہہ کر افلاس و نکبت کی زندگی بسر کرنی پڑے گی قدرتی طور پر بلند طبقہ میں نشست و برخاست موقوف ہو جائے گی۔ بتاؤ اس صورت میں تمہارے لئے شادی کا امکان کیا رہ جائے گا۔۔۔؟"

نازنین کے چہرہ پر غصہ کی سرخی چھا گئی۔ مگر اس نے ضبط سے کام لیکر قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "آپا تم جانتی ہو۔ میں اپنا دل ایک اور شخص کو دے چکی ہوں۔ اس حالت میں یہ مشورے میرے لئے رنج کے سوا اور کیا اثر رکھتے ہیں؟ افسوس تمہارے نزدیک شادی ایک عام دنیاوی سودے کا نام ہے۔۔۔"

"اور کیا شادی ایک دنیاوی سودا نہیں تو کیا ہے؟" مسز آکسٹن نے پرجوش لہجہ میں کہا۔ کیونکہ وہ پھر اسے مرعوب کرنیکی کوشش کر رہی تھی۔ "میں سمجھ گئی۔ تمہارا اشارہ کس کی طرف ہے۔ شاید تم اُس ہیوسے کا ذکر کرتی ہو۔ مگر کیا میں پہلے نہیں کہہ چکی۔ کہ ایک کھوئی ہوئی دستاویز کے مل جانے سے بعض ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں کہ اب سر جان سٹیوارڈ کے لئے یہ لازم نہیں کہ اپنے بھتیجے کو ہی جائداد کا وارث قرار دیں۔ اب انہیں اختیار ہے کہ جس کے نام چاہیں ساری جائداد چھوڑ جائیں۔ میں یہ بھی کہہ چکی ہوں۔ کہ ان کا وکیل اس دستاویز کی لکھا پڑھی کرنے ایک دو روز میں آیا چاہتا ہے۔ غالباً پرسوں نئی تحریر تیار کر کے لے آئیگا جس میں عہد نامہ شادی کی تفصیل ہوگی۔ اور ساتھ ہی۔" یہ الفاظ مسز آکسٹن نے موثر لہجہ میں کہے۔ "ساتھ ہی یہ بھی مذکور ہوگا کہ سر جان کے انتقال پر جائداد کا بڑا حصہ تمہارے نام منتقل ہو جائے گا۔ صرف ایک چھوٹی سی رقم جو انہوں نے مہربانی سے میرے نام وقف کر دی ہے مجھ کو ملے گی۔ مگر امید کامل ہے کہ تمہیں اس پر کچھ اعتراض نہ ہوگا۔"

"آپا تم نہیں جانتی ہو۔ اس طرح کے الفاظ میرے لئے کتنے رنجدہ ہیں۔" لارا نے نمایاں طور پر کانپتے ہوئے کہا۔ "تم زندگی اور موت کے معاملات کا اس طرح ذکر کرتی ہو۔۔۔"

وہ فقرہ کو نامکمل ہی چھوڑ کر رک گئی۔ کیونکہ خیال آیا بہن سے اس سوال پر بحث کرنا نامناسب اور بے سود ہے۔ اپنے دل میں وہ اس بات کا عہد مصمم کر چکی تھی۔ کہ خواہ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے میں سر جان سٹیوارڈ سے شادی نہ کروں گی۔ اس عہد کی تقویت دلدار کے اس نامہ شوق سے ہو رہی تھی

جو سینہ کے سامنے لگا ہوا تھا۔

مسز آکسنڈن نہیں سمجھی لارا کے دل میں کیا گذر رہا ہے۔ کہنے لگی۔ عزیز بہن میں دیکھتی ہوں تم اپنے جذبات کو دبانے کی زبردست کوشش کرتی ہو۔ پھر بھی قابو سے نکل جاتے ہیں۔ تو مجھے کہتے کہتے رُک جاتی ہو۔ بہرحال امید ہے میری نصیحت بیکار نہ ہوگی۔ اسی خیال سے میں ان دلیلوں کا ایک بار پھر اعادہ کرتی ہوں۔ جو بیشتر بیان کی گئی تھیں تمہیں معلوم ہے کہ جان سٹیوارڈ نے مجھے اس لئے برائٹن سے یہاں بلایا تھا۔ کہ وہ مجھ سے ایک نہایت ضروری معاملہ پر گفتگو کرنا چاہتے تھے۔ میں یہاں آئی۔ تو انہوں نے بتایا۔ کہ میرا بھتیجا ایڈگر بہت نافرمانبردار ثابت ہوا ہے۔۔۔"

"آپا خدا کے لئے ان کی مذمت میرے سامنے نہ کرو۔" لارا نے اپنے منہ پر دلداری کی برائی سن کر ضبط کو ہاتھ سے دیتے ہوئے کہا۔

"سنو لارا۔ سچی بات ہر حال میں کہنی ہی پڑتی ہے۔" مسز آکسنڈن نے جواب دیا۔ "مگر تمہاری دلجوئی کے لئے میں اس کا ذکر جہاں تک ممکن ہے۔ نرم لفظوں میں کرونگی۔ چنانچہ اس بات سے قطع نظر کہ جان سٹیوارڈ کو ایڈگر سے کس لئے رنج ہے۔ اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کہ جس دستاویز کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اس کے ملنے پر انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ بھتیجے کو عاق کر کے تقسیم جائداد کی وصیت جس طرح ان کی مرضی ہوگی کریں گے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ ان کے انتقال پر بیرونٹ کا خطاب ایڈگر کو مل جائے۔ مگر دولت کے بغیر خطاب کیا ہے؟ کچھ نہیں۔ یا اگر کچھ ہے تو محض ایک بوجھ۔ محروم الارث ہونے کے بعد ایڈگر بیورلے کی صحیح حیثیت کیا ہوگی؟ صرف فوج کی لفٹنٹی۔ اور اس کی تنخواہ اس کی ساری جائداد۔ بتاؤ اس حالت میں تم اس کی ہو کر ہوگی یا اس امیر کبیر کی جس کے ہاں مال و دولت کی کمی نہیں۔ اور جس کا کل سرمایہ بالآخر تمہیں کو ملیگا۔"

بہن کے منہ سے ان افسوسناک مالی تخمینوں کا حال سن کر لارا پر کچھ اعتراض کیا چاہتی تھی۔ مگر اس خیال سے رُک گئی۔ کہ میری حجتیں بے سود ہیں۔ میں کچھ بھی کہوں فائدہ تو ہوگا نہیں البتہ اس کا اندیشہ ضرور ہے کہ شاید اس کے دل میں کسی طرح کا شک پیدا ہو جائے۔

مسز آکسنڈن ہر چند بڑی عیار اور جہاندیدہ عورت تھی۔ مگر اس وقت بہن کے خیالات جاننے سے قاصر رہی۔ اس نے یہی سمجھا۔ کہ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں۔ اس کا لارا کے دل پر مفید اثر ہو رہا ہے۔ پس سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہنے لگی۔ "اب تک ایڈگر کو اس دستاویز کے ملنے کا علم نہیں۔ وہ یہی سمجھتا ہے کہ میں سر جان کی جائداد کا وارث ہوں۔ یہی بات اس نے برائٹن

میں مجھ سے کہی تھی۔ اور یہ بھی بیان کیا تھا۔ کہ سرجان کو اپنی جائداد میرے سوا کسی پر منتقل کرنے
کا حق نہیں۔ مگر آپ بہت جلد اسے اپنی غلطی معلوم ہو جائے گی۔ سرجان صرف قصداً خاموش
ہیں۔ کیونکہ وہ چاہتے ہیں بات تبھی ظاہر ہو۔ جب سارا انتظام مکمل ہو جائے۔ بس نہیں جانتی اس
سے بڑھ کر کیا سمجھاؤں میں نے سارے حالات پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر دیئے۔ خلاصہ
یہ کہ تمہارے ایک طرف خطاب و دولت ہے۔ اور دوسری طرف افلاس و نکبت۔ انجان آدمی
بھی آسانی کو فیصلہ کر سکتا ہے کہ دو میں سے کونسی چیز پسند کرنی چاہیئے۔ اس کے علاوہ جس پیارہ
محبت سے میں نے تمہیں پالا ہے۔ اسکی وجہ سے بھی تمہارا فرض ہے۔ کہ میرے کہنے پر عمل کر کے
سرجان سٹیوارڈ سے شادی کر لو۔ کہ آئندہ مجھے تمہاری نسبت فکر نہ رہے۔"

"بس آپا بس!" لارا نے بے صبری سے کہا "میں ہاری تم جیتیں۔ تمہاری دلیلوں کا میرے
پاس کوئی جواب نہیں۔"

ان الفاظ کا مطلب جو کچھ تھا وہ ظاہر ہے۔ مگر بیوقوف مسز آکسنڈن نے سمجھا کہ میری تقریر
کارگر ہوئی۔ اور لارا نے میرا مشورہ قبول کر لیا۔ اس غیر متوقع کامیابی پر اسے اتنی خوشی ہوئی کہ
بمشکل کلمۂ مسرت کو ضبط کر سکی۔ لارا کو گود میں لے کر پیار کیا۔ اور اسکی فرمانبرداری سے خوش خوش
یہ کہہ کر رخصت ہوئی۔ کہ دیکھو ابھی مت سونا۔ سرجان بیٹھک میں تمہارے منتظر ہیں۔ گھڑی دو
گھڑی کو ضرور وہاں آنا۔"

تمہارہ جانے پر لارا تھوڑی دیر یہ سوچکر روتی رہی کہ آج اپنی عمر میں پہلی مرتبہ مجھے فریب
و ریا سے کام لینا پڑا۔ اور میں اس کے دل میں یہ غلط خیال پیدا کرنے کا موجب بنی۔ کہ سرجان سے
شادی کر لونگی۔ وہ بہت نیک اور سچی لڑکی تھی۔ اس لئے تھوڑی دیر یہ خیال باعث اضطراب
ہوا۔ مگر اس نے جلدی ہی یہ کہہ کر دل کو تسلی دی کہ مکر و فریب گو بذاتہٖ معیوب ہیں۔ مگر ایسے حالات
میں شاید وہ بھی قابل معافی ہوں گے۔ مجبوری کے وقت کونسا کام ہے۔ جو انسان کو نہیں کرنا پڑتا
پس جلدی ہی آنسو پونچھ کر وہ ایڈگر بیورلے کے خط کا جواب لکھنے بیٹھ گئی۔

اس اثنا میں مسز آکسنڈن کمرہ نشست میں واپس چلی گئی تھی جہاں سالخوردہ بیرونٹ
صوفے پر نیم درازی کی حالت میں قیمتی شراب کا گلاس ہاتھ میں لئے اسے قطرہ قطرہ پی رہا تھا
اس کے پاس ہی ایک کرسی پر بیٹھ کر مسز آکسنڈن نے ناقابل ضبط مسرت کے لہجہ میں کہا "لیجئے
آپ کی فتح پوری ہوئی۔ لارا مان گئی۔ اب جیسا میں نے وعدہ کیا تھا۔ وہ آپ سے شادی کرنے

کو تیار ہے۔"

"بس تو کل ہی پادری صاحب کو بلا کر رسم ادا کر دی جائے" سر جان نے جلدی سے کہا اُس کے بعد پراٹسٹنٹ مذہب کی رسم لندن پہنچکر ادا کر دی جائے گی۔ میرے خیال میں یہی انتظام سوچا گیا تھا۔"

"بے شک ابتدائی فیصلہ یہی تھا۔ مگر اب میرے خیال میں یہ ناقابل عمل ہے" مسز آکسٹن نے جواب دیا "آپ کو یاد ہوگا کیتھولک پادری نے اس وقت تک نکاح پڑھانے سے انکار کیا تھا۔ جب تک لارا دل سے رضامندی ظاہر نہ کرے۔ اب وہ رضامند تو ہو گئی ہے۔ مگر ابھی کل پکا دن اس پر غور کرے گی۔ میں اس کی طبیعت خوب سمجھتی ہوں۔ وہ کوئی کام جلدی میں نہیں کیا کرتی۔ البتہ پرسوں . . ."

"میں سمجھا" سر جان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ "بخدا تم سچے معنوں میں زر پرست عورت ہو۔ اس التوا سے تمہارا اصلی مدعا فقط یہ ہے۔ کہ ہر قسم کی لکھا پڑھی شادی سے پہلے ہو جائے۔ مگر اتنا تو سوچو کیا میں اپنے کئے ہوئے وعدوں سے پھر جاؤں گا؟ کیا مجھے اس لڑکے کو عاق کرنے میں تامل ہوگا جس سے مجھے نہ کبھی محبت تھی اور نہ ہے۔ بلکہ جس سے میں اس لئے سخت نفرت کرتا ہوں کہ وہ بھی اپنے باپ کی طرح پورا خودسر ہے۔ تم سے بھی دس ہزار پونڈ کا جو وعدہ ہوا تھا وہ پکا ہے۔ اور کبھی ممکن نہیں کہ میں اس سے پھر جاؤں۔"

مسز آکسٹن کے خوشنما چہرہ پر شرم کی سرخی پھیل گئی۔ جلدی سے کہنے لگی "سر جان۔ ایسی بھی کیا صاف گوئی! آپ نے تو بدگمانی کی حد کر دی۔"

"بدگمانی! ہا! ہا! ہا!" بڈھے بیرونٹ نے بھدا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں جانتا۔ اس میں بدگمانی کہاں ہے۔ ہاں صاف گوئی میں شک نہیں۔ اور میرے خیال میں ایسے موقعوں پر اس کا ہرج بھی کچھ نہیں۔ اس کے علاوہ میں تمہارے مزاج سے واقف ہوں اور تم میری عادات سے آشنا۔ پس ہمارے درمیان تکلف کیوں ہو؟"

"خیر آپ جانیں۔" مسز آکسٹن نے بڈھے اوباش کو خوش کرنے کے لئے قہقہہ مار کر کہا۔ "جس طرح جی میں آئے سمجھئے۔"

"میں جو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ہے۔" بیرونٹ نے جلدی سے کہا۔ "کوئی یہ نہ سمجھے اس نے اپنی عیاری سے مجھے بیوقوف بنایا۔ یا اپنی ہوشیاری سے مجھے دام فریب میں پھانسا۔"

سرجان۔ سرجان" مسز آکنڈن نے اس خیال سے گھبرا کر کہا کہ ایسا نہ ہو بات بن کر بگڑ جائے

"حیرت ہے۔ آپ اس پیرایہ میں گفتگو کر رہے ہیں۔ مجھے آپ سے اس بیدردی کی امید نہ تھی۔۔۔"

"میں کسی کا دل دکھانا نہیں چاہتا۔" ہرونٹ نے جو اس عیار عورت کے زیر اثر ہوتے ہوئے دل کو بھی سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ "لیکن مجھے اس کی مطلق پرواہ نہیں۔ قطع کلام کر کے کہا" پھر بھی اب کہ معاملات یہاں تک پہنچ گئے، مناسب ہے کہ ہم ایک دوسرے کے عندیہ کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ تم نے میرے بھتیجے ایڈگر کے ایک سانحہ میرے نام خط لکھے کہ اس کو تمہاری بہن للطا سے عشق ہو گیا ہے۔ میں نے اطلاع پاتے ہی تمہیں یہاں بلایا کہ آ کر سب حال زبانی بیان کرو۔ ناحق بے تکلفی کے خیال سے میں اس معاملہ پر بدرد بحث کرنا چاہتا تھا۔ خیر تم آئیں۔ تو میں نے ذکر کیا کہ ایک پرانی دستاویز کی بنا پر بڑا اتفاقاً مل گئی ہے۔ میں نے اپنے بھتیجے کو عاق کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور اس خیال سے کہ شاید اس آخری عمر میں ریاست کا وارث پیدا ہو جائے۔ میں خود شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اس پر تم نے اپنی بہن کے حسن کی تعریف شروع کی۔ اور اس کے جمال دلفریب کا وہ سماں باندھا کہ میری بوسیدہ رگوں میں بھی خون جوش مارنے لگا۔۔۔"

"ہاں یہ باتیں ہم دونوں کو اچھی طرح معلوم ہیں ان کے دوہرانے سے فائدہ؟" مسز اکنڈن نے بیتابی سے کہا۔

"فائدہ یہ کہ سودے کی تفصیل واضح ہو جائے گی۔" سر جان نے تلخ لہجہ میں کہا "جیسا میں کہہ رہا تھا۔ تمہاری بہن کے حسن و جمال کی تعریف سن کر میرے خون نے تیز گردش شروع کی۔ اور ایسا معلوم ہونے لگا۔ کہ میرا عہد شباب پھر تازہ ہو گیا ہے۔۔۔ ٹھیرو مجھے روکو نہیں۔۔۔ پھر میں نے کہا کہ اگر تمہاری بہن اس سے نصف خوبصورت بھی ہو۔ جیسا تم اسے ظاہر کرتی ہو۔ تو میں بصد شوق اس سے شادی کر لوں گا۔ مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ گو تمہیں لفظی تصویر کھینچنے میں کمال حاصل ہے اور للا رلے کے جمال جہاں آرا کی تعریف میں تم نے خوب ہی شاعرانہ بلند پروازی سے کام لیا تھا۔ بہرحال تمہارا وہ بیان مبالغہ آمیز ثابت نہیں ہوا۔۔۔"

"شکر ہے۔ اتنا تو آپ تسلیم کرتے ہیں۔" مسز آکنڈن نے جلدی سے کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ مجھے سچی بات ماننے میں کبھی عذر نہیں۔" سر جان نے کہا "اس کے باوجود کہنا پڑتا ہے کہ ایک اور پہلو سے تم نے مجھے دھوکا دے دیا۔۔۔"

"دھوکا! آپ کو۔" مسز آکنڈن نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں مجھے" - بیروٹ نے جواب دیا۔ "بہرحال میرا خیال ہے کہ تم نے قصداً ایسا نہیں
کیا۔ تمہارے اس وقت کے بیان سے معلوم ہوتا تھا کہ تمہاری بہن چنچل، شوخ اور متکبر نہیں ہے
کم از کم اس کا تم نے مجھے یقین دلایا تھا کہ اگر اس کی دلجوئی کی گئی تو بہت جلد نرم ہو جائیگی"
"مگر سر جان" مسٹر آکسنڈن نے جلدی سے کہا "تو آپ بھی جانتے ہوں گے کہ ایک کم سن
دوشیزہ صاف دل ایسے آدمی سے مل کر ...
"میں تمہارا مطلب سمجھا" بیروٹ نے قطع کلام کر کے کہا۔ "مگر کیا یہ تمہارا فرض نہ تھا۔ کہ
ہر ممکن سے رہنمائی کرتے ہوئے آہستہ آہستہ ملکہ سب حال سے واقف کر دیا جاتا۔ یعنی اس
سے کہہ دیا ہوتا کہ آئندہ تمہیں ایڈگر بیوزے کو بھول جانا چاہئے کیونکہ تمہاری شادی یقینی طور
پر ...
"لیکن حضرت یہ سب کچھ تو میں نے دوسرے ہی دن اس سے کہہ دیا تھا" مسٹر آکسنڈن نے جواب
دیا۔ "اور گو میں کچھ زیادہ ماہر علم النفس نہیں ہوں۔ پھر بھی اتنا کہہ سکتا ہوں کہ میرے لئے اس
کام کو دوبارہ کرنا قطعاً غیر ممکن ہے"
"بلکہ میں تمہاری کوششوں کا بھی قائل ہو گیا" سر جان نے کہا۔ "مگر اسے تو تم بھی مانو گے۔ کہ
جب تمہاری بہن سے میری پہلی ملاقات ہوئی۔ تو اس کے دل پر اچھا اثر نہیں ہوا۔ پہلے وہ میری
طرف اس طرح حیرت سے دیکھنے لگی گویا میں انسان نہیں بھوت تھا۔ پھر جب تم نے میرا نام لیا۔
تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی ..."
"یہ ٹھیک ہے۔ مگر آپ کو یہ بھی تو دیکھنا چاہئے کہ ہم کن حالات میں آپ کے مکان پر
آئے تھے" مسٹر آکسنڈن نے کہا۔ "گاڑی کا حادثہ کچھ کم پریشان کن نہ تھا۔ کہ اس لباس نے جو
اس وقت آپ نے پہنا ہوا تھا زیادہ وحشت پیدا کی ..."
"تمہیں اس لباس پر اعتراض ہو تو ہو میں تو اسے اپنے لئے نہایت موزوں سمجھتا ہوں" بیروٹ
نے کہا "کیونکہ اس سے جسم آرام میں رہتا ہے" اور یہ کہتے ہوئے آپ لباس کی آسائش واضح
کرنے کو صوفے پر پیچھے کی طرف جھک گئے۔ "کیونکہ مجھے نہ صرف اس وقت بھی آپ نے وہی لباس
پہنا ہوا تھا" اس پھر شگفتہ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ "خیر اس پہلی ملاقات کا ذکر بھی جانے دو
اس سے تو تمہیں انکار نہ ہوگا۔ کہ جب کل صبح تم اپنی بہن اصرار میرے پاس لائیں۔ تو میں نے
اسے لاکھ سمجھایا۔ منتیں بھی کیں اور دھمکایا بھی۔ مگر اس پر مطلق اثر نہ ہوا۔ اگر ہوا تو یہ کہ

صورت پر اور زیادہ وحشت ظاہر ہونے لگی . . . "

"چلو مان لیا کہ اسی طرح تھا۔ مگر اب ان باتوں کو دہرانے سے کیا حاصل؟" مسز آکسنڈن نے بے صبری سے کہا۔ "یہ کیا کم ہے کہ وہ آپ سے شادی پر رضامند ہو گئی ہے . . ."

"محض تمہاری کوششوں سے نہیں بلکہ میری حکمت عملی سے بھی" سر جان نے انداز اطمینان سے کہا۔ "نہ میں اس جیسٹن کو پہرہ دار مقرر کرتا۔ نہ لارا مانتی۔ میرا تملق۔ تمہاری فہمائش۔ جیسٹن کی سختی۔ ان سب باتوں نے مل کر ہی اثر پیدا کیا ہے۔ لیکن خیر جیسا تم کہتی ہو۔ اب کہ لارا آخری رضامندی دے چکی۔ ان تفصیلات سے کچھ حاصل نہیں۔ پھر بھی جو بات میں تم پر روشن کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو کچھ ہوا وہ میرے منشا اور ارادہ سے ہوا ہے۔ اس میں تمہاری کوششیں یا جورڈ فورڈ کا دخل نہیں ہے مجھے اپنے لیے بی بی کی ضرورت تھی۔ تم اسے تلاش کرائیں جس سے کورٹ شپ کا جھگڑا موقوف ہوا۔ یہ ایک فائدہ تھا۔ دوسرا یہ کہ لڑکی میرے حسب پسند ملی ورنہ ممکن ہے میں انگلستان کے ایک سے دوسرے سرے تک پھر جاتا۔ اور اس طرز کی بی بی تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہوتا یہ دو فائدے جو تمہاری بدولت مجھے حاصل ہوئے ان کے۔ اس کا جو سمجھوتہ ہمارے درمیان ہوا تھا مجھے اس پر قائم رہنے میں کوئی عذر نہیں۔ میں نے تمہیں دس ہزار پونڈ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اور وہ ضرور ایفا ہوگا جس کے علاوہ تین ہزار سالانہ تمہاری بہن کا جیب خرچ ہوگا۔ پھر یہ بھی میرا وعدہ ہے کہ اپنی جائداد کی وصیت اسی کے نام کر دوں گا۔ میرا وکیل پرسوں صبح کی گاڑی میں یہاں آئے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ دستاویزات کی نوشت دوپہر تک مکمل ہو جائے گی۔ لیکن یاد رہے یہ سب کچھ میرے علم اور ارادہ سے ہو رہا ہے۔ مت سمجھنا کہ ایک بڈھا کھوسٹ تمہارے دام میں پھنس گیا تھا۔ تم نے اسے خوب الو بنایا . . ."

"بھلا یہ آپ کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔ اپنی شان میں اپنے ہی منہ سے اس طرح کے الفاظ کا استعمال آپ کو زیب نہیں دیتا۔" اور یہ کہتے ہوئے مسز آکسنڈن کی نگاہ اور لہجہ سے اضطراب و تسلی کا مشترکہ اثر ظاہر ہونے لگا۔

"اچھا یہ بتاؤ جب تم براسٹن سے چلیں۔ فوایڈ گریوسے کو تمہاری روانگی کا علم تو نہیں ہوا؟" بیرونٹ نے اپنی دھن میں پوچھا۔

"قطعی نہیں" مسز آکسنڈن نے جواب دیا۔ "میں نے سب کام بڑی احتیاط کے ساتھ کیا

تھا مگر اب اس سوال کی ضرورت کیا تھی؟ آخر آپ کو اس کی طرف سے کیا اندیشہ ہے کہ آپ پوچھتے ہیں؟ جب آپ نے اسے اپنی جائداد سے محروم کرنے کا ہی فیصلہ کر لیا۔ تو اس غریب کی مخالفت کیا اثر رکھ سکتی ہے؟ وہ تو خود آپکے رحم پر ہے۔ کیونکہ آپ جب چاہیں اس کا گذارہ بند کر سکتے ہیں"

"بے شک بے شک" عمر رسیدہ بیرونٹ نے تسلیم کیا "میرا بھی یہی خیال ہے کہ ایسے بے ضرر نوجوان کی طرف سے مجھے کسی طرح کا اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی کہا کرتے ہیں۔ جوانوں کی محبت عجیب وغریب کام کر سکتی ہے۔ اور ایک مثل بھی ہے کہ عشق صادق محض اپنی تاثیر سے قفل کھول سکتا ہے۔"

"مگر اطمینان رکھیئے۔ لارا کے کمرہ کا قفل اس آسانی سے نہ کھل سکے گا" مسز آکنڈن نے کہا "ایک طرف وہ جبشن۔ دوسری طرف میں۔ رات بھر ہم دونو اس کی نگران رہتی ہیں اور دن میں ... مگر اب ان باتوں پر بحث کرنا بے سود ہے۔ جب لارا خود ہی رضامند ہو گئی۔ تو خطرہ کیسا؟ اور یہ بھی میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ جب ایک بار اس سے بات منوا لوں۔ پھر اس سے پھرنے کا موقعہ نہ دونگی ... مگر دیکھئے تو بگڑی ہوئی بات کس آسانی سے بنی ہے۔ کسے خبر تھی کہ ان بازیگروں کا تماشہ لارا کی طبیعت میں اتنا فوری انقلاب پیدا کر دے گا۔ کیونکہ سچ جانئے وہ اسی وقت سے نرم ہوئی ہے ..."

"بس تو کل پھر ان کے تماشہ کا بندوبست کر دیا جائیگا۔" بیرونٹ نے کہا "مگر اس کا پھر بھی خیال رہے کہ وہ کسی حال میں گھر سے باہر نہ جانے پائے۔ جانا بھی ہو تو مکان کے پچھلی طرف باغ میں جا سکتی ہے ..."

"اطمینان رکھیئے۔ یہ سب انتظام میں اچھی طرح کرونگی۔" مسز آکنڈن نے قطع کلام کر کے کہا۔ "لارا بہت بھولی لڑکی ہے۔ ممکن نہیں وہ مکر وفریب سے کام لیتی ہو۔ اس کی سادگی طبع کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ بچپن کی طرح بازیگروں کا تماشہ دیکھ کر ہی بہل گئی ... دیکھ لو کیسی حسین ویسے ہی بھولی بھی ہے۔ میں نے بازیگروں کو کل پھر آنے کے لئے کہہ دیا تھا۔ اور میرا خیال ہے کہ جب تک لارا کی طبیعت راست نہیں ہوتی۔ انہیں ہر روز بلا لیا کروں گی"

اس کے بعد اوباش رئیس اور فتنہ ساز عورت ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ مسز آکنڈن اپنے کمرہ میں جا کر ان تجویزوں کی کامیابی پر خوش ہونے لگی جن کی بدولت اُسے دس ہزار پونڈ نقد اور سرجان کے انتقال پر ساری جائداد کی نگرانی کا حق ملا چاہتا تھا۔ اور کمسن سال امیر بننا چاہتا تھا۔

میں اس وقت کا تصور باندھنے لگا جب ایک کمسن نازنین اس کے آغوشِ محبت میں ہوگی۔ اور وہ اپنے آپ کو دنیا کا سب سے خوش اور خوش نصیب انسان سمجھے گا۔

باب ۔ ۳۷

فتح و شکست

اس کے دوسرے دن سہ پہر کے ۲ بجے ایڈگر بیورسے رائل ہوٹل کے ایک کمرہ میں فکر و اضطراب کی حالت میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔ اور کرسچن ایک میز کے پاس بیٹھا ہوا گاہ بگاہ اس کی تشفی و تسکین کی کوشش کرتا تھا۔

"دو بج گئے" بیورسے نے جیب سے گھڑی نکال کر کہا "اب تک بازیگر کو واپس آ جانا چاہئے تھا"

"بے شک آ جانا چاہئے تھا" کرسچن نے تسلیم کیا "خدا معلوم کیوں دیر ہو گئی"

"لیکن اگر لارا اسے خط کا جواب نہ پہنچا سکی" ایڈگر بیورسے نے جسکے دل میں صدہا شبہات پیدا ہو رہے تھے کہا۔

مرضِ عشق کے بیماروں میں یہ عارضہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ وہ ہی اپنے دل میں کئی طرح کے وسوسے پیدا کر لیا کرتے ہیں۔ یہی حالت اس وقت ایڈگر بیورسے کی تھی۔

مگر کرسچن ابھی کچھ جواب نہ دینے پایا تھا کہ دروازہ کھلا۔ اور وہی بازیگر جس نے انہیں بہت کچھ امداد دی تھی حاضر ہوا۔ ایڈگر نے اس کی طرف فکر و تشویش کی نظر سے دیکھا۔ مگر بازیگر کے ہاتھ میں رقعہ دیکھ کر اس کے چہرہ پر رونق آ گئی۔

"خدا کا صد ہزار شکر ہے" اس نے بے اختیار کہا۔ اور رقعہ پہچان کر خط چوما۔

"سردست تم جاؤ" کرسچن نے بازیگر سے کہا "مگر تھوڑی دیر کے بعد پھر واپس آنا ممکن ہے کوئی اور کام لینے کی ضرورت ہو۔"

بازیگر چلا گیا تو ایڈگر بیورسے نے لفافہ پھاڑ کر خط کا مضمون بے تابی سے پڑھنا شروع کیا۔ اس کی بشاشت سے کرسچن نے معلوم کیا کہ خط کا مضمون امید افزا ہے۔

خط پڑھ کر بیورسے نے کرسچن کا ہاتھ بڑے جوش سے دبایا اور کہنے لگا "پیارے ابیشن مبارک ہو کہ ہماری امیدیں بر آئیں۔ لو تم بھی اسے پڑھو"

"نہ۔ یہ ٹھیک نہیں۔" کرسچن نے جواب دیا۔ "ایسی تحریریں غیروں کی نظر میں نہ آنی چاہئیں۔"

"مگر پیارے دوست تم غیر نہیں ہو۔ تم سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔" ایڈگر ہیوڑلے نے جلدی سے کہا۔ "اس خط کو تم سے چھپانا خلاف اعتماد ہوگا۔ کیا ایسی حرکت خلوص و اخلاق سے بعید نہ سمجھی جائے گی ۔۔۔؟"

"تمہارا خیال غلط ہے۔" کرسچن نے قطع کلام کرکے کہا۔ "عاشقانہ خطوں کو ایک خاص تقدس حاصل ہوتا ہے جس کا احترام ہر مرد شریف پر واجب ہے۔ اس لئے مجبور نہ کرو اور خط اپنے ہی پاس رہنے دو۔ صرف اتنا کہہ دو کہ جو تجویز ہمارے پیش نظر تھی۔ اس کی تکمیل کے لئے اب کیا کرنا چاہئے۔ مجھے بہر حال تمہاری امداد سے دریغ نہ ہوگا۔"

"تم جانو۔" ہیوڑلے نے مجبور ہو کر کہا۔ "مگر یہ سن کر تمہیں ضرور حیرت ہوگی۔ کہ اس خط میں رنج و راحت کی خبریں عجیب طریقہ پر ملی ہوئی ہیں۔ راحت اس کی کہ لارا نے اپنے وفائے لازوال کا یقین دلاتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر تم مجھے اس حراست سے بچا لو تو جہاں چاہو میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔ اور رنج اس کا کہ آئندہ میری حیثیت محض ایک غریب فوجی لفٹنٹ کی ہوگی۔ جس کا تمام تر اثاثہ محض اسکی تنخواہ ہوتی ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔" کرسچن نے کہا۔ "موجودہ صورت معاملات یہ ہے کہ اگر تم مس ہال کو حراست سے نکال کر بھگا لے جاؤ ۔۔۔ لیکن مگر مس ہال کا نام ہی تم نے اپنی سرگذشت میں مس نیول ظاہر کیا تھا ۔۔۔؟"

"ہاں اس کا پورا نام لارا نیول ہال ہے۔" ایڈگر نے جواب دیا۔

"خیر تو جیسا میں کہہ رہا تھا۔ اگر تم اسے ساتھ لے کر فرار ہو جاؤ۔ تو غالباً وہ وظیفہ جو تمہیں اپنے تاؤ سے ملا کرتا ہے۔ بند ہو جائے گا۔ مگر یہ کچھ ایسی رنجدہ خبر نہیں۔ کیونکہ بڈھا امیر تمہیں محروم الارث تو بہر حال نہیں کر سکتا۔ جب اس کے اولاد نرینہ نہیں ہے۔ تو اس کے انتقال پر جائز وارث تمہیں ہو سکتے ہو۔"

"افسوس کہ ایسا نہیں ہے۔" ہیوڑلے نے تلخی سے کہا۔ "اس خط سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ایک ایسی دستاویز سے جو بعض دقیانوسی کاغذوں کی مسل سے برآمد ہوئی ہے۔ سر جان سٹیوارڈ کو اس بات کا حق حاصل ہو گیا ہے۔ کہ وہ اپنی جائداد میرے نام چھوڑے یا نہ چھوڑے۔ مگر اس کی سب مجھے کیا پروا ہے۔ جب لارا میرے پاس آگئی۔ میرا افلاس بھی تمول ہو جائے گا۔ بے شک دنیاوی ہوں

میں ہم لوگ غریب ہوں گے۔ مگر ہمارے دل عشق کی دولت سے معمور ہوں گے۔ پیارے ایشٹن تم نہیں جانتے ہو کہ مجھے اس وقت کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ میری امیدیں کتنی بڑھی ہوئی ہیں۔ مجھے مشکلات کی ذرا بھی پروا نہیں۔ پیارے دوست سچ جانو۔ میں زندگی بھر تمہارا ممنون اور شکر گزار رہوں گا۔"

"یہ تمہاری عنایت ہے۔" کرسچن نے جواب دیا۔ "مگر اب یہ بتاؤ کہ آئندہ کیا کرنے کا ارادہ ہے؟"

"معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے شبہات ٹھیک تھے۔" بیورلے نے بیان کیا۔ "واقعی بڈھا سر جان سٹیورڈ لارا کو شادی پر مجبور کر رہا ہے۔ اور اس کی بدکردار بہن ۔۔۔ افسوس مجھے لارا کی اپنی بہن کے حق میں ایسے الفاظ کہنے پڑتے ہیں ۔۔۔ وہ کسی وجہ سے لارا کے شباب و معصومیت کو کہن سالی اور فرسودگی کی قربان گاہ پر نثار کرنے کو تلی ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے لارا نے کسی طرح ان کو مغالطہ میں ڈال دیا ہے۔ کچھ الفاظ جو اس نے کہے تھے۔ ان کا مطلب غلط سمجھا گیا۔ اور اب وہ دونوں یعنی وہ بڈھا کھوسٹ اور اس کی زمانہ ساز بہن یہ سمجھتے ہیں۔ کہ وہ ان کا کہا مان گئی ہے۔ اس کے باوجود وہ اس کی سختی سے نگرانی کر رہے ہیں ۔۔۔"

"اس مشکل کو حل کیا جا سکتا ہے۔" کرسچن نے کہا۔ "آگے کہو"

"خط سے معلوم ہوا ہے کہ جس کمرہ میں لارا سوتی ہے۔ اس کے پاس دو کمرے اور ہیں۔ ایک میں جو اس کی خوابگاہ کے سامنے ہے اس کی بہن مسز آکسنڈن سوتی ہے۔ اور دوسرے میں جو اس کے پچھلی طرف واقع ہے۔ اور حقیقت میں تبدیل لباس کا کمرہ ہے۔ ایک خوفناک جیشن رہتی ہے۔ جو غریب کو ہر وقت دھمکاتی اور ڈراتی رہتی ہے۔"

"مگر اس ہال کے کمرہ میں کوئی کھڑکی ایسی نہیں ہے۔ جو مکان کے اگلی یا پچھلی طرف کھلتی ہو؟" کرسچن نے پوچھا۔

"ایک کھڑکی اگلی طرف موجود ہے۔" بیورلے نے جواب دیا۔ "اور اس کا حال اس خط میں ایسی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ کہ ہمیں اس کی تلاش میں دقت نہ ہوگی۔ لارا نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں کسی بہانہ رات کے ساڑھے نو بجے ہی اپنے کمرہ میں چلی جاؤں گی۔ محافظ عورتوں میں سے جیشن دس اور مسز آکسنڈن عموماً ساڑھے دس بجے اپنے کمرہ میں جایا کرتی ہے۔ گویا ہمیں جو کچھ کرنا ہو وہ ساڑھے نو اور دس بجے کے درمیان کرنا چاہیئے۔"

"کیا مضائقہ ہے۔ ہمارے لئے آدھ گھنٹہ بہت ہے۔" کرسچن نے کہا۔

"محض آدھ گھنٹہ ۔۔۔"

"یعنی پورے تیس منٹ" کرسچن نے امید افزا لہجہ میں کہا۔ "اور ہمارا کام بآسانی تیس سکنڈ!
میں ہوجائے گا۔ وہی بازیگر ہمارے ساتھ ہوگا۔ ایک چو اسپہ گاڑی تھوڑے فاصلہ پر تیار رہیگی
اور ہم مس ٹال کو گاڑی میں بٹھاکر ہوا ہوجائیں گے۔ مجھے پورا یقین ہے۔ کہ ہمیں اس کوشش میں
ضرور کامیابی ہوگی۔"

بازیگر کی واپسی تک دونو دوست اپنی تجویز کو مختلف پہلوؤں سے پختہ کرنے میں مصروف
رہے۔ وہ آیا۔ تو اس کو بعض ضروری ہدایات دی گئیں۔ اور جو کام وہ کرچکا تھا اس کا معاوضہ بھی
ادا کردیا گیا۔ بازیگر اس بات سے خوش کہ ایسا نفع بخش کام اس آسانی سے مل گیا۔ دعائیں دیتا
رخصت ہوا۔

اب ایڈگر بورلے کو ہر طرح مطمئن ہونا چاہئے تھا۔ مگر نہیں عشق امید وبیم کا مذہب ہے
قلب عاشق میں جس تیزی سے امید پیدا ہوتی ہے۔ اسی سرعت سے بدگمانی اس کی جگہ لینے کو
آجاتی ہے۔ کیونکہ عاشق کے دل میں امید و یاس۔ اعتماد و بدگمانی یہ سب مل جل کر رہتے ہیں ان
اوقات میں جب ہر طرف یاس کی بھیانک صورت نظر آتی ہو بلاکشان محبت کا دل امید کا مسکن
بنا رہتا ہے۔ اور جن موقعوں پر حالات امید افزا ہوں۔ وہ شدت یاس سے گھبرانے لگتا ہے
فی الاصل جذبۂ عشق کی ہر تہ میں تردید کا عنصر موجود ہے۔ مگر جس طرح بہت بڑا دریا چھوٹی چھوٹی
ندیوں کو جذب کرتا ان کے پانی کو اپنی تیز دھار کے ساتھ بہائے لئے جاتا ہے۔ اسی طرح موج
عشق اپنی پرجوش رفتار میں ان بیشمار مختلف ومتضاد جذبات کو بھی جو اس کی تہ میں پیدا ہوتے
ہیں۔ بہائے جاتی ہے۔ اور وہ جذبات اختلاف وافتراق باہمی کے باوجود اس کے بہاؤ کو
تیز تر بنانے میں مدد دیتے ہیں۔ استعارہ کی تکمیل ملاحظہ ہو کہ موج عشق کی طرح آب دریا کبھی تنگ
سیاہ چٹانوں کے بیچ میں گذرتا ہوا ان کے سایہ کی تاریکی قبول کرکے سورج کی روشنی قطعاً خارج کر
دیتا ہے۔ مگر ذرا ہی آگے چل کر جب لہلہاتے ہوئے کھیتوں اور فراخ میدانوں سے گذرتا ہے
تو اس کی لہریں آفتاب کی کرنوں سے ہمکنار ہوکر روشن اور ضیا ریز بن جاتی ہیں۔ اب اسی
پانی میں ناہموار چٹانوں کی سیاہی کی بجائے ان خوشنما پھولوں کا سایہ نظر آتا ہے۔ جو لب آب اُگے ہوئے
ہیں۔ کیا جوئے عشق کی رفتار اس سے مختلف ہے؟ شاعر نے خوب کہا ہے کہ عشق کا دریا کبھی ایک
رو پہ نہیں بہتا۔ اور اگر قلب انسانی میں اس کے آغاز سے لے کر اس کی ترقی وتکمیل پر ایک سرسری
نظر ڈالی جائے۔ جب اسکی ابتدا کا مقابلہ اس انتہا سے کیا جائے جب اس کی بے پایاں سطح پر مسرت

وانبساط کی کشتی جھکولے لیتی ہوئی چلتی ہے۔ تو ثابت ہوگا کہ عشق کی رفتار دنیا کے بڑے دریاؤں
کی چال سے عین مشابہ ہے۔ اُن کی طرح عشق کا آغاز بھی سوتے کی باریک روپہلی دھار کی صورت میں
دل کے ویرانہ میں ہوتا ہے۔ مگر اس کے بعد یہی دھار گاہ نمایاں گاہ پوشیدہ کبھی تیز کبھی ہلکی کہیں
تنگ کہیں فراخ۔ کبھی پایاب کبھی عمیق۔ مگر ہر حال میں پورے استقلال کے ساتھ آگے بڑھتی
جاتی ہے۔ گاہ بگاہ کوئی مشکل۔ فاصل آب کی طرح اس میں حائل ہوتی ہے۔ مگر یہ فوراً اپنے تیز
بہاؤ سے اس روکاوٹ کو دور کر کے بڑھی ہوئی سرعت رفتار کے ساتھ آگے کو چلنے لگتی ہے۔
کبھی آزاد۔ کبھی رکی ہوئی۔ کہیں روشن کہیں تاریک۔ مگر ہمیشہ طاقتور عشق کی ندی اس وقت
تک بڑھی جاتی ہے حتےٰ کہ اس کا رودبار انتہائی عمق و فراخی حاصل کر کے وصل محبوب کے
بحر بیکراں میں جا گرتا ہے یہی وجہ ہے کہ فسانہ نویسوں اور شاعروں کو زور طبیعت دکھانے
کے لئے عشق سے بہتر مضمون نہیں ملا۔ نہ مطربوں کو اس کے سوا کسی چیز میں سامان دلبستگی نظر
آیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قلب انسانی میں اس سے اہم تر کوئی جذبہ نہیں۔ اس میں یاس و امید
راحت و ادبار کے امکانات یکساں پائے جاتے ہیں کبھی یہ برکت اور کبھی لعنت ثابت
ہوتا ہے۔ بہر حال یہ ایک زبردست جذبہ ہے جس نے ہمیشہ دنیا کے عظیم الشان کاموں کی
تکمیل میں مدد دی ہے۔ پس کوئی مصنف سلسلہ داستان کو تھوڑی دیر کے لئے ترک کر کے
عشق کے عالی شان مضمون پر خامہ فرسائی کی جرأت کرے۔ اور اس کی عظمت کا حال بیان کرنے
لگے تو ناظرین کو چاہئے وہ اسے قابل معافی سمجھیں۔ کیونکہ یہ وہ مبحث ہے جس پر ازل سے مضمون
لکھے گئے اور ابد تک لکھے جائیں گے۔ مگر اس کی تکمیل پھر بھی نہ ہو سکے گی۔

خیر جیسا ہم نے آغاز میں لکھا تھا۔ کہ قلب عاشق میں جس تیزی سے امید پیدا ہوتی ہے۔ اسی
سرعت سے یاس و بدگمانی اس کی جگہ لینے آجاتی ہے۔ یہی حالت ایڈگر مورلے کی تھی۔ لارا کا خط
پڑھ کر پہلے دل میں امید پیدا ہوئی تھی۔ مگر جوں جوں تکمیل کار کا وقت قریب آیا تو غریب کے صدہا
تفکرات اور اندیشے پیدا ہونے لگے۔ کرسچن نے جہاں تک ممکن تھا تشفی و تسکین کی کوشش
کی اور سمجھایا کہ جب اس وقت تک ہماری کوششیں کارگر ہوئی ہیں تو ناممکن ہے کہ آئندہ نہ ہوں
مگر ہر قسم کی تسلیاں ایڈگر کے اندیشوں کو رفع نہ کر سکیں۔ اور ہمارا خیال ہے اگر اسابیلا کے
معاملہ میں ایسی حالت کرسچن کو پیش آتی۔ تو اسے بھی کچھ کم اندیشے نہ ہوتے۔ بہر حال ہمیں داستان
کے اس حصہ کو طول دینا منظور نہیں۔ اس لئے مزید تفصیل کے بغیر ان واقعات کا ذکر کرتے ہیں

جو اس یادگار دن کی رات کو پیش آئے۔

نو بج کر بیس منٹ ہوئے تھے کہ ایک چھوٹی سی گاڑی آہستہ چلتی ہوئی ورنر ہوس کے پاس پہنچی گھوڑوں کی رفتار اس خیال سے مدھم رکھی گئی تھی۔ کہ مکان کی چار دیواری میں کسی کو آواز سنائی نہ دے۔ گاڑی میں تین آدمی تھے۔ ایک ایڈگر بیورلے دوسرا کرسچن ایشٹن اور تیسرا آدمی ان کا دوست بازیگر جس نے اس وقت سادہ لباس پہنا ہوا تھا۔ مکان سے قریباً ایک سو گز کے فاصلہ پر گاڑی ٹھہر گئی۔ اسے اتنا قریب لانے کی ضرورت بھی محض اس لئے سمجھی گئی۔ کہ اگر کسی نے ان مفروروں کا تعاقب کیا تو گاڑی میں بیٹھ کر بھاگنے میں آسانی ہوگی۔ علاوہ بریں سڑک کے اس حصہ میں درخت گنجان تھے۔ اور دورویہ شاخوں کے مل جانے سے اتنی تاریکی تھی کہ کسی کو گاڑی کی موجودگی کا علم نہ ہو سکتا تھا۔ بیورلے۔ ایشٹن اور بازیگر تینوں گاڑی سے اُترے مگر چابک سوار جنہیں ہر قسم کی ضروری ہدایات پہلے سے دے دی گئی تھیں۔ اور ان کے ساتھ معاوضہ بھی معقول طے ہوا تھا گھوڑوں پر ہی بیٹھے رہے۔ اور تینوں آدمی بڑی احتیاط سے قدم اُٹھاتے۔ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے ورنر ہوس کی طرف چلے۔ درختوں کے ایک کنج کے پاس پہنچکر انہوں نے ایک سیڑھی نکالی جسے کرسچن اور ایڈگر کی ہدایات کے مطابق بازیگر سرشام وہاں رکھ آیا تھا۔ مگر سیڑھی نکالی ہی تھی کہ یکایک رات کی تاریکی میں ایک عورت پیچھے سے ان کی طرف آتی ہوئی نظر آئی۔ وہ اسی طرف سے آرہی تھی۔ جدھر گاڑی کھڑی تھی۔ اس سے شک ہوا کہ اس نے ضرور اسے دیکھا ہوگا۔ یہ بھی خیال آیا۔ کہ اگر وہ ورنر ہوس کے ملازموں میں سے کوئی ہے تو ضرور جا کر خبر کر دے گی۔ یہ سب خیالات آن واحد میں ایڈگر اور اس کے ساتھیوں کے دل میں پیدا ہوئے۔ اور وہ کچھ کہا ہی چاہتا تھا۔ کہ کرسچن بول اُٹھا۔ "ارے یہ تو جبشن ہے"!

اتنا کہتے ہی وہ دوڑ کر اسکی طرف گیا۔ اور جبشن کا بازو مضبوط پکڑ لیا۔ سیاہ فام عورت کا خوفناک چہرہ اور لباس تاریکی میں بھی نہ چھپ سکا۔ اور کرسچن نے جان لیا کہ یہ وہی عورت ہے جسے میں نے ایک مرتبہ پچھواڑے کے باغ میں دیکھا تھا۔ اور جس کا ذکر لارا نے ایڈگر بیورلے کی چٹھی میں بھی کیا تھا۔ کرسچن نے اُسے پکڑا۔ تو عورت کے منہ سے خوف کی چیخ نکلی۔ مگر کرسچن نے

۵؎ ولایت میں اس قسم کی گاڑیاں چلانے کا عام طریقہ یہی ہے کہ گھوڑوں کو ہانکنے والے گاڑی پر بیٹھنے کی بجائے گھوڑوں پر سوار ہو جاتے ہیں۔ امید ہے اس توضیح سے کسی طرح کی غلط فہمی نہ ہوگی ۱۲ (مترجم)

اسے تسلی دی۔ پھر بھی حبش کی صورت سے انتہائی اضطراب کا اظہار ہوتا تھا۔ وہ کانپتی ہوئی بار بار کہتی تھی۔ خدا کے لئے میری جان بخشی کی جائے۔

"دیکھو اگر تم چپ رہوگی۔ تو ہم تمہیں کچھ نہ کہیں گے۔" کرسچن نے اس سے کہا۔ اور پھر ہیورلے سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "تم دونو چلو۔ میں اس عورت کو اس وقت تک پکڑے رہونگا۔۔۔"

اس نے قصداً فقرہ کو ناتمام رکھا۔ مگر ہیورلے نے مطلب سمجھ لیا اور بازیگر کو ساتھ لے کر مکان کی طرف رخصت ہوا۔ بازیگر نے سیڑھی کندھے پر رکھلی۔ اور ایڈگر اس کے آگے آگے ہو لیا حبش کو اپنی حراست میں رکھنے کا فیصلہ کرسچن کی ذکاوت پر مبنی تھا۔ کیونکہ لارا کو بچانے کا فرض ایڈگر ہیورلے ہی انجام دے سکتا تھا۔ اور بازیگر کی نسبت یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ حبش کی پوری حفاظت کرے گا یا نہیں۔

کرسچن نے سوچا۔ کیا عجب تنہا رہ جانے پر حبش اسے سرجان سے ایڈگر کی نسبت زیادہ معاوضہ دلانے کا وعدہ کرے اور وہ لالچ میں آکر اسے چھوڑ دے۔ پس اس عورت کو محفوظ رکھنے کا بہترین طریقہ یہی معلوم ہوا۔ کہ خود اس کی حفاظت کی جائے۔

ہیورلے اور بازیگر رخصت ہو گئے۔ تو کرسچن نے حبش سے کہا "میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اگر خاموش اور بے حرکت رہوگی تو تمہیں گزند نہ پہنچایا جائے گا۔ مگر سچ پوچھو تو تمہارے ایسی سیاہ سیاہ دل عورت سے جو ایک معصوم و بے گناہ لڑکی کی قید میں حصہ لیتی رہی ہے۔ رحم کا سلوک کرنا نا واجب ہے۔"

کرسچن نے یہ الفاظ تہدید کے لہجہ میں کہے تھے۔ سیاہ فام عورت انہیں سُن کر ڈر گئی۔ مگر چپ ہی رہی۔ اس عرصہ میں ایڈگر ہیورلے بازیگر کو ساتھ لئے ورزہوس کی طرف چلا گیا۔ عشق کی ہزار آنکھیں مشہور ہیں۔ پاس جاکر اس نے بآسانی معلوم کر لیا کہ لارا کس کمرہ میں رہتی ہوگی۔ اس شناخت میں اس وجہ سے اور مدد ملی کہ جیسے ہی یہ دونو مکان کے پاس پہنچے۔ اس کمرہ میں جس کی نسبت ایڈگر کو گمان تھا۔ سفید روشنی نمودار ہوئی۔ عاشق کا دل اس زور سے دھڑکنے لگا۔ کہ اس کی حرکات گنی جا سکتی تھیں۔ ورزہوس کے پاس جاکر انہوں نے یہ تحقیق کرنا ضروری سمجھا کہ آس پاس کوئی چھپا ہوا تو نہیں ہے۔ رات اندھیری تھی۔ مگر بہت دیر تک غور سے سننے کے باوجود کوئی مشتبہ آواز کانوں میں نہ آئی۔ نہ کوئی دھندلی صورت ادھر اُدھر حرکت کرتی دکھائی دی۔ ہر طرح مطمئن ہو کر بازیگر نے سیڑھی لارا کی خوابگاہ کی کھڑکی کے ساتھ لگا دی۔ اور ایڈگر نے اوپر چڑھ کر آہستہ سے کھڑکی کا شیشہ

لو بلا، جب تک اندر سے جواب ملتا۔ ایڈگر سخت فکر و تشویش کی حالت میں رہا۔ کھڑکی کے اندر بھاری پردے لٹک رہے تھے۔ جن کی وجہ سے کمرہ کا اندرونی حصہ نظر نہیں آتا تھا۔ وجہ تشویش یہ تھی۔ کہ ایسا نہ ہو لارا کسی اور کمرہ میں رہتی ہو۔ یا بالفرض یہی اس کا کمرہ ہو تو ممکن ہے اس وقت کوئی اور اسکے پاس موجود ہو۔ بے شبہ اس نے اپنے خط میں لکھا تھا۔ کہ میں اپنے کمرہ میں تنہا رہتی ہوں۔ پھر بھی کیا عجب اس وقت اس کی بہن یا کوئی خادمہ اس کے پاس ہو۔

ایڈگر بیورے کی یہ تشویش بہت دیر نہیں رہی۔ آواز سن کر کسی نے کھڑکی کے پردے ہٹا دیئے۔ معاً ایڈگر کو شیشہ کے اندر سے لارا کی پیاری صورت دکھائی دی۔ اس وقت اس کا دل جس زور سے دھڑکتا اور سینہ میں خوشی کی جو امنگیں پیدا ہوتی تھیں۔ ان کا صحیح اندازہ ناظرین خود کر سکتے ہیں۔ پردے ہٹانے پر شمع کی روشنی میں لارا کو بھی ایڈگر کا چہرہ نظر آیا۔ اور چونکہ اسے بھی اس سے اتنی ہی محبت تھی جتنی ایڈگر کو اس سے تھی۔ اس لئے اسے دیکھتے ہی لارا کے چہرہ پر رونق آگئی۔ مگر اس خوشی میں بھی انہوں نے حزم و احتیاط کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ لارا نے بہت آہستہ سے کھڑکی کھولی۔ اور ایڈگر نے اس کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے پیار سے بوسہ دیا۔

"آؤ۔ پیاری آؤ۔" اس نے آہستہ مگر پر جوش لہجہ میں کہا۔ "گاڑی تیار ہے۔ اب ایک لمحہ کی دیر نہ ہونی چاہیئے۔"

"پیارے ایڈگر" حسین لارا نے آہستہ سے کہا۔ اور اس وقت فرط مسرت سے اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ "تم نہیں جانتے۔ میں نے یہاں رہ کر کیا کیا دکھ سہے ہیں۔ شکر خدا کہ اب آزادی قریب ہے۔ بہرحال" اس نے زیادہ مستقل لہجہ میں سنجیدگی سے کہا۔ "بہرحال تمہارے احسانات کو میں عمر بھر نہ بھولوں گی۔"

اپنے دلدار کا ہاتھ گرمجوشی سے دبا کر وہ ڈوبی اور شال لینے پیچھے مڑی۔ مگر دل اس زور سے دھڑکتا۔ اور ہاتھ اس طرح کانپ رہا تھا۔ کہ معلوم ہوتا تھا مصیبت کی طرح خوشی میں بھی انسان کو بے بس بنانے کی تاثیر ہے۔ آخر چند منٹ کے عرصہ میں جو بیچارہ صابر عاشق کو صدیوں کے برابر طویل معلوم ہوا وہ لباس پہن کر تیار ہو گئی۔ اور دوبارہ کھڑکی کے پاس آئی۔ مگر اب بھی اتنی خوفزدہ اور مضطرب نظر آتی تھی۔ کہ ایڈگر نے محسوس کیا۔ وہ انتہائی حزم و احتیاط کے بغیر سیڑھی کی راہ سے نیچے نہ اتر سکیگی۔

کھڑکی کے چھجے پر قدم رکھ کر وہ خود بھی کمرہ میں چلا گیا۔ کہ لارا کو سہارا دے کر اتر سکے۔ مدد دینے اور ہر قدم پر اس کا ہاتھ پکڑے رکھے۔ سب تیاری مکمل ہو چکی تھی کہ عین اس وقت اگلے کمرہ کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی جسے سن کر لارا کے چہرے کی رنگت لاش کی طرح زرد ہو گئی۔ اور وہ ڈری ہوئی آواز سے کہنے لگی۔ "امی بہن آ گئی"

ایڈگر ہیورلے نے اس خطرہ میں بھی اوسان بحال رکھے۔ ہمت برقرار رکھ کر دوڑتا ہوا اس دروازہ تک گیا۔ جو دو کمروں میں حائل تھا۔ اور مسز آکسنڈن اُسے کھولا ہی چاہتی تھی کہ اس نے اندر سے بند کر دیا۔ یہ کر کے وہ پھر لارا کے پاس چلا گیا۔

"لارا دروازہ کھولو۔" مسز آکسنڈن نے بند دروازہ کے باہر سے چلا کر کہا۔ "جلدی کرو۔ میں حکم دیتی ہوں۔"

"لارا پیاری ہمت برقرار رکھنا۔ اور خدا کے لئے اوسان نہ ہار دینا۔" ہیورلے نے آہستہ سے اس نازنین کو کہا۔ "گھبراؤ گی تو بنا بنایا کام بگڑ جائے گا۔"

مگر بند دروازہ کے باہر مسز آکسنڈن کی آواز جتنی تیز ہوئی۔ اسی قدر غریب لڑکی سہمی جاتی تھی بہن کی طرف سے اس کے دل میں اتنا خوف تھا کہ ایڈگر کی تسلیاں اور دلاسے بھی مفید اثر پیدا نہ کر سکے۔ پھر بھی کچھ اس کی امداد کچھ اپنی ہمت سے وہ کھڑکی کی راہ سے نکل کر زینہ پر پہنچی مگر اب دروازہ کے باہر مسز آکسنڈن کی آواز آنی رک گئی تھی معلوم ہوتا ہے۔ وہ تیز چل کر واپس چلی گئی۔ گو لارا اور ایڈگر ہیورلے نے اپنے اضطراب میں اس کے پاؤں کی چاپ نہیں سنی۔

اب خطر عظیم کا سامنا تھا۔ یوں تو ہیورلے کو لارا کی خاطر جان تک لڑا دینے سے دریغ نہ تھا۔ مگر یہ حقیقت بھی پیش نظر تھی۔ کہ سر جان کے بے شمار نوکر اس آڑے وقت میں ضرور اس کو مدد دیں گے۔ اور ان سب پر غالب آنا صریحاً غیر ممکن تھا۔ جوں توں کر کے لارا کچھ اپنے دلدار اور کچھ بازیگر کی مدد سے زینہ سے اتری۔ ایڈگر بھی فوراً ہی اس کے پیچھے آ گیا۔ اور تینوں اس چو اسپہ گاڑی کی طرف جو درختوں کے سایہ میں چھپی ہوئی تھی دوڑے۔ عین اس وقت درہ ہوس کا صدر دروازہ کھلا۔ اور سر جان سٹیوارڈ اور مسز آکسنڈن باہر نکلے۔ ان کے پیچھے نوکروں کی ایک قطار برآمد ہوئی۔ دیکھتے دیکھتے تین چار آدمیوں نے ایک بغلی دروازہ سے نکل کر تھپا چلتے ہوئے مفروروں کا رستہ روک لیا۔ صاحب ہیورلے نے لارا کو گود میں اٹھا لیا اور اندھا دھند گاڑی کی طرف بھاگنے لگا۔ مگر سر جان کے آدمی رستہ روکے کھڑے تھے۔ انہو

نے فوراً اس کو پکڑ لیا۔ لارا کو تو وہیں غش آگیا۔ مگر ایڈگر نے استقلال نے اور تقویت حاصل کی
لیکن اب ایک سخت مشکل یہ پیش آئی کہ اگر وہ مقابلہ کی کوشش کرتا ہے تو لارا کو چھوڑنے پر
مجبور ہے۔ اور نہیں چھوڑتا تو خود بے بس ہے۔ حالت یاس میں اس نازنین کو بائیں بازو سے
تھام کر دائیں سے اس نے اس زور سے مکے لگانے شروع کئے کہ حملہ آوروں میں سے دو تو فوراً
ہی فرش زمین پر گر گئے۔ اس کام میں بازیگر نے بھی بہت مدد دی اور شور وشر کی آواز سن کر
کرسچن بھی امداد کو پہنچ گیا۔ ان دونوں یعنی کرسچن اور بازیگر نے جہاں تک ممکن تھا دشمن کو روک
کر ایڈگر کے لئے فرار کا رستہ صاف کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے لڑائی کا سارا بوجھ
اپنے اوپر لے لیا۔ اور قریب تھا کہ اپنی ہمت و استقلال سے اس کوہ وکاہ کے مقابلہ
میں کامیاب ہو جاتے کہ عین دم آخر میں نوکروں میں سے ایک نے کرسچن کو اس زور کا لٹھ
رسید کیا۔ کہ غریب چکرا کر فرش زمین پر گر پڑا۔ بازیگر نے جب دیکھا کہ بازی مات ہوئی۔ تو
بھاگ نکلا۔ ناچار بیورلے اور لارا پکڑے گئے۔

"ان بدمعاشوں کو ... لے چلو" سرجان نے کڑک کر کہا "میں ابھی اپنے مجسٹریٹی اختیارات
سے ان بدمعاشوں کا چالان کرتا ہوں۔ مسز آکسنڈن تم اپنی بہن کو لے جاؤ۔"

ان احکام کی فوراً تعمیل کی گئی۔ مسز آکسنڈن جبشن کی مدد سے۔ جو کرسچن کے اس
طرف آنے پر آزاد ہو گئی تھی۔ بیہوش لارا کو مکان پر لے گئی اور چند آدمی ایڈگر اور کرسچن دونو
کو گرفتار کر کے سرجان سیٹوارڈ کے اجلاس میں لے چلے۔

باب ۴۷
تاثیر عشق

کرسچن کو چوٹ سخت آئی تھی لیکن رگوں میں جوانی کا خون تھا۔ اس لئے جلدی بحال ہو گیا۔ مگر ہوش
میں آیا تو اپنے آپ کو چھ تنے ہوئے نوجوانوں کی حراست میں پایا۔ نظر اٹھائی تو اپنے دوست بیورلے
کو بھی اسی حالت میں دیکھا۔ معلوم ہو گیا کہ مہم ناکام رہی۔ بلکہ اس سے حالت بد سے بدتر
ہو گئی۔ بیورلے کے دل کی کیفیت جو کچھ تھی۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ مگر ظاہر میں اس نے
وقار آمیز سکوت قائم رکھا ہوا تھا۔ کیونکہ وہ دیکھنا چاہتا تھا۔ کہ تم مجھ سے کیا سلوک کرینگے

کرسچن بھی خاموش تھا بہرحال اس ناکامی پہ اسے اپنے دوست سے کچھ کم افسوس نہ تھا۔
البتہ سر جان سیورڈ کا جلال زوروں پہ تھا۔ شاہانہ سطوت سے چلتے آپ کھانا کھانے کے کمرہ میں میز کے سرے پر بیٹھ گئے اور پھر نوکروں نے ایڈگرا اور کرسچن کو خونی ملزموں کی حیثیت میں پیش کیا۔ مسز آکسنڈن چونکہ لارا کو چھوڑ واپس نہ آئی تھی۔ اس لئے وہ غیر حاضر تھی۔

"میں چاہتا ہوں مجسٹریٹ کی حیثیت میں خود ہی اس مرتبہ کی سماعت کروں۔" سر جان سیٹوارڈ نے کہا "گو ایسا کرتے ہوئے مجھے اس رشتہ کا کچھ لحاظ نہ ہوگا جس کا دعوے قید یک میں سے ایک کو ہے . . کیوں مگر" اس نے یکایک رُک کر کہا "میں نے نہیں پہلے کہیں دیکھا ہے" اور یہ کہتے ہوئے اس نے کرسچن کے چہرہ کو بغور دیکھنا شروع کیا۔
"جی ہاں۔ ہماری ملاقات اس وقت ہوئی تھی جب اس معصوم لڑکی کی سیاہ کار رہزن اسے فریب دے کر آپ کے مکان پر لائی تھی۔" کرسچن نے استقلال سے جواب دیا۔
"گستاخ! بیہودہ!" سر جان سیٹوارڈ نے غصہ کی حالت میں کسی قدر اٹھتے ہوئے کہا "اس طرح کے شرمناک الفاظ میرے سامنے کہتے ہو!"
"دیکھئے آپ میرے محترم دوست ہیں۔" بیورلے نے کرسچن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "میں ان کی طرف سے آپ کی بد زبانی آپ ہی کو واپس دیتا ہوں۔"
"اوہ! اوہ!" سر جان سیٹوارڈ نے حقارت سے کہا "کن بدمعاشوں سے پالا پڑا ہے۔"
اس موقعہ پر مسز آکسنڈن بھی آگئی۔ اس نے آتے ہی کرسچن کو پہچان لیا۔
اپنے سر کو انداز نخوت سے اٹھا اور سرمگیں آنکھوں سے کرسچن پر نگاہ غضب ڈال کر کہنے لگی "میں پہلے ہی جانتی تھی تم کوئی شریر لڑکے ہو۔ اور دوسروں کے معاملات میں بے جا دخل اندازی تمہارا کام ہے۔"
"کیا خوب! بے جا دخل اندازی!" کرسچن نے آزادی سے جواب دیا۔ "کیا ایک معصوم پاکباز لڑکی کو ظالموں کے جبر و تشدد سے بچانا اسی کا نام بے جا دخل اندازی ہے؟ میں کیا ہر شخص کا فرض ہے کہ ایسے موقعہ پر مظلوم کی حمایت کرے۔ ہیں نے اس کام کو مرضی سے اپنے ذمہ لیا تھا۔ اور اگر اس کوشش میں کامیابی نہ ہوئی تو یہ اطمینان کیا کم ہے کہ میں نے ادائے فرض میں کوتاہی نہیں کی۔ اب آپ جی کھول کر گالیاں دیں۔" اور سر جان سیٹوارڈ بھی اپنے خیالات

سے جو سزا چاہیں تجویز کریں۔ بہرحال میری کوششوں کا صلہ مل گیا۔ میرے ضمیر کو یہ تسکین حاصل ہو گئی۔ کہ جو کچھ ہوا وہ راستی اور انصاف کی حمایت میں تھا۔"

"شاباش! میرے بہادر نوجوان دوست۔ شاباش!" ایڈگر بیورے نے پرجوش لہجہ میں کہا۔ "میرا اپنا اعتقاد یہ ہے کہ جو کام [illegible]ن اور انصاف یا صداقت اور پاکبازی کی حمایت میں کیا جائے۔ اس میں گو عارضی ناکامی ہو۔ ممکن ہے جابر کو وقتی کامیابی حاصل ہو جائے۔ بہرحال آخری فتح حق و عدل کی ہوتی ہے۔ برے کام کا نتیجہ ہمیشہ برا ہے۔ اور یہ بات میں سر جان سٹیوارڈ کے منہ پر کہتا ہوں۔۔۔"

"چپ بدمعاش!" بیرونٹ نے گرج کر کہا۔ پھر ان نوکروں سے جو اس وقت پولیس کا فرض انجام دے رہے تھے۔ مخاطب ہو کر حکم دیا۔ "فرمانبردار سپاہیو۔ ان بیوقوف واعظان اخلاق کو مضبوط پکڑے رہو۔ میں بہت جلد انہیں جیلخانہ بھیج کر سارا بل نکال دونگا۔ ان کے خلاف الزامات کی فہرست بہت لمبی ہے۔ نقب زنی۔ تشدد۔ حملہ۔ ضرب شدید۔ اغوا اور میرے خیال میں۔۔۔ میرے خیال میں۔۔۔"

وہ فقرہ کو مکمل نہ کر سکا۔ کیونکہ تلاش بسیار کے باوجود ان کو زیادہ سنگین الزام نہ ملا۔

"اس نوجوان نے۔" مسز اکسٹن نے کرسچن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "حبشی عورت کو پکڑا۔ اور کنگ منٹ سٹرک پر اس جگہ جہاں ان کی گاڑی کھڑی تھی زیر حراست رکھا"

"گویا یہ لوگ تشدد کے علاوہ حراست بے جا کے بھی مرتکب ہوئے۔" سر جان نے بدستور جوش کی حالت میں کہا۔ "میرے خیال میں ان کا جرم مجموعی طور پر رہزنی سے کم نہیں کیوں نہ ان نابکاروں کو بدمعاش اور آوارہ گرد قرار دے کر ڈیڑھ مہینہ حوالات میں رکھا جائے؟"

"سر جان سٹیوارڈ۔" ایڈگر بیورے نے غصہ اور تکبر سے کہا "یاد رکھئے میں سرکاری فوج کا افسر ہوں۔۔۔"

"اس سے تمہیں سکون و امن قائم رکھنا لازم تھا۔ نہ خود امن شکنی کا مرتکب ہونا"

"دیکھئے آپ مجھے سب حال کہنے پر مجبور کر رہے ہیں" بیورے نے بدستور غصہ کے لہجہ میں کہا۔ اور ساتھ ہی اوباش بیرونٹ کی طرف قہر آلود نظروں سے دیکھا "سر جان سٹیوارڈ۔۔۔"

"خاموش!" بڈھے نے جوش سے ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "اب میں تمہیں اپنا تھیجا

نہیں سمجھتا ۔ میں تمہیں عاق کر چکا ہوں ۔ میں تمہیں ۔ خاندان کا عضو معطل سمجھتا ہوں ۔ ۔ ۔"

"سمجھے پروا نہیں ۔" ایڈگر میدیسے نے تو کر دی لی مضبوط گرفت کو ڈھیلا کر کے بڑے فخر سے سر اٹھا کر کہا ۔" آپ ان دفعات سے پہلے ہی ایسا کر چکے ۔ تیار تھے ۔ علاوہ ازیں مجھے ان دھمکیوں کی اس لئے بھی پروا نہیں ہے کہ میں آپ کا بھتیجا ہو ۔ باعث عزت نہیں موجب شرم سمجھتا ہوں ۔ آپ نے مجھے بولنے سے روک دیا تھا ۔ مگر جو کچھ میرے دل میں ہے ۔ میں اسے بے تامل ظاہر کروں گا ۔ میری آزادی آپ کے اختیار میں ہے ۔ اس سے جو جی چاہے سلوک کیجیے ۔ مگر زبان اب تک میری ہے ۔ اسے آپ بند نہیں کر سکتے ۔ پس سنئے اور یاد رکھیے کہ ملزم میں نہیں خود آپ ہیں ۔ میں الزام عائد کرتا ہوں ۔ کہ آپ نے ایک جوان لڑکی کو خلاف منشا اپنے مکان پر حراست بیجا میں رکھا ۔ میں الزام عائد کرتا ہوں کہ آپ نے تہدید و تشدد سے اسے ایسی شادی پر مجبور کرنے کی کوشش کی جس سے اُسے نفرت اور کراہت ہے ۔ میں الزام عائد کرتا ہوں کہ آپ نے ایک بدکردار عورت سے مکر ۔ ۔ ۔"

"سرجان ۔ سرجان" مسز آکسنڈن نے جس کا چہرہ جوش غضب سے سرخ ہو رہا تھا ۔ چیخ کر کہا ۔" ایسی شرمناک تقریریں کب تک برداشت کی جائیں گی ؟ کب تک آپ اپنے سامنے میری بے عزتی ہوتے دیکھیں گے ؟ ۔ ۔ ۔"

"ایک عورت کے لیے سخت الفاظ کہتے ہوئے دل کو رنج ہوتا ہے" ایڈگر نے کہا "مگر جب عورت ایسی ہو" اور اس نے مسز آکسنڈن کی طرف خاص طور پر اشارہ کیا ۔ "تو میں سمجھتا ہوں ہر قسم کی صاف گوئی روا اور قابل معافی ہے ۔ اب بھی تمہارے دوست سرجان سیوارڈ نے مجھے اور میرے فیاض دوست کو سزائے قید کا حکم سنانے کی جرأت کی ۔ تو میں بے تامل کہہ دونگا ۔ ۔ ۔"

عین اس وقت کسی نے صدر دروازہ پر زور سے دستک دی ۔ اس سے پہلے مکان کے سامنے کسی گاڑی کے ٹھیرنے کی آواز بھی آئی تھی ۔ مگر اس کمرہ میں جہاں یہ کارروائی ہو رہی تھی کسی نے نہیں سنی ۔ کیونکہ ہر شخص جوش کی حالت میں تھا ۔

"خدا معلوم کون ہے ۔" سرجان نے گھبرا کر کہا ۔ "خیر میں اس کارروائی کو تھوڑی دیر کے لئے ملتوی کرتا ہوں ۔ کیونکہ ممکن ہے کوئی مجھ سے ملنے آیا ہو ۔ دونو قیدیوں کو بدستور حراست میں رکھا جائے ۔ اور ایڈگر اگر تم اپنے آپ کو کسی رحم کا مستحق بنانا چاہتے ہو ۔ تو میں ہدایت کرتا ہوں کہ

چپ رہو۔ بکواس کرو گے تو میرا غصہ اور بھڑکے گا۔"

جوبرلے نے اس کی طرف حقارت سے دیکھا۔ مگر زبانی کچھ نہیں کہا۔ موجودہ حالت میں وہ کسی نہ کسی طرح اس نوجوان کو مشکل سے چھڑانا چاہتا تھا۔ جو اس کی مدد کرنے کے جرم میں مبتلائے مصیبت ہوا۔

مسٹر جان سٹیوارڈ مسز آگ[illegible]ن کو ساتھ لے کر کمرے سے چلا گیا۔ اور وہاں صرف ایڈگر اور کرسچن ملازموں کی حراست میں رہ گئے۔ جس وقت مسٹر بیرونٹ اور دو عورتیں ڈیوڑھی میں پہنچے تو نوکر دروازہ کھول کر ایک متوسط العمر آدمی کو مکان میں داخل کر رہا تھا۔ یہ شخص جس کے اوورکوٹ کی جیب سے کئی کاغذات کے سرے باہر نکلے ہوئے تھے۔ مسٹر اینڈریوز لندن کا ایک نامی وکیل تھا۔ مگر بیرونٹ کو اس کے آج نہیں کل آنے کی امید تھی۔

مسٹر اینڈریوز چالاک ہوشیار اور بانونی آدمی تھا۔ راب و آداب شستہ لیکن صاحب حیثیت موکلوں کے سامنے وہ عاجزانہ انکسار کی حد تک پہنچے تھے۔ وہ مجموعی طور پر بُرا یا بے اصول نہ تھا۔ اور اپنی مرضی سے کوئی کام خلاف دیانت کرنے کو بھی آمادہ نہ ہوتا تھا۔ مگر ایک ہوشیار مغز وکیل کی حیثیت میں وہ اپنے موکلوں کو ہمیشہ سب سے زیادہ رعایت کا حقدار سمجھتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس پیشے کے آدمیوں کو اگر اپنے غرض میں مصلحت آمیز جھوٹ بولنے۔ خوشامد کرنے یا کسی اور بے جا حرکت پر مجبور ہونا پڑے۔ تو سب کچھ قابل معافی ہے۔

خیر تو یہ شخص تھا۔ جو ڈیوڑھی میں مسٹر جان سٹیوارڈ سے ملا۔ بیرونٹ نے اس کا پرجوش لفظوں میں خیر مقدم کیا۔ اور مسٹر اینڈریوز نے وہ حالات بیان کرنے شروع کئے۔ جن میں اسے وعدہ سے ایک دن پہلے آنے کا اتفاق ہوا۔ اس نے کہا سب کاغذات مکمل ہو چکے تھے۔ پھر معلوم ہوا شام کو ایک ٹرین اس طرف آتی ہے۔ چونکہ آپ کے خطوں سے معلوم ہوا تھا کہ آپ ان کاموں کو جلد طے کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے میں نے خیال کیا کل تک انتظار کرنے کی کیا حاجت ہے۔ کیوں نہ شام کی گاڑی میں ہی سفر کیا جائے۔ بیرونٹ نے مسٹر اینڈریوز کو اس عین الوقتی پر مبارکباد دی۔ اور اثنائے قیام میں اس کی سکونت کا انتظام چونکہ ورنہوس میں ہی کیا گیا تھا۔ اس لئے کرایہ کی گاڑی جس میں سوار ہو کر وہ ریل کے سٹیشن سے آیا تھا۔ رخصت کر دی گئی بیرونٹ نے پہلے اس کا تعارف مسز آگسٹن سے کرایا۔ پھر کمرہ نشست میں لے جا کر ایڈگر بیورلے اور کرسچن کے متعلق سب حالات بیان کئے۔ اتنے میں مسز آگسٹن بہن کی خبر لانے چلی گئی۔ اس

کے جانے پر جب دروازہ بند ہوا۔ تو وکیل نے اپنی کرسی بیرونٹ کے پاس کر لی۔ اور آہستہ سے کہنے لگا "سر جان معاملہ بے ڈھب نظر آتا ہے۔ خدا کے لیے احتیاط سے ہاتھ ڈالیے۔ بلکہ میری رائے میں تو . . . "

"کیا!" بیرونٹ نے چونک کر کہا۔ "کہیں اس دستاویز میں تو کوئی نقص نہیں ہے جس کے مطابق میں اپنے بدکردار بھتیجے کو جائداد اور وراثت سے محروم کرنے کا اختیار رکھتا ہوں؟"

"نہیں۔ وہ تو ٹھیک ہے۔" وکیل نے ہلکے تبسم کے ساتھ جواب دیا۔ "اور انہی کاغذات میں شامل ہے۔" اس نے ان کاغذات کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ جو سامنے میز پر رکھے ہوئے تھے

"تو لاؤ دستخط کر دوں۔" بیرونٹ نے اپنے بھتیجے سے جلد تر انتقام لینے کی نیت سے کہا۔

"آہستہ! سر جان آہستہ!" وکیل نے کہا۔ "معاف کیجیے معاملہ قانونی ہے۔ اسے ریل گاڑی کی رفتار سے طے نہیں کیا جا سکتا۔ پہلے میں اس کا مضمون پڑھ کر سناتا ہوں . . . "

"بس بس رہنے دو" سر جان نے جلدی سے کہا۔ "رسمیات کی کچھ ضرورت نہیں۔"

"مگر حضرت" وکیل نے اسی ہلکے تبسم کے ساتھ مؤدبانہ انداز سے کہا۔ "دستاویز کی تصدیق کے لیے معتبر گواہوں کے دستخط ہونے لازم ہیں۔ یوں میں آپ کے لیے حق مہر کا کاغذ وصیت نامہ اور باقی سب دستاویز تیار کر کے لے آیا ہوں۔ مگر ان کی طرف رجوع کرنے سے پہلے اس معاملہ کو طے کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔"

"اچھا۔ اچھا جس طرح آپ کی مرضی۔" بیرونٹ نے بے زار ہو کر کہا۔ "آپ ہی کہیے مجھے اپنے اس ناہنجار بھتیجے اور اس کے ویسے ہی نابکار دوست سے کیا سلوک کرنا چاہیے؟"

"معاف کیجیے میرے لیے کچھ کہنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے" مسٹر ایڈورڈ نے کہا۔ "پھر بھی میری صلاح مانیے گا تو اس معاملہ میں آپ کوئی کارروائی نہ کیجیے۔ مبادا کل آپ کے خلاف حراست بے جا کا استغاثہ دائر ہو جائے . . . "

"تو کیا پروا ہے۔" بیرونٹ نے کہا۔ "میں جرمانہ ادا کر دوں گا۔"

"وہ بے شک آپ کر دیں گے۔" وکیل نے تسلیم کیا۔ "مگر اس سے جو بدنامی ہوگی۔ اس کا تدارک کیونکر ہو گا؟ معاف فرمائیے۔ میں آپ کے نجی معاملات میں دخل دے رہا ہوں۔ مسز گنڈل کو میں نے آج بار اول دیکھا ہے۔ مگر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ چند سال پیشتر آپ سے اس سے تعلقات رہ چکے ہیں۔ میرے خیال میں مسٹر ہیلڈے کو بھی ضرور اس کا علم ہو گا۔ اور اب آپ خود دیکھ سکتے

ہیں مگر یہ خبر آپ کی نیک نامی کا موجب نہیں ہو سکتی۔ کہ آپ نے ایک سابقہ داشتہ کی بہن سے شادی کی۔ اس لئے میں عرض کرتا ہوں کہ ہر پہلو سے سوچ کر عمل کیجئے۔ آپ سمجھدار اور ذہین ہیں۔ گو طبیعت میں قدرے جلد بازی ہے۔ بہرصورت یہ دیکھنا ضروری ہے۔ کہ اس معاملہ میں دوراندیشی اور حکمت عملی کا تقاضا کیا ہے؟..."

"خیر تو آپ ہی کہئے مجھے کیا کرنا چاہیئے؟" بیرونٹ نے پوچھا۔ "میری منشا فقط یہ ہے کہ رسم شادی ادا ہونے تک یہ شریر لڑکا جو اپنے آپ کو میرا بھتیجا ظاہر کرتا ہے زیر حراست رہے کیونکہ اگر میں نے اس کو آزاد کر دیا۔ تو گو یہ امر طے شدہ ہے کہ کل دوپہر تک میں لارا سے شادی کر لوں گا۔ پھر بھی اس عرصہ میں..."

"میں سمجھا۔" وکیل نے کہا "معلوم ہوتا ہے آپ کا بھتیجا اس حسینہ کے عشق میں دیوانہ ہو رہا ہے۔ اور اگر اسے اغوا کا موقعہ حاصل کرنے کے لئے آپ کے مکان میں آگ لگانے کی ضرورت پیش آئے تو شائد اس سے بھی دریغ نہ کرے۔ واقعی آپ کی مشکل کو میں خوب سمجھتا ہوں۔ مگر اسے حل کرنے کے طریقے اور بھی ہیں۔ مثلاً اس سے کہئے کہ اگر تم مس ہال کے عشق سے دست برداری کا عہد نامہ لکھ دو تو میں اس کے عوض پانسو پونڈ سالانہ وظیفہ مقرر کرتا ہوں۔ مگر شرط یہ ہوگی کہ وہ فوراً یہاں سے چل کر برائٹن پہنچ جائے۔ جہاں اسکی رجمنٹ متعین ہے۔ دو سو کے لئے آپ پہلے ہی آمادہ تھے۔ تین سو اور ملا دیئے جائیں تو آپ جیسے امیر کے لئے کچھ بڑی بات نہیں۔"

"چلو مان لیا مگر اس قسم کے عہد نامہ کا جو آپ بیان کرتے ہیں عملی طور پر فائدہ کیا ہوگا؟" بیرونٹ نے تنگ کر پوچھا "عجب نہیں آزاد ہونے کی خاطر وہ اس پر دستخط کر دے۔ کیونکہ یورپ میں ایک مثل مشہور ہے۔ کہ عشق اور جنگ میں سب کچھ روا ہے..."

"ٹھہرئیے اس کا فائدہ میں سمجھاتا ہوں۔" مسٹر ویڈ برن نے جواب دیا۔ "آپ وہ تحریر مس ہال کو دکھائیے وہ فوراً جان لے گی۔ کہ بورے کو مجھ سے بڑھ کر روپیہ عزیز ہے۔ اس سے اس کے نسوانی وقار کو سخت صدمہ ہوگا۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے اس کو نظر انداز کر دیگی۔"

"واللہ یہ تجویز خوب ہے۔" سر جان سٹیوارڈ نے بات کے ہر پہلو کو سمجھ کر جلدی سے کہا۔ "آج معلوم ہوا کہ آپ مسائل قانون کی طرح معاملات عشق کے بھی ماہر ہیں۔ اچھا فرمائیے اب مجھے کیا کرنا چاہیئے؟"

جو میں کہتا ہوں۔"

"فرمائیے آپ ان باتوں کو کمال حسن و خوبی سے طے کر رہے ہیں..."

"سب سے پہلے مسٹر بیورلے کو یہاں بلوائیے مگر وہ ہمارے پاس تنہا ہو۔ احتیاطاً نوکروں کی موجودگی لازم ہو تو ان کو حکم دیجئے دروازہ کے باہر ٹھہرے رہیں۔ کھڑکیاں میرے خیال میں اتنی بلند ہیں کہ ادھر سے بھاگنے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ میں بجاؤں گھنٹی؟"

سر جان سٹیوارڈ نے سر کے اشارے سے اجازت دی۔ اور وکیل نے گھنٹی بجائی فوراً ایک نوکر حاضر ہوا جسے حکم دیا گیا کہ ایڈگر بیورلے کو یہاں لے آؤ۔ دو منٹ کے بعد ایڈگر کمرہ میں داخل ہوا۔ بیرونٹ نے ان نوکروں کو جو اسے حراست میں لئے ہوئے تھے۔ باہر ٹھہرنے کا حکم دیا اور ایسا کرتے ہوئے جہاں تک ممکن تھا چہرہ پر سختی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اگر وہ اس ذریعہ سے ایڈگر پر رعب ڈالنا چاہتا تھا۔ تو یقیناً ناکام رہا۔ کیونکہ وہ شاہانہ وقار سے چلتا کمرہ میں داخل ہوا اور بے کہے میز سے تھوڑی دور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

سر جان سٹیوارڈ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ "دیکھو آپ میرے وکیل مسٹر ایڈورڈ ریوز ہیں۔ اور تم سے کچھ باتیں کیا چاہتے ہیں۔"

"تب آپ ایک ماہر قانون کی حیثیت میں" ایڈگر بیورلے نے وکیل سے مخاطب ہو کر کہا "سب سے پہلے سر جان سٹیوارڈ کو خبردار کریں۔ کہ ان کا میرے دوست مسٹر ایشٹن کو بہت عرصہ تک نوکروں کی حراست میں رکھنا خود ان کے لئے خطرناک ہے۔ کیونکہ ایشٹن کا جرم ... اگر وہ واقعی جرم کہلا سکتا ہے... محض اتنا ہے کہ اس نے راستی اور انصاف کی حمایت میں میری مدد کی۔"

"مسٹر بیورلے تھوڑا صبر کیجئے۔" وکیل نے نرمی سے کہا۔ "آپ کے دوست تھوڑی دیر اور یہاں ٹھہریں۔ تو کیا حرج ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ میں جو گفتگو کیا چاہتا ہوں۔ اس کے سلسلہ میں امید ہے آپ اور وہ دونوں بہت جلد آزاد اور خوش و خرم یہاں رخصت ہو جائیں۔"

"کہئے۔" ایڈگر نے سرد مہری سے کہا۔

"سب سے اول گذارش ہے کہ میری طرف سے کسی طرح کی بدگمانی کو دل میں جگہ نہ دیجئے۔" مسٹر ایڈورڈ ریوز نے تبسم پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "خدا شاہد ہے کہ مجھے آپ سے کوئی عداوت نہیں میں صرف ایک الجھے ہوئے معاملہ کو سلجھانا چاہتا ہوں۔ اور بس۔ حالت یہ ہے کہ جس دن

مسٹر جان سٹیوارڈ نے اس دستاویز پر دستخط کر دیے ۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے ایک لکھا ہوا
کاغذ میز سے اٹھایا۔ تو پھر انہیں کامل اختیار ہوگا۔ کہ اپنی جائداد و ریاست جس کے نام چاہیں
منتقل کردیں۔ آپ کو بھتیجے کی حیثیت سے ان کی جائداد پر کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔ یہ بالکل جدا بات
ہے کہ وہ ازراہ عنایت آپ کا وظیفہ مقرر کردیں۔ خیر تو میں جو بات عرض کیا چاہتا ہوں وہ
یہ ہے کہ اگر آپ ایک عہد نامہ پر جس کا مضمون میں چند منٹ کے عرصہ میں تیار کردوں گا۔ دستخط
کردیں۔ اور سرجان سٹیوارڈ اس کے عوض آپ کے لئے پانسو پونڈ سالانہ وظیفہ مقرر کرنا
منظور کریں تو کیا حرج ہے؟ میں یہ بھی عرض کردوں کہ عہد نامہ کا مضمون اس کے سوا کچھ نہ ہوگا
کہ آپ مس مال سے شادی کرنے کے خیال سے قطعاً دست بردار ہوتے ہیں۔۔۔"

فقرہ نامکمل ہی تھا۔ کہ ایڈگر بیدرلے سخت جوش کی حالت میں کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا
اس کی صورت سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وکیل کو یہ الفاظ کہنے کی جرأت پر گردن زدنی سمجھتا ہے۔ مگر
کچھ سوچ کر اس نے ضبط سے کام لیا۔ اور پہلے سرجان سٹیوارڈ کی طرف نظر حقارت سے دیکھ کر
وکیل سے کہنے لگا۔

" سنیے حضرت۔ یہ الفاظ آپ اپنی طرف سے کہتے تو خدا معلوم میں کیا کر بیٹھتا۔ مگر یہ جان کر
کہ آپ ایک فریق ثالث کے ترجمان ہیں۔ میں آپ کو ہدف ملامت بنانا نہیں چاہتا۔ بہرحال آپ
کی معرفت میں اصل محرک سے بزور کہتا ہوں۔ کہ جو شرمناک تجویز آپ کے ذریعہ میرے پیش کی گئی
ہے میں اسے غصہ۔ نفرت اور حقارت سے نامنظور کرتا ہوں۔ رہا اس وظیفہ کا سوال جو سرجان
سٹیوارڈ ازراہ عنایت مجھے عطا کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی نسبت یہ کہ میں اس "عنایت" کو عطائے
شما بہ لقائے شما کہہ کر واپس کرتا ہوں۔ ان کے دیے ہوئے روپیہ کو اگر میں عام حالات میں لینا
منظور کرتا تو بھی تمام عمر بھر اپنی ذات سے نفرت کیا کرتا۔ چہ جائیکہ میں اس ناپاک زر کو قبول
کروں جسے آپ مکروریا سے وظیفہ ظاہر کرتے ہیں۔ مگر جو صحیح معنوں میں لارا کے عشق کی قیمت ہے
حضرت اس روپیہ کو وصول کرنا کجا۔ میں تو اس کو چھونا بلکہ اس کا ذکر تک سننا گناہ سمجھتا ہوں
بس مجھے اتنا ہی کہنا تھا۔ اور اب میں چاہتا ہوں کہ مجھے اور میرے دوست کو چپ چاپ یہاں سے
رخصت ہونے کی اجازت دی جائے۔ ورنہ خدا جانتا ہے۔ اگر دوبارہ کسی نے مجھ پر ہاتھ ڈالنے
کی کوشش کی۔ تو جانیں ضائع ہوجائیں گی۔"

"اگر یہ بات ہے تو میں بھی تم کو دکھاتا ہوں کہ میری دھمکی فضول نہیں۔" سرجان سٹیوارڈ نے

ناقابلِ ضبط غصہ کی حالت میں کھڑے ہو کر کہا۔ "تم دیکھو گے کہ میں حقیقت میں تمہیں عاق و محروم کرنے پر تلا ہوا ہوں۔"

اتنا کہہ کر بیرونٹ نے زور سے گھنٹی بجائی اور جب نوکر حاضر ہوا۔ تو اُسے حکم دیا کہ داروغہ اور اس کے نائب کو یہاں بھیج دو۔ ایڈگر اس دوران میں چپ چاپ بیٹھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر پیشتر اس نے بے خشک آزادی کا مطالبہ کیا تھا۔ اس کی ضرورت اسے اپنے لئے نہیں صرف اپنے دوست کرسچین کے لئے تھی۔ کیونکہ وہ خود اسی خیال سے وہیں ٹھیرنا چاہتا تھا۔ کہ نہ معلوم کب کوئی ناگہانی واقعہ معاملات کو میرے حق میں پلٹ دے۔ تھوڑی دیر بعد داروغہ اور اس کا ساتھی کمرہ میں داخل ہوئے۔ اُن سے مخاطب ہو کر سر جان سٹیوارڈ نے غصہ کی حالت میں جوش کے ساتھ کہنا شروع کیا۔ "میں نے تمہیں اس دستاویز کی شہادت کے لئے بلایا ہے جس کا مضمون وکیل صاحب ابھی پڑھ کر سنائیں گے۔ دستاویز میں لکھا ہے . . . یہ لکھا ہے . . . اچھا مسٹر ایڈریوز آپ ہی اس کا خلاصہ بیان کیجئے۔" اس نے فرطِ غضب سے فقرہ نامکمل ہی چھوڑ کر کہا۔

وکیل نے دیکھا۔ بات بڑھ گئی۔ اور مصالحت کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ لندن سے ورنرہوس کے سفر کی زحمت کے بعد اس کی دلی خواہش کھانا کھا کر آرام سے سو جانے کی تھی لیکن موکل کی ناراضگی کے خوف سے ضبط کر کے اس نے دستاویز کا مضمون پڑھنا شروع کیا۔ داروغہ اور اس کا ساتھی تحریر کی بے شمار قانونی اصطلاحات۔ ایک ہی مضمون کے اعادہ و تکرار نیز پیچیدہ قانونی زبان کو حیرت و استعجاب کے ساتھ سنا کئے بیرونٹ منہ پھلائے چپ چاپ بیٹھا رہا۔ اور ایڈگر ہو رہے جیسے دستاویز کے مضمون سے کچھ دلچسپی نہ تھی۔ یہ سوچنے میں مشغول تھا کہ اب لارا کو بچانے کی آخری صورت کیا ہے۔ اپنی محویت میں اُسے وکیل کی آواز مکھیوں کے بھنبھنانے کی طرح محسوس ہوتی تھی۔ آخر کوئی بیس منٹ کے بعد مسٹر ایڈریوز نے مضمون ختم کیا اور سر جان سٹیوارڈ نے حریفانہ انداز سے قلم ہاتھ میں لیکر کہا۔ "اب میں وہ کر تا ہوں جو اسے ایڈگر تمہیں میری وراثت سے محروم کرنے کا پہلا قدم ہے۔ اس کے بعد میں نئی وصیت پر دستخط کروں گا۔" مسٹر ایڈریوز سے "غالباً آپ نئی بھی تیار کر کے لے آئے ہیں؟"

جواب وکیل کے منہ میں تھا۔ کہ کمرہ کا دروازہ زور سے کھلا۔ اور لارا وحشیانہ انداز سے دوڑتی ہوئی اندر آئی۔ اس کی حالت دیوانوں کی طرح تھی۔ بال بکھرے ہوئے۔ لباس بے ترتیب اور دو تین مقامات پہ پھٹا ہوا۔ صورت کہے دیتی تھی۔ کہ بڑی جدوجہد کے بعد اپنی ہمت اور جوش کی حراست

سے چھوٹ کر آئی ہے۔ اس کے پیچھے مسز آکسنڈن بھی کمرہ میں داخل ہوئی۔ جس کی اپنی صورت سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ اس نے مظلوم لڑکی کو روکنے میں کچھ کم کوشش نہیں کی۔ کیونکہ اس کے بال بھی اُلجھے ہوئے، کپڑے خراب اور موٹی سیاہ آنکھیں شعلہ بار تھیں۔ دیکھتے دیکھتے کمرہ میں سخت بے ترتیبی پیدا ہو گئی۔ مسز آکسنڈن کے پیچھے جونز۔ اور اس کے ساتھ چند نوکر اندر داخل ہوئے۔ اس گھبراہٹ میں داروغہ اور اس کا نائب جو شہادت کی غرض سے آئے تھے۔ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ وکیل حیران مگر چپ اور سر جان سٹیورڈ فرط غضب سے بے تاب تھا۔ البتہ ایڈگر ہیورلے نے اوسان بحال رکھتے ہوئے دوڑ کر لارا کو اپنے بازوؤں میں لے لیا۔

"بچاؤ! بچاؤ!" لارا نے پر وحشت انداز سے چیخ کر کہا۔ "خدا کے لئے مجھے ان کے عذاب سے بچاؤ۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے دلدار کے سینہ سے لگ کر مسز آکسنڈن اور جونز کی طرف سہمی ہوئی نظروں سے دیکھنا شروع کیا۔

"مسٹر ہیورلے اسے چھوڑ دو۔" مسز آکسنڈن نے بہن کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"نہیں! کبھی نہیں! سیاہ کار عورت میں اس معصوم لڑکی کو کبھی تیرے حوالہ نہ کروں گا۔" ایڈگر نے لارا کو اپنی طرف کھینچ کر مسز آکسنڈن کا بازو جھٹکتے ہوئے کہا۔ جس کے بعد اس نے اپنے دائیں بازو کو اس طرح اُٹھایا۔ گویا مسز آکسنڈن کے دوبارہ حملہ کرنے کی صورت میں مدافعت کے لئے آمادہ ہے۔ "خبردار کوئی اس پر ہاتھ اُٹھانے کی جرأت نہ کرے۔ کیونکہ میں دشمن پر بے تحاشا وار کروں گا۔ اس میں مرد عورت کی کوئی تمیز نہ ہو گی۔"

"پکڑ لو اس خود سر لڑکی کو پکڑ لو۔" سر جان سٹیورڈ نے غصہ سے فرش زمین پر پاؤں مار کر نوکروں سے کہا۔ "میں تم لوگوں کو ایک سو پونڈ انعام دوں گا۔"

"نہیں! نہیں!" لارا نے خوفناک جماعت کو آگے بڑھتے دیکھ کر زیادہ زور سے ایڈگر کے ساتھ لگتے ہوئے کہا۔

"سر جان میری رائے میں ۔۔۔" مسٹر اینڈریوز نے کہنا شروع کیا۔

"بس خاموش!" بیرونٹ نے کڑک کر کہا "یہاں فقط میری رائے اثر رکھتی ہے۔"

حالت یاس آمیز تھی۔ ایک طرف اکیلا ہیورلے۔ اور وہ بھی لارا کو حفاظت میں لئے ہوئے اور دوسری جانب بے شمار آدمی۔ پھر اس حالت میں بھی ایڈگر اس خیال سے مزاحمت نہیں کر سکتا کہ لارا کو جو قریباً بیہوش تھی۔ چوٹ نہ آئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حکم جاری ہونے کے دو منٹ بعد نوکروں نے

گل و بلبل کو سختی سے جدا کر دیا ۔ بیورلے پھر نوکروں کی حراست میں آ گیا ۔ اور لارا کو مسز آکسنڈن اور جیشن کے سپرد کر دیا گیا ۔

اس وقت کمرہ کا منظر کئی دلچسپیاں رکھتا تھا ۔ ایک کونے میں عاشق جانباز کھڑا ہے کپڑے پھٹے ہوئے ۔ چہرہ زرد ۔ ہونٹ سپید ۔ اور سینہ تلاطم جس سے جذبات کی جد و جہد ظاہر ہوتی ہے ۔ دوسرے سرے پر لارا ہے ۔ مسز آکسنڈن اور جیشی ۔ رٹ کی حراست میں ۔ بے ہوش کر دینے والا غش نہیں آئی ۔ مگر تکلیف اور دہشت نے اسے نیم مردہ بنا رکھا ہے ۔ کھڑے کھڑے بے اختیار دو زانو ہو جاتی ہے ۔ اور آنکھیں یاس آمیز وحشت سے اپنے دلدار کی طرف اٹھتی ہیں ۔ ایک طرف میز پر سر جان شیوا ر ڈ بیٹھے ہیں ۔ چہرہ پر شیطانی انتقام کا اثر سے لئے ہوئے اور پاس کھڑا ہوا وکیل جھک کر کان میں کہہ رہا ہے "خدا کے لئے معاملہ کو انتہا تک نہ لیجائیے ۔"

اتنے میں بیرونٹ نے وکیل کی فہمائش کی ذرا پرواہ نہ کر کے غصہ ۔ انتقام اور مسرت کامیابی ظاہر کرتے ہوئے کہا "اب اس دستاویز کی شہادت کے لئے جس کی رو سے میں اپنے ناخلف بھتیجے کو عاق اور محروم کرتا ہوں ۔ دو نہیں دس گواہ حاضر ہیں ۔ اید گر دیکھ قلم میرے ہاتھ میں اور اس کی نوک روشنائی سے تر ہے ۔ دستاویز موجود ہے ۔ اب تو میرا وارث ہے ۔ مگر ایک لحہ بعد جب میں دستخط کر دونگا ۔ تیرا اس جائداد پر اتنا بھی حق نہ رہیگا ۔ جتنا کسی اجنبی کا ہو سکتا ہے ۔"

"کیجیے جو آپ کے جی میں آتا ہے ۔ کیجیے ۔" بیورلے نے کہا "سب لوگ گواہ ہیں کہ مجھے اس جائداد کی جس کی وراثت سے آپ مجھے محروم کر رہے ہیں اس ناچیز قلم کے برابر پرواہ نہیں جو آپ کے ہاتھ میں ہے ۔ میں فقط ایک مظلوم لڑکی کی راحت کا طلبگار ہوں ۔"

"مگر وہ بھی میرے اختیار میں ہے ۔" سر جان نے انتقامی مسرت ظاہر کرتے ہوئے کہا ۔ "تو نے اسے بھگانے کی کوشش کی اور ناکام رہا ۔ اب وہ مجھی سے شادی کرنے پر مجبور ہو گی ۔ اور یہ ہاتھ جو اس وقت ایک لفظ لکھ کر تجھے ہمیشہ کو گدا گر بنا رہا ہے ۔ رسم شادی پر اس کے ہاتھ میں ہوگا ۔"

ایڈگر پر جنون کی حالت طاری ہو گئی ۔ وحشیانہ انداز سے ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا ۔ "نہ بھول ۔ اے مشت خاک کے فانی پتلے ۔ نہ بھول کہ ایک زبردست طاقت ایسی بھی ہے ۔ جو ظلم و تشدد پر اٹھے ہوئے ہاتھ کو آن واحد میں فنا کر سکتی ہے ۔"

"چپ نادان ! میں ان فرضی دھمکیوں کا قائل نہیں ۔" اور یہ کہکر سر جان نے نوک قلم کو اچھی طرح تر کرنے کے لئے پھر ایک بار دوات میں ڈالا اور اس کے بعد دستاویز پر دستخط کرنے کو تیار ہوا !

مگر جس وقت اس نے میز پر جھک کر لکھنے کا ارادہ کیا۔ یعنی عین اس وقت جب نوک قلم کاغذ سے لگ گئی جسم نے ایک فوری تشنجی حرکت کی۔ قلم ہاتھ سے گر پڑا۔ اور اس کی نوک نے دستاویز کو آلودہ کر دیا جس کے ساتھ ہی اس پر جا بجا اس خون کے داغ نظر آنے لگے جو سر جان سٹیوارڈ کے منہ سے نکل کر کاغذ پر بہنے لگا تھا۔ شرابیوں کی طرح بلبلا سر جھکا۔ پھر جسم اپنا توازن کھو کر گر پڑا۔ حاضرین کے منہ سے خوف کی آوازیں نکلیں۔ وکیل اور ۔ ۔ روغنہ امداد کے لئے دوڑے۔ مگر سر جان کی حالت امداد انسانی کے دائرہ سے خارج ہو چکی تھی۔ معلوم ہوا جوش کی حالت میں خون کی نالی پھٹ گئی۔ اور اب کرسی پر محض ایک بے جان لاش تھی!

اس طرح آن واحد میں ایک غریب و مظلوم فوجی افسر جسے ایک لمحہ کے عرصہ میں جائداد سے محروم خاندان سے عاق اور سب سے بڑھ کر اسکے محبوب سے جدا کرنے کے سامان ہو رہے تھے۔ سر ایڈگر ہیورلے بیرونٹ اور سر جان سٹیوارڈ کی ساری دولت اور لا محدود ریاست کا مالک بن گیا۔

سچ ہے۔ خدا کی چکی آہستہ۔ مگر باریک پیستی ہے۔

باب ۔ ۵ ۔

دام حسن

اس وقت کا منظر کتنا خوفناک تھا!

ایڈگر کی پر جوش تنبیہ کے بعد سر جان سٹیوارڈ کی اچانک اور حیرت خیز موت نے حاضرین میں ہر شخص کو یقین دلا دیا کہ جو کچھ ہوا۔ اس میں قادر مطلق کا اپنا ہاتھ تھا۔ ایڈگر چپ بے حرکت اور بت کی طرح بے حس کھڑا تھا۔ گو سب ہاتھ جو ایک لمحہ پہلے اسے ملزم کی طرح پکڑے ہوئے تھے۔ عضو مفلوج کی مانند خود بخود گر گئے۔ لارا کچھ دیر چینی کی مورت بنی کھڑی رہی۔ صرف آنکھیں حرکت کرتی اور اس بھیانک منظر کو انداز توحش سے دیکھتی تھیں۔ پھر یکایک منہ سے ایک ہلکی۔ دبی ہوئی چیخ نکلی اور اس نے رخ پھیر کر چہرہ کو اس طرح ڈھک لیا۔ گویا کوئی خوفناک چیز پیش نظر تھی۔ نیم بیہوشی کی حالت میں وہ ایک کرسی پر گر پڑی۔ مسز آکسنٹن حیران و ششدر ایک لمحہ بے حرکت رہی۔ موٹی سیاہ آنکھیں اس طرح کھلی اور ساکن تھیں جیسے حالت خواب میں چلنے والے مریض کی ہوا کرتی ہیں۔ پھر اس تبدیلی کی اہمیت سمجھ کر جو دفعتاً ایڈگر ہیورلے کی حالت میں واقع ہو چکی تھی۔ وہ دونو ہاتھ جوڑے بہن کی طرف

گئی، اور التجائی لفظوں میں کہنے لگی۔ "لارڈ! میری مخلصی مضامت کرو۔"

مگر اس حسینہ کا دماغ کچھ ایسے چکر میں تھا کہ عارضی طور پر سب رشتے ناتے فراموش ہو گئے تھے۔ اس وقت سے مسز آکسنڈن اپنی بہن نہیں جانی دشمن نظر آتی تھی جس نے تھوڑی دیر پیشتر جبروت شہ دکا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا۔ بے خبری میں اس نے بدکردار عورت کو پاس آتے دیکھ کر منہ پھیر لیا۔

مسز آکسنڈن جو محض حالات کی مصلحت سے آشتی کی طلبگار تھی، شرمندہ ہو کر پیچھے ہٹ گئی، جس کے بعد لارا کسی فوری خیال سے اٹھ کر ایڈگر ہیورلے سے جا لپٹی۔ مگر یہ ملنا حقیقی خوشی کا ملنا تھا۔ کیونکہ اب صیاد کا بے رحم ہاتھ گل و بلبل کو جدا کرنے کے لئے موجود نہ تھا۔ پھر بھی وہ اپنے دلدار سے اس طرح لپٹی ہوئی تھی۔ گویا اب تک کسی نامعلوم خوف سے سہمی جا رہی تھی۔

وکیل نے جب دیکھا کہ نئے بیرونٹ اپنی پریشانی میں کسی طرح کے احکام صادر کرنے کے ناقابل ہیں۔ تو اس نے یہ فرض اپنے ذمہ لیا۔

چنانچہ نوکروں سے مخاطب ہو کر اس نے کہا "سب آدمی جاؤ۔ اپنے متوفی آقا کی لاش کو بھی کمرہ سے لے جاؤ۔ مسٹر ایشٹن کو جو اب تک حراست میں ہیں۔ فوراً رہا کر دو۔ اور یہاں لے آؤ۔ اور تو اے بدبخت!" اس نے جیشن کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اپنا کالا منہ لیکر چلی جا۔ خبردار پھر ادھر آنے کی جرأت کی تو خیر نہ ہو گی۔"

اس کے بعد اس کی نگاہ مسز آکسنڈن کے چہرہ پر ایسی سختی کے ساتھ جمی۔ کہ معلوم ہوتا تھا اس کے نام بھی کوئی سخت حکم جاری کیا چاہتا ہے۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ مسز آکسنڈن نگاہ قہر سے ہی اتنی مرعوب ہے کہ ذلت و ندامت سے زمین میں گڑی جاتی ہے۔ تو اس نے الفاظ کو ضبط کیا۔ نوکروں نے بے تامل احکام کی تعمیل کی۔ آن واحد میں متوفی بیرونٹ کی لاش کمرہ سے اٹھ گئی۔ جیشن غائب اور نوکر رخصت ہو گئے۔ اور وہ دستاویز بھی جو متوفی کے خون سے ناپاک ہو چکی تھی۔ میز سے اٹھا دی گئی۔

اس کے تھوڑی دیر بعد کیپٹن ایشٹن داخل ہوا۔

اسے دیکھ کر سر ایڈگر ہیورلے نے کہا "پیاری لارا! آپ میرے سچے رفیق اور بہترین دوست ہیں۔ آؤ میں ان سے تمہارا ہاتھ ملاؤں۔ تمہارے بعد دنیا میں آپ ہی سے مجھے سچی محبت ہے۔ پھر کسی وقت بتاؤں گا۔ اس مشکل میں انہوں نے مجھے کتنی بڑی مدد دی۔"

نازنین ایک حد تک سنبھل چکی تھی ۔ اور گو ذہنی سکون پوری طرح قائم نہ ہونے سے واقعات اب تک حقیقت سے زیادہ خواب کی طرح نظر آتے تھے ۔ پھر بھی اس نے کرسچن کو دیکھتے ہی پہچانا اور جان گئی کہ یہی وہ مرد شریف ہے جس نے گاڑی کے حادثہ پر امداد دی تھی ۔ اس نے بے تامل کرسچن کو اپنا ہاتھ پیش کیا جسے اس نے ادب سے بوسہ دیا ۔

کرسچن کا چہرہ اب تک زرد تھا ۔ کیونکہ جس طرح سرجان سٹیوارڈ کی موت اچانک واقع ہوئی تھی ۔ اسی طرح اس کی خبر یکایک اُسے پہنچائی گئی ۔ اور گو اس شخص سے اس کو دلی نفرت تھی تاہم اس عجیب موت کی خبر سُن کر اس کے دل کو بھی صدمہ ہوا ۔

جیورلے نے اس کی طرف دیکھ کر کہا ۔ "پیارے دوست معلوم ہوتا ہے ۔ تمہاری اپنی حالت میری حالت سے مختلف نہیں ۔ اس سانحہ نے میرے دل کو بھی سخت صدمہ پہنچایا ہے ۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ کہنا کہ ہمیں اس واقعہ پر جس میں خدا کا اپنا ہاتھ صاف نظر آتا ہے ۔ افسوس ہے مکر و ریا میں داخل ہوگا ۔ خیر اب یہ گھر میرا ہے ۔ اور تم پیارے ایشٹن میرے سب سے عزیز مہمان ہو ۔"

اس نے نظر ہٹائی ۔ تو معلوم ہوا مسز آکسنڈن عجز و انکسار کے ساتھ ملزموں کی طرح سر جھکائے ۔ نادم و شرمسار اس کی طرف آ رہی ہے ۔ اُسے دیکھ کر جیورلے کا چہرہ سرخ ہوگیا ۔ اُسے ہٹانے کے لئے بے اختیار ہاتھ اٹھا ۔ سخت الفاظ نوکِ زبان پر آ گئے ۔ مگر لارا کو بہن کی حالت زار دیکھ کر سب جور و تشدد بھول گئے ۔ اور اس پر بے حد رحم آیا ۔ فوراً ایڈگر سے بمنت کہنے لگی ۔ "نہ پیارے ۔ آخر میری بہن ہے ۔"

"ہاں سچ ہے ۔" جیورلے نے سنبھل کر کہا ۔ اور ساتھ ہی خیال آیا ۔ کہ شادی سے پہلے دوسری عورت کی موجودگی کے بغیر لارا کے ساتھ ایک ہی مکان میں رہنا آداب و اخلاق سے بعید ہوگا ۔ پس جوش ضبط کر کے اس نے مسز آکسنڈن سے کہا ۔ "دیکھو رسمی طور پر میں تمہیں معاف کرتا ہوں ۔ مگر یہ ناممکن ہے کہ ہمارے درمیان پھر کبھی اچھے تعلقات قائم ہوں ۔ سر دست اسی مکان میں ٹھہرو ۔ گو میں تمہاری بہن کو تمہارے حوالہ نہیں کرتا ۔ کیونکہ اب خدا کے فضل و کرم سے اس کی تسکین و حفاظت کا فرض میں خود انجام دے سکتا ہوں ۔ البتہ یہاں رہ کر تم جہاں تک ممکن ہو اپنے عمل سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرو کہ تمہیں اپنے سابقہ افعال پر سچی ندامت ہے ۔"

مسز آکسنڈن نے لارا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اس کے چہرہ کو ایسی التجائی نظروں سے دیکھا ۔ گویا معافی ۔ ہمدردی ۔ اور سابقہ محبت کی خواستگار ہے ۔ لیکن ہر چند لارا بہت

فیاض۔ نیک اور حلیم تھی۔ تاہم اس کی حالت میں بھی یہ غیر ممکن تھا کہ جو سختیاں اور ذلتیں اس نے باپ کے ہاتھوں برداشت کی تھیں۔ انہیں ایک لمحہ میں فراموش کر دیتی۔ پھر بھی آنسوؤں کے قطرے اس کے زرفام رخساروں پر بہنے لگے۔ اور وہ بھرائی ہوئی آواز سے بولی "آپا میں تمہیں ملامت نہیں کر سکتی۔ پھر بھی اگر تم چاہو کہ اس دل میں وہی اگلی محبت تازہ ہو تو۔۔۔"

اس نے فقرہ کو نامکمل ہی چھوڑ دیا۔ اور چونکہ اب تک دلدار کے پہلو سے لگی ہوئی تھی۔ اس لئے اب جو سر ایڈگر ہیورے نے مسٹر ایڈریوز وکیل سے کچھ کہنے کے لئے منہ پھیرا۔ تو اس کا رخ بھی ساتھ ہی بدل گیا۔

وکیل سے مخاطب ہو کر سر ایڈگر نے کہا "صاحب آپ سے مجھے کچھ عداوت نہیں۔ اول اس لئے کہ آپ نے جو کچھ کیا وہ ادائے فرض کے سلسلہ میں تھا۔ دوم اس لئے بھی کہ جہاں تک ممکن ہوا آپ نے سرجان کو سمجھانے کی ہی کوشش کی۔ اس لئے اگر آپ کو فرصت ہو تو سردست یہیں قیام فرمائیے۔ ابھی متوفی کے جنازہ کا اہتمام کرنا ہے۔ اور میں اس جائداد کی تفصیل بھی جاننا چاہتا ہوں۔ جو اچانک میرے ورثہ میں آئی ہے۔"

وکیل نے انداز تسلیم سے سر جھکایا۔ اور کہنے لگا "سب سے پہلے یہ فرمائیے۔ کیا ان نوکروں کو برخاست کر دیا جائے جنہوں نے آپ سے اور آپ کے دوست سے ناروا سختی کا سلوک کیا؟"

"نہ سردست کچھ نہ کیجئے" سر ایڈگر ہیورے نے جواب دیا "جب تک رسم جنازہ ادا ہو۔ میں نہیں چاہتا کوئی تبدیلی عمل میں لائی جائے۔"

اب رات کافی گذر چکی تھی۔ اس لئے تھوڑی دیر بعد سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ اور اس کے اگلے دن جنازہ کی نسبت ضروری احکام صادر کئے گئے۔ اس روز کرسچن سویرے ہی رامسگیٹ جا کر اس بازیگر سے ملا۔ جس نے انہیں بہت کچھ مدد دی تھی۔ معلوم ہوا کہ سرجان سٹیوارڈ کے انتقال کی خبر ابھی ان تک نہیں پہنچی۔ جب اس نے اسے کرسچن کی زبانی سنا۔ تو بہت دیر تک یقین نہ آیا۔

آخر کار کہنے لگا۔ "کیا میں امید کر سکتا ہوں۔ کہ آپ کل رات میرے یکایک بھاگ آنے پر مجھے بزدل تصور نہ کریں گے۔۔۔؟"

"نہیں۔ نہیں۔ میرا یا سر ایڈگر ہیورے کا ہرگز یہ خیال نہیں ہے" کرسچن نے قطع کلام

کر مجھے کہا تم اس وقت تک برابر ہماری مدد کرتے رہے جتنے کہ ناکامی صاف نظر آنے لگی - اس کے بعد یہ امید رکھنا واقعی بے جا ہوتا - کہ تم ہمارے لئے اپنی سلامتی کو خطرہ میں ڈالو - میں اتنا سویرے محض اس لئے تمہارے پاس آیا ہوں - کہ ایسا نہ ہو - تم دور کر شہر سے رخصت ہو جاؤ - اس کے علاوہ سر ایڈگر بیورلے نے تمہارے کچھ انعام بھی بھیجا ہے - اور ساتھ ہی وعدہ کیا کہ اگر کبھی تمہیں ان کی امداد کی ضرورت ہو تو وہ ہر وقت اس کے لئے تیار ہیں -"

اتنا کہہ کر کرسچن نے نقدی سے بھری ہوئی تھیلی بازیگر کے ہاتھ پر رکھ دی - اور چلا آیا اس نے اسے کھولا تو بیس پونڈ نکلے - اس پر بازیگر نے وہ پر جوش نعرہ ہائے مسرت بلند کئے کہ در و دیوار گونج اٹھے - او ہمسائے اپنے اپنے گھروں سے باہر نکل آئے - ان کے سامنے وہ بہت دیر تک اپنی اچھل کود سے اظہار مسرت کرتا رہا -

اس کام سے فارغ ہو کر کرسچن رائل ہوٹل میں گیا - جہاں سب سے پہلے اس نے سر ایڈگر بیورلے کا حساب چکایا - اس کے بعد یہ معلوم کر کے کہ ہوٹل کا مالک کہیں باہر گیا ہوا ہے اپنی رقم بھی بیباق کر دی - ناظرین کو یاد ہوگا - کہ ہوٹل کے مالک نے اسے مہمان کی حیثیت میں رکھا ہوا تھا - وہ ہوتا تو کرسچن کو ایک پیسہ ادا نہ کرنے دیتا - بہر حال وہ ایک محسن کی رعایت سے بے جا فائدہ اٹھانا کسر شان سمجھتا تھا - پس اس نے اپنا حساب بھی کوڑی پیسے سے بے باق کیا - اور اپنا اسباب ورنہم بھیجنے کی ہدایت کر کے واپس چلا آیا - دن کا باقی حصہ سرسری طور پر گذرا - اور کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا - سب لوگ کل رات کے تھکے ماندے تھے - اس لئے جلدی ہی اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے -

مگر کرسچن کو خوابگاہ میں آئے قریباً نصف گھنٹہ گذرا تھا - اور وہ لباس اتارنے سے پہلے ابھی ان واقعات پر غور کر رہا تھا جن میں بعض اتفاقی حالات نے اس کو شریک کر دیا تھا - کہ ناگاہ کمرہ کا دروازہ آہستگی سے کھلا - اور مسز آکسنڈن داخل ہوئی - وہ دن کا لباس اتار کر سادہ شب خوابی میں ملبوس تھی - اور اس پتلی چادر کے اندر سے جو اس نے بدن پر ڈالی ہوئی تھی - گردن اور چھاتیوں کا بڑا حصہ نمودار تھا - اس حالت میں بھی یہ معلوم نہ ہوتا تھا - کہ حسن عریاں کی نمائش قصداً کی گئی ہے - یہی گمان ہو سکتا تھا - کہ جلدی میں چادر اچھی طرح اوڑھی نہیں گئی - سر ننگا اور پر زاغ کے ایسے سیاہ بالوں کی لٹیں ڈھلوان شانوں پر پھیلی ہوئی تھیں - اور کمر بند کی موجودگی شاید اس کے سوا کوئی فائدہ نہ رکھتی تھی - کہ بدنی موزونیت کو اچھی طرح نمایاں کر سکے - پاؤں میں

سیلپر جن کے اندر سے خوشنما گول تختے صاف نظر آتے تھے۔ اور چہرہ تمتایا ہوا تھا۔
کمرہ میں داخل ہوکر اس نے اشارہ سکوت کے طور پر لبوں پہ انگلی رکھی۔ پھر آہستہ کر دروازہ بند کردیا۔ اسے اس نیم برہنگی کی حالت میں دیکھ کر کرسچن کا چہرہ حیرت اور غصہ سے سرخ ہوگیا اور وہ اسے واپس جانیکا حکم دیا چاہتا تھا کہ اشارہ سکوت دیکھ کر رُک گیا۔
مسز آکنڈن نے اسکی طرف انکسار و التجا کی نظروں سے دیکھا۔ پھر کہنے لگی "مسٹر اسٹین شاید آپ کو میری بے وقت آمد پر حیرت ہے۔ مگر ٹھیرئیے جو کچھ میں کہا چاہتی ہوں۔ اُسے سننے کے بغیر رائے قائم نہ کیجئے۔"
"میڈم" کرسچن نے سرد مہری سے جواب دیا۔ "اگر آپ کو مجھ سے کچھ کہنا ہے تو اس کے لئے بہتر وقت تلاش کیجئے۔ یہ وقت آرام کا ہے۔ آپ بھی جاکر آرام کیجئے۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے دروازہ کی طرف پرمعنی انداز سے دیکھا۔
"مسٹر اسٹین۔ آج روئے زمین پر مجھ سے دکھیاری عورت کوئی نہیں۔" مسز آکنڈن نے زہد شکن نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ایک مصیبت زدہ کی سرگذشت سننے کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ فیاض آدمی ہر وقت اس کے لئے تیار رہتے ہیں۔"
"مگر میں اس وقت کچھ نہیں سن سکتا۔ اور نہ کچھ سنونگا۔" کرسچن نے پُر بجند ہو کر کہا "جائیے میں پھر کہتا ہوں۔"
"میں نہ جاؤنگی۔" عورت نے باصرار جواب دیا۔ "جب سے آپ شہر کا پھیرا کر کے آئے ہیں میں اس انتظار میں تھی۔ کہ آپ سے گفتگو کا موقع پیدا کروں۔ مگر آپ قصداً گریز کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے۔ کسی وجہ سے آپ میری بات سُننا نہیں چاہتے تھے۔"
"شاید ایسا ہو۔" کرسچن نے کہا۔ "بہرحال اگر آپ کو ضرور کچھ کہنا ہے۔ تو اسے کل تک ملتوی کیجئے۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ جو کچھ آپ کو کہنا ہو میں اُسے سُننے سے انکار نہ کرونگا مگر آج رات سہی جگہ۔۔۔ یہ غیر ممکن ہے۔ اور میری رائے میں آپ کا اصرار کوئی مفید اثر پیدا نہیں کر سکتا۔ اس لئے جانیکی میں درخواست کرتا ہوں۔"
ایک لمحہ کے لئے وہ اس طرح پیچھے مڑی۔ گویا دروازہ کی طرف جا رہی ہے۔ مگر فوراً ہی رک کر اپنی تیز سرگیں آنکھیں کرسچن کے چہرہ پر جماتے ہوئے اس نے موثر انداز سے کہنا شروع کیا۔ "بہت اچھا میں جاتی ہوں۔ مگر آپ سے رخصت ہونا میرے لئے اس دنیا سے رخصت ہونے

کے ہاں بہے سمندر پاس بہتا ہے۔ مجھ بدنصیب کے لئے ضرور اس کا پانی گہرا ہو گا۔"

"ستم رسیدہ عورت" کرسچن نے آگے بڑھ کر اسے روکتے ہوئے کہا۔ "کیوں عاقبت خراب کرتی ہے؟ کیوں اپنی سیاہ کاریوں پر خود کشی کے گناہ عظیم کا اضافہ کرنا چاہتی ہے؟ کیا تیری اگلی خطائیں کچھ کم ہیں۔ کہ ان کا پیمانہ اس جرم سے لبریز کرنے کی خواہش ہے؟ اس ناپاک ارادہ سے باز آ۔ اور زندہ رہ کہ توبہ واستغفار سے اپنے اعمال سیاہ کی تلافی کر سکے۔"

"مگر جب ہر شخص میری طرف نفرت سے دیکھتا ہے۔ اور سب لوگ مجھے برا کہتے ہیں۔" مسز آکسنڈن نے ذہنی اذیت کے لہجہ میں کہا۔ "تو بتائیے دنیا میں میرے جینے کی کیا حاجت ہے؟"

"ہر شخص کا تم سے نفرت کرنا عجیب نہیں۔" کرسچن نے جواب دیا۔ "اس کی وجہ تمہارا اپنا دل اچھی طرح جانتا ہے۔ مگر یہ بات کہ کوئی تمہیں برا کہتا ہے۔ میں اسے ماننے کو تیار نہیں۔۔۔"

"میں کچھ جھوٹ نہیں کہتی۔" مسز آکسنڈن نے پرجوش لہجہ میں قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "آج کا دن میں نے جس اذیت میں بسر کیا۔ اسے کچھ میرا ہی دل جانتا ہے۔ ایک ادنےٰ نوکر مجھ سے طنز آمیز باتیں کہتا ہے۔ اور میں کچھ جواب نہ دے سکتی۔ کیونکہ ہر شخص مجھی کو متوفی بیرونٹ کا محرک سمجھتا ہے۔ نوکر لوگ اپنے اعمال سے موقوفی کے مستوجب قرار پائے مگر ان میں بھی ہدف ملامت فقط میں ہی ہوں۔ تھوڑی دیر کا ذکر ہے۔ کہ وہ خادمائیں جو لباس بدلوانے میرے پاس آئیں۔ بہت کچھ تیکھی کڑوی باتیں کہہ رہی تھیں۔۔۔"

"سچ کہتی ہو؟" کرسچن نے غصہ اور حیرت سے پوچھا۔

"بالکل سچ کہتی ہوں۔" مسز آکسنڈن نے اس حالت میں جواب دیا۔ کہ آنسوؤں کے قطرے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ "اور نیم برہنہ چھاتی سمندر کی طرح متلاطم تھی۔ مجھ سے طرح طرح کی بدسلوکی ہوتی ہے۔ اور میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔"

"یقیناً سر ایڈگر بیدلے کو ان حالات کا علم نہ ہوگا۔ ورنہ ممکن نہیں کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس کی اجازت دیتے۔" کرسچن نے جلدی سے کہا۔ "آج تک جو کچھ تم نے کیا۔ وہ کتنا بھی قابل مذمت ہو۔ مگر تمہیں اپنے مکان میں ٹھکا رکھ کر سر ایڈگر ہرگز اس کے روادار نہ ہوں گے۔ کہ وہ نوکر اور مائیں تمہاری بے عزتی کریں۔ جو خود اپنے آقائے بدکردار کے ہر جائز و ناجائز حکم کی بشوق تعمیل کیا کرتی تھیں۔۔۔ گو ایک بیہودہ آدمی کے خلاف سخت الفاظ کہنے کا مجھے بھی رنج ہے۔"

"خیر جو کچھ میں کہہ رہی ہوں۔ اس میں ذرا جھوٹ نہیں۔" مسز آکسنڈن نے اسی پرجوش لہجہ

میں کہا ''اور اس سے میری طبیعت میں غصہ اور ہیجان پیدا ہونا قدرتی ہے۔ میری اپنی بہن سرد مہری سے دیکھتی ہے۔ سر ایڈگر گفتگو تک کے روادار نہیں۔ آپ قصداً مجھ سے پرے پرے رہتے ہیں۔ مسٹر اینڈ ریوز اس سرد اخلاق سے پیش آتے ہیں جو صریح توہین سے بدتر ہے۔ نوکر طعنے دیتے ہیں۔ نوکرانیاں کہنا نہیں مانتیں۔ آپ ہی کہئے ان سختیوں کو کوئی کب تک برداشت کر سکتا ہے۔ میں دیوانی ہو کر آپکے پاس آئی تھی مگر آپ دور سے ہی دھتکارنا چاہتے ہیں۔''

''مسز آکسنڈن''۔ کرسچن نے جلدی سے کہا۔ ''آج کی رات جس طرح ممکن ہو بسر کیجئے۔ صبح میں سر ایڈگر سے مل کر ایسا انتظام کر دوں گا۔ کہ پھر کوئی شکایت پیدا نہ ہوگی۔ بس جائیے۔''

مسز آکسنڈن نے حالت یاس میں دانتوں سے ہونٹ دبایا۔ وہ قصداً اس طرح کا لباس پہن کر آئی تھی۔ جس سے کرسچن کے جذبات بہیمیہ کو بھڑکانا منظور تھا۔ اور گو کرسچن شروع سے اس کو واپس بھیجنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تاہم اپنی حکمت عملی سے اس نے اسے باتوں میں بھی لگا لیا۔ اس میں شک نہیں اس سے باتیں کرتے ہوئے وہ دوسری طرف منہ کر کے کھڑا تھا۔ بہر حال وہ یہی سمجھتی تھی۔ اب بہت جلد مجھے اپنے منصوبہ میں کامیابی ہوگی۔ مگر جس وقت ساری گفتگو سن کر بھی کرسچن نے اسے واپس جانے کے لئے کہا۔ تو اس کی مایوسی کی کوئی حد نہ رہی۔

ایک لمحہ کے لئے اضطراب غالب ہوا۔ مگر فوراً ہی سنبھل کر اس نے اسلحہ حسن کا وار از سر نو کرنے کا تہیہ کر لیا۔ وہ اب تک سمجھتی تھی۔ کہ میں اس ذریعہ سے کرسچن کی پاکبازی کے مستحکم قلعہ کو سر کر لونگی۔ یہی چال معمولی شکایات کی مبالغہ آرائی سے اس کے دل میں ہمدردی پیدا کرنے کی تھی اور وہ مشاہدہ سے اس بات کو اچھی طرح سمجھتی تھی۔ کہ ننانوے فیصدی حالتوں میں مرد کو حسین عورت سے ہمدردی ہو جائے۔ تو اسے اس کی مفتونیت کا پہلا قدم جاننا چاہئے۔ مگر اس میں ناکام ہو کر اب اس نے دوسری ترکیب اختیار کی۔

کہنے لگی ''آپ ہر بار مجھے جانے کے لئے کہتے ہیں۔ مگر انصاف کیجئے یہ سلوک کیا اس فیاضی اور ہمدردی کے مطابق ہے جس کا اظہار آپ زبانی کر رہے ہیں؟ یاد رکھئے مردوں کا شیوہ قول و فعل کی یکسانیت ہے۔''

''مسز آکسنڈن میں آخری بار حکم دیتا ہوں کہ یہاں سے جاؤ''۔ کرسچن نے جس کے دل میں اب یہ شبہ پیدا ہونے لگا تھا۔ کہ اس عورت کا آنا پر تصنع ہونا ضرور کچھ معنی رکھتا ہے۔ باصرار کہا۔ ''تمہارا طرز عمل آداب تہذیب سے بعید ہے۔ پس اگر واقعی تم میں وہ شرم باقی ہے۔ جسے

عورت کا جوہر کہا کرتے ہیں۔۔۔"

"افسوس! افسوس! اب آپ بھی مجھ بدنصیب کو ملامت کرنے اور طعنے دینے لگے۔" اور یہ کہہ کر مسز آکسنڈن اس طرح روتے ہوئے گویا اس کا دل ٹوٹا جا رہا ہے۔ بظاہر بے بس ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

کریمن حیران تھا کہ مجھے اس عورت کے متعلق کیا رائے قائم کرنی چاہیے۔ کیا یہ واقعی اتنی ستم رسیدہ ہے۔ یا میرے دوسرے شبہات کی تصدیق ہو رہی ہے۔ مجبور ہو کر کہنے لگا۔ "دیکھو میں التجا کرتا ہوں۔ میری بات کا برا نہ مانو۔ اور خدا کے لئے سکون حاصل کرو۔ کسی نے تمہارے رونے کی آواز سن لی تو کیا کہے گا؟"

"تو پھر آپ بھی مجھ پر سختی نہ کیجئے۔" عیار عورت نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ اور بظاہر بےخبری میں اپنے لباس کو اور ڈھیلا کر دیا۔ جس سے حسن کی عریانی زیادہ مکمل ہو گئی۔

"میڈم" اب کریمن نے ناقابل ضبط غصہ کی حالت میں کہا۔ "فوراً یہاں سے چلی جاؤ۔ ورنہ خود مجھ کو دوسرے کمرہ میں جانا پڑے گا۔ اور کل یہ بات سب پر ظاہر ہو جائے گی۔ کہ میں نے کیوں ایسا کیا۔"

"سنگ دل! بے رحم!" مسز آکسنڈن نے مست آنکھوں کی بجلیاں گراتے ہوئے کہا "میں تو تم پر جان فدا کرتی ہوں۔۔۔ میں تمہارے فراق میں دیوانی ہو رہی ہوں۔ اور تم اس طرح بے مہری کا سلوک کرتے ہو۔ افسوس۔ مردوں کی ذات کتنی بے وفا ہے! ظالم میری آنکھوں سے دیکھ کہ اس سینہ میں برہ کی آگ کس طرح جل رہی ہے۔"

ایک لمحہ کے لئے کریمن کو یہ الفاظ سن کر اتنی حیرت ہوئی کہ زبان کو یارائے تکلم نہ رہا۔ مسز آکسنڈن نے اسے فتح کا پہلا قدم سمجھ کر دونو بازو اس کی گردن میں ڈال دیے۔ اسے بزور سینہ سے لگایا۔ اور اس کے رخسار تاباں کو پے در پے بوسے دیے۔ تھوڑی دیر تک کریمن بے حسی کی حالت میں رہا۔ مگر یکایک سنبھل کر غیر معمولی جوش ظاہر کرتے ہوئے اس نے مسز آکسنڈن کو زور سے پرے ہٹا دیا۔ لیکن عیار عورت نے جو اس کو مطیع کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ نہ صرف اس لئے کہ اس کے حسن و جمال پر فریفتہ تھی۔ بلکہ اس لئے بھی کہ وہ اس کے ذریعہ سر ایڈگر ہیورسلے پر اثر ڈالنا چاہتی تھی۔ اب بھی ہمت نہ ہاری۔ فوراً دام فریب کو دوسری طرح بچھایا۔ وہیں اس کے سامنے دوزانو ہو کر اپنے بازو کریمن کی طرف پھیلا دیے۔ اور پر وحشت انداز سے کہنے لگی۔ "ظالم کیوں مجھے اس

عورت سے نفرت ہے ۔ جو تیری ہر ادا پر جان نثار کرتی ہے ؟ کیا میں خوبصورت نہیں ؟ کیا میرا شباب ڈھل گیا ہے ؟ . . . "

"جاؤ گی یا نہیں ؟" کرسچن نے بڑے جوش سے کہا ۔ کیونکہ وہ کسی طرح اس معاملہ کو ختم کرنا چاہتا تھا ۔

"میں نہ جاؤنگی ۔ ورنہ شائد تمہیں اتنے بے رحم ثابت ہو گے . . . "

کرسچن اس کے آگے نہ سن سکا ۔ کوئی چارہ کار نہ دیکھ کر اس نے آتشدان سے جلتی ہوئی شمع اٹھائی ۔ اور تیز چلتا کمرہ سے باہر نکل گیا ۔ مسز آکسنڈن جو اپنے فاسد جذبات ۔ ناپاک خیالات اور دور عصبیت کی عادی ہونے سے سمجھتی تھی ۔ کہ مردوں میں ایسا نیک کوئی نہیں ۔ جو التجائے حسن کی تاب مزاحمت رکھتا ہو ۔ کرسچن کی حرکات دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئی ۔ اور اس کے چلے جانے کے بہت دیر بعد بدحواس و بے حرکت کمرہ کے وسط میں کھڑی رہی ۔

باب ۔ ۶۷

ہولناک اسرار

جس کمرہ میں یہ واقعات پیش آئے ۔ اس کے دونو طرف کئی اور کمرے واقع تھے ۔ اور چونکہ یہ سب خالی تھے ۔ اس لئے کرسچن جلدی سے ایک کے اندر گھس گیا ۔ اور جھٹ دروازہ بند کر لیا ۔ مگر ایسا کرتے ہوئے جو ہوا پیدا ہوئی ۔ اس سے شمع گل ہو گئی ۔ پھر بھی کھڑکیوں کے پردہ کی راہ سے کمرہ میں اتنی مدھم روشنی داخل ہو رہی تھی کہ اس کی مدد سے اس نے دیکھ لیا کہ وہاں کوئی اور آدمی نہیں ہے ۔ اس کے بعد سب سے پہلا کام جو اس نے کیا ۔ وہ دروازہ کو اندر سے مقفل کرنا تھا ۔ کہ ایسا نہ ہو مسز آکسنڈن جوش وحشت میں یہاں بھی آجائے ۔

یہ کہہ کے وہ ایک پلنگ پر جو کمرہ میں ایک طرف بچھا ہوا تھا لیٹ گیا ۔ اور حالات پیش آمدہ پر غور کرنے لگا ۔ اب اس کے دل میں کسی طرح کا شک و شبہ باقی نہ تھا ۔ کہ مسز آکسنڈن کا مقصد رات کے وقت میری خوابگاہ میں آنے سے محض دام حسن پھیلانا تھا جس سے وہ اپنے جذبات فاسد کی تسکین کے علاوہ کچھ اور فائدہ بھی حاصل کرنا چاہتی تھی ۔ ایسا شرمناک واقعہ خواہ کہیں اور کسی حالت میں پیش آتا ۔ کرسچن کو ایسی بے حیا عورت سے نفرت ہونا یقینی تھا ۔ جس نے

کسی تحریص و ترغیب کے بغیر متاعِ حسن کو ایک اجنبی کے حوالہ کرنا منظور کیا۔ لیکن بصورت موجودہ اس کی نفرت اس لئے اور بھی تیز ہوا۔ کہ مسز اکسنڈن نے اپنی گورنمنی میں اس کا بھی خیال نہ کیا۔ کہ اس مکان میں تھوڑی دیر پہلے ایک روح فرسا موت واقع ہو چکی ہے نہ یہی سوچا۔ کہ اسی کے دوسرے حصہ میں میری بہن موجود ہے۔ کم بخت نے ایک خوفناک سانحہ کے بعد چوبیس گھنٹے بھی گذرنے نہ دیئے کہ اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل کے لئے آمادہ ہوئی۔ ان حالات سے کرسچن کے دل میں اس شوریدہ سر بدکردار عورت کے خلاف سخت ہی نفرت کا احساس ہوا۔ اور اس نے اس بات کا فیصلہ کر لیا۔ کہ صبح ہوتے ہی سب حال سرایڈگر بوبلے سے کہہ دوں گا۔

انہی فکروں میں آدھ گھنٹہ گذر گیا۔ یکایک اسے خیال آیا کہ میں نے ابھی تک کپڑے بھی نہیں اتارے۔ رات چونکہ بہت جا چکی تھی۔ اس لئے سونے کی فکر کرنا ضروری تھا۔ یہ سوچکر اس نے کپڑے اتار دیئے۔ اور سونے کی غرض سے پلنگ پر لیٹا۔ مگر پھر بھی بہت دیر تک نیند نہ آئی۔ آخر اس حالت میں تھا جب خواب کامل سے پہلے انسان کے حسیات خواب و بیداری کی وسطی منزل میں ہوتے ہیں۔ یعنی غنودگی کی وہ حالت طاری ہو جاتی ہے جس میں سانس آہستہ اور باقاعدگی سے چلنے لگتی ہے کہ ایک ہلکی دبی ہوئی آواز نے اُسے یکایک بیدار کر دیا۔

کرسچن نے آنکھیں کھولیں۔ مگر پلنگ سے اُٹھا نہیں۔ بیدار ہو کر وہیں لیٹا ہوا چپ چاپ سننے لگا۔ معلوم ہوا۔ کوئی اس کمرہ کی دستی گھماتا اور دروازہ کھولنے کی کوشش کرتا ہے کرسچن نے سمجھا شاید مسز اکسنڈن ہے بگر اس خیال سے چپ رہا۔ کہ دروازہ اندر سے بند ہے۔ اور اس کے کھلنے کا احتمال نہیں۔ اتنے میں اس طرح کی آواز سنائی دی۔ جیسے کوئی آدمی کنجی داخل کر کے قفل کھولنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس سے کرسچن کو بہت حیرت ہوئی۔ کیونکہ قفل کھولنے کا عمل باہر سے نہیں کمرہ کے اندر ہی سے ہو سکتا تھا۔ وہ گھبرا کر اُٹھا۔ کمرہ کے اس حصہ میں جہاں دروازہ تھا کامل تاریکی تھی۔ مگر اس تاریکی میں بھی ایک صورت دروازہ کے پاس کھڑی نظر آئی۔ کرسچن توہمات کا قائل نہ تھا۔ فوراً پلنگ سے اُٹھا۔ اور جست کر کے دروازہ کی طرف گیا۔ مگر جیسے ہی اس صورت پر ہاتھ ڈالا۔ پہلے ایک ہلکی چیخ کی آواز سنائی دی۔ پھر وہ صورت دوزانو ہو کر رحم کی التجا کرنے لگی۔ کرسچن نے آواز پہچانی۔ یہ وہی حبشی عورت تھی!

کہنے لگا۔ "ایک لمحہ ٹھیرو۔ میں تمہیں ضرر پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔"

قفل بند کر کے اس نے کنجی جیب میں رکھ لی۔ اور پلنگ کی طرف جا کر ضروری کپڑے پہنے۔

وہیں آکر پوچھنے لگا۔ "آپ بتاؤ۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

حبشن اب تک سہمی کھڑی تھی۔ نادمہ جو رکر کہنے لگی "کل رات وکیل صاحب نے مجھے اس گھر سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ مگر میں حیران تھی کہاں جاؤں؟ یہ بھی خیال تھا شاید میرے آقا کا غصہ کم ہو تو میرا قصور معاف کر دیں۔ اسلئے اس کمرہ میں آکر چھپ گئی۔ سو دن بھر بھوکی پیاسی رہی۔ آخر جب رات ہوئی تو چھپ کر باورچی خانہ میں گئی۔ اور چوری چھپے جو کچھ ملا کھا کر آ گئی۔ بد قسمتی سے ہماد، آئے پانچ ہی منٹ گذرے تھے کہ دروازہ کھلا۔۔۔ افسوس کہ میں اسے بند کرنا بھول گئی تھی۔۔۔ اور آپ داخل ہوئے۔ آپ کے آتے ہی شمع گل ہو گئی۔ اس لئے اندھیرے میں یہ معلوم نہ ہوا کہ کون آیا ہے۔ خیر میں اس خیال سے ٹھیر گئی کہ آنے والا سو جائے تو باہر نکلوں۔ چنانچہ اب یہی سوچ کر باہر جا رہی تھی کہ۔۔۔؟

"کہ میں نے تمہیں دیکھ لیا" گریجن نے فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد تھوڑی دیر سوچتا رہا۔ کہ مجھے اس عورت سے کیا سلوک کرنا چاہئے۔ پہلے خیال آیا۔ کہ ایک عورت کو گو وہ دشمن ہی ہے آدھی رات کے وقت گھر سے باہر نکالنا جوہر مردانگی سے بعید ہے۔ پس وہ کہنا چاہتا تھا۔ کہ جاؤ دوسرے کمرہ میں آرام کرو۔ کہ یکایک سوچا۔ کیا عجب گھر میں اس عورت کی موجودگی کوئی خاص معنی رکھتی ہو۔ چونکہ اس کی سرشت بد ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ بری نیت سے ٹھیری ہوئی ہو۔ پس کہنے لگا۔ "تم کہتی ہو میں حیران تھی کہ کہاں جاؤں۔ اچھا تو بتاؤ سر جان سٹیوارڈ کے ہاں رہتے تمہیں کتنا عرصہ ہوا؟"

"کوئی سات سال" عورت نے جواب دیا۔

اس کی زبان ناقص تھی۔ مگر ہم نے قصداً سب باتوں کو صاف اور صحیح لفظوں میں ہی لکھا ہے کہ ناظرین کے لئے بے وجہ الجھن پیدا نہ ہو۔

"یہاں رہتے ہوئے تم نے جو کام کئے وہ اچھے تو کیا ہوں گے۔ کیونکہ سر جان ایسے شہریار کے وزیر تمہارے ایسے ہی ہو سکتے ہیں۔" گریجن نے آہستہ سے کہا۔ "بہر حال اپنی خدمات کا معاوضہ تمہیں ضرور معقول ملتا ہوگا۔ کیونکہ بد سرشت لوگ ہمیشہ برے کاموں کی قدر کیا کرتے ہیں۔ پس لازماً تمہارے پاس کافی روپیہ موجود ہوگا۔ مگر تم کہتی ہو کہ یہاں سے جا کر ٹھیرنے کو کوئی مقام ہی نہ تھا۔ بتاؤ اس اختلاف کی وجہ کیا ہے؟"

صاحب میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔ حبشن نے کہا۔ میں اس ملک میں بالکل اجنبی

عورت ہوں۔۔۔۔"

"کیوں نہیں۔ سات سال سے ہوان سٹیوارڈ کی خدمت جو کی ہے" کرسچن نے طنز کے لہجہ میں کہا۔ "کیا اتنی مدت یہاں رہ کر بھی تمہاری اجنبیت رفع نہ ہوئی؟ بدکردار عورت میں جان گیا۔ تم ضرور کسی بات کو چھپاتی ہو۔ آؤ۔ جو کچھ تمہارے دل میں ہے۔ صاف صاف کہہ دو۔ تبھی رحم کی مستحق بھی بن سکتی ہو۔ مکر و فریب کا زمانہ گذر گیا۔ اب اگر دھوکا دینے کی کوشش کرو گی۔ تو نقصان کے سوا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔"

یہ کہتے ہوئے کرسچن نے کمرہ کی تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر حبشن کے چہرہ کی طرف دیکھا مگر سیاہی میں ملی ہوئی سیاہی پر کوئی خاص آثار نہ دیکھ سکا۔ اس عرصہ میں عورت چپ چاپ کھڑی رہی۔ مگر اس کی مضطربانہ حرکتوں سے اندازہ ہوتا تھا۔ کہ بہت بے چین ہو رہی ہے۔ اس سے کرسچن کے شبہات کو تقویت ہوئی۔ اور اسے یقین ہونے لگا۔ کہ گھر میں اس عورت کی موجودگی ضرور کوئی خطرناک اہمیت رکھتی ہے۔

"بس زیادہ استقلال کے لہجہ میں کہنے لگا۔ "دیکھو جو کچھ میں کہتا ہوں اسے غور سے سنو۔ اس گھر میں تمہاری موجودگی ضرور کسی فاسد ارادہ پر مبنی ہے۔ اس لئے اگر سب بھید ظاہر نہ کرو گی۔ تو مجبوراً صبح تک زیر حراست رکھی جاؤ گی جس کے بعد کل تمہیں حوالہ پولیس کر دیا جائیگا۔ کہ وہ جو کارروائی مناسب ہو کریں۔"

"صاحب میں ہاتھ جوڑتی ہوں ایک غریب عورت پر ایسا ظلم نہ کیجیے۔" عورت نے التجائی لہجہ میں کہا۔

"تم جتنی منت کرتی ہو۔ اتنا ہی میرا یقین پختہ ہوا جاتا ہے۔ کہ تم دغا و فریب کی پتلی ہو۔" کرسچن نے کہا۔ "اسلئے جب تک سب حال صاف صاف نہ کہو گی میں ہرگز نرمی کا سلوک نہ کرونگا۔ دیکھو میری شرطیں یہ ہیں۔ سب حال کہہ دو گی۔ تو حالات کے مطابق جہاں تک ممکن ہوگا۔ نرمی کا سلوک کیا جائیگا۔ اور ضد پر اڑو گی تو پھر جیسی کارروائی مناسب ہوگی کی جائیگی۔ بہرحال بعد میں ہر قسم کی منت و زاری فضول ہوگی۔"

قریباً ایک منٹ خاموشی رہی۔ معلوم ہوتا تھا۔ حبشی عورت کچھ سوچ رہی ہے۔ آخر کتے رکتے کہنے لگی "مسٹر اشیٹن۔ اگر میں آپ کو ایک بہت بڑے راز سے واقف کر دوں۔ تو کیا آپ مجھے یہاں سے جانے کی اجازت دیں گے؟"

"میں کہہ چکا ہوں سچ بولنے کی صورت میں جس قدر رنرمی ممکن ہوگی برتی جائے گی" کرسچن نے جواب دیا۔ "پہلے تم میرے ایک دو سوالوں کا جواب دو۔ کیا مسٹر آگسٹن کو گھر میں تمہاری موجودگی کا علم ہے؟"

"نہیں میں قسم کھا کر کہتی ہوں۔ کہ انہیں مطلق علم نہیں ہے" جبشن نے باصرار کہا۔

"اچھا تو تمہارے یہاں رہنے کا اصلی بھید کیا ہے؟" کرسچن نے پوچھا "جو بات سچی ہو کہہ دو۔ میں بے تاب ہو رہا ہوں۔ وہ راز جو تم ظاہر کرنا چاہتی ہو۔۔۔"

"بہت لمبا ہے۔ اس کی تفصیل میں بہت سا وقت صرف ہوگا۔ اور اسے سننے کے لئے آپ کو صبر و سکون سے کام لینا پڑے گا" جبشن نے جواب دیا "اگر آپ نے ایسی ہی بے قراری ظاہر کی۔۔"

"نہیں نہیں میں تمہارے بیان کو پورے صبر و سکون کے ساتھ سننے کا وعدہ کرتا ہوں۔ بشرطیکہ تم فوراً اصل معاملہ کی طرف آنا منظور کرو" کرسچن نے کہا۔ پھر یہ سوچکر اندھیرے میں کھڑے ہو کر باتیں کرنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ وہ جبشن کی صورت سے اس بات کا اندازہ نہ کرسکتا تھا۔ کہ وہ مذاق کر رہی ہے یا سنجیدہ گفتگو۔ اس نے جلدی سے کہا۔ "اچھا ادھر چاند کی روشنی میں آجاؤ۔ وہاں کرسیاں موجود ہیں۔ وہاں بیٹھکر باتیں کریں گے"

"بہت اچھا۔ اب تو مجبوراً سب حال کہنا ہی پڑے گا" جبشن نے بڑبڑا کر کہا۔ اور وہ کرسچن کے ساتھ اس میز کے پاس گئی جو کھڑکی کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ وہاں وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ دوسری پر کرسچن اس کے بالمقابل جا بیٹھا۔

"اچھا اب کہہ ڈالو۔ میں سنتا ہوں" اس نے کہا۔

جبشن نے اپنا قصہ اس طرح بیان کرنا شروع کیا "شاید آپ کو معلوم ہو یا نہ ہو۔ آج سے قریباً سات آٹھ سال پہلے جب میں اول اول سر جان سٹیورارڈ کے ہاں نوکر ہو کر آئی۔ تو اس مکان میں بعض عمارتی تبدیلیاں ہو رہی تھیں۔ خود سر جان تب اپنے لندنی مکان میں رہا کرتے تھے۔ لیکن مجھے اور ایک اور عورت کو اسی مکان میں رکھا گیا۔ کیونکہ عمارت کا کام ختم ہونے پر ان کا ارادہ بھی یہیں اٹھ آنے کا تھا۔۔۔"

"مگر یہ عمارتی جھگڑے میرے لئے کیا دلچسپی رکھتے ہیں؟" کرسچن نے اکتا کر پوچھا "میں تو یہ جاننا چاہتا ہوں۔ کہ آج رات تمہارے اس گھر میں رہنے کا صحیح مقصد کیا تھا؟"

"سنئے۔ میں نے پہلے ہی عرض کر دیا تھا۔ کہ آپ کو میری داستان صبر کے ساتھ سننی ہوگی" جبشن نے جواب دیا "اور آپ ابھی سے گھبرائے جاتے ہیں۔۔۔"

"چلو اچھا میں اپنی غلطی مانتا ہوں" کرسچن نے کہا "آگے کہو"

"جیسا میں بیان کر رہی تھی۔ وہ معمار جنہوں نے اس مکان میں تبدیلیاں کیں۔ خاص طور پر لندن سے بھیجے گئے تھے۔ اور جب انہوں نے کام مکمل کر لیا۔ تو ان کو معاوضہ بھی معقول دیا گیا۔ جو اس لئے باعث حیرت نہیں۔ کہ وہ اس مکان کے ایک بہت بڑے راز سے واقف تھے۔ حقیقت میں اس عمارت کے اندر ایک ایسا خفیہ کمرہ موجود ہے۔ جس کی موجودگی سے وہی واقف ہو سکتا ہے جسے اس بارہ میں خبردار کیا گیا ہو۔ وہاں تک جانے کا رستہ اتنا مخفی اور پوشیدہ ہے۔ کہ اگر کوئی بارہ سال تک اس گھر میں رہے تو بھی اس سے واقف نہیں ہو سکتا۔"

"تمہارا بیان حیرت خیز ہے" کرسچن نے کہا۔ "یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تمہارے سوا کوئی اس کمرہ سے واقف نہ ہو؟"

"دراصل وہ جگہ جس کا میں آپ سے ذکر کر رہی ہوں۔ ایک لمبی تنگ کوٹھڑی کی طرح ہے" جیشن نے بیان کیا۔ "وہ عمارت کا ایک زائد حصہ ہے۔ جسے چاروں طرف سے اس طرح چھپا دیا گیا ہے کہ کسی کو اس کی موجودگی کا علم نہیں ہو سکتا۔ روشنی کا انتظام چھت میں کیا گیا ہے۔ اور کمرہ تک جانے کے لئے ایک نہایت تنگ زینہ طے کرنا پڑتا ہے۔ اس کی دیواریں اتنی موٹی ہیں۔ کہ اندر کی آواز کسی حال میں باہر نہیں آ سکتی۔ اور چونکہ چھت کا روشندان بھی دوہری ساخت کا ہے۔ اس لئے ادھر سے بھی آواز نکلنے کی کوئی صورت نہیں۔ مختصر یہ کہ سارا انتظام نہایت مکمل اور عجیب ہے۔ کیونکہ وہاں تازہ ہوا پہنچانے کا بھی معقول انتظام کیا گیا ہے۔ میرا خیال ہے سر جان سٹیوارڈ نے اس کی تیاری پر بے شمار روپیہ صرف کیا ہوگا۔"

"خیر تو اب اس الف لیلہ کی داستان کو ختم کرو اور اصل مطلب کی طرف آؤ" کرسچن نے مجبور ہو کر کہا۔ وہ اس بیان کو سراسر غلط سمجھتا تھا۔ مگر ساتھ ہی یہ جاننے سے بھی قاصر تھا۔ کہ آخر اس کی مصلحت کیا ہے۔ "یہ بتاؤ کہ اس کمرہ سے کام کیا لیا جاتا تھا؟"

"صبر کیجئے۔ میں اسی طرف آ رہی ہوں" جیشن نے یہ جان کر کہ میرے بیان پر شک کیا جاتا ہے کہا۔ "یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا۔ کہ سر جان سٹیوارڈ رنگین مزاج عاشق تن امیر تھے۔ عہد شباب میں کئی جوان لڑکیاں ان کی ہوس کا شکار ہوئیں۔۔۔"

"میں نے اس بارہ میں کچھ حال پیشتر سنا ہے" کرسچن نے جواب دیا۔ "اس لئے میں تسلیم کرتا ہوں کہ جو کچھ تم کہہ رہی ہو صحیح ہوگا۔ مگر وہ خفیہ کمرہ۔۔۔"

"وہ کمرہ سرجان سٹیوارڈ کو اپنی خواہشات پورا کرنے میں بہت مدد دیتا تھا۔" حبشن نے جواب دیا۔ "بسا اوقات جب ان کے آدمی کسی حسینہ کو ورغلا کر یا زبردستی یہاں لانے میں کامیاب ہو جاتے۔ تو پھر اسے کئی کئی دن تک اس کمرہ میں زیر حراست رکھا جاتا تھا۔ جسے کہ کچھ تکان۔ کچھ پریشانی۔ کچھ حراست کے اثر اور کچھ اس دوا کے نشے سے جو اس کے کھانے پینے کی چیزوں میں ملا دی جاتی تھی۔ مجبور ہو کر ایسی عورت سرجان کی نفسانیت کا شکار ہو جاتی۔ اس کے بعد اسے یہ کہہ کر دھمکایا جاتا تھا۔ کہ اگر تم اس راز کو کسی پر ظاہر کرو گی۔ تو یاد رکھو تمہیں دائمی حبس میں رکھا جائیگا۔"

"اُف! کیا یہ ممکن ہے!" کریچن نے چونک کر کہا۔ اب اس کی بے اعتباری مٹ گئی۔ اور حبشن کی داستان سچی نظر آنے لگی۔ اب وہ اس کہانی کا انجام معلوم کرنے کو بے تاب ہو رہا تھا۔

"جی ہاں ممکن کیا صحیح ہے۔ خود میں نے ایسی بے شمار وارداتیں اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں۔"

"اور شاید اے روسیاہ عورت تو نے ان کاموں میں مدد بھی دی ہے؟"

"دیکھئے دیکھئے۔ اب آپ پھر جھنجلانے لگے۔ اس حالت میں مجھے آپ کے ہاتھوں رحم کی امید کیونکر ہو سکتی ہے؟" حبشن نے ڈرتے ہوئے کہا۔

"خیر کہتی جاؤ۔ اور اگر ممکن ہوا تو میں نہ روکونگا" کریچن نے بڑی مشکل سے غصہ کو ضبط کر کے کہا۔

"میں فقط آپ کی نیکدلی پر بھروسہ کر کے سب حال بے کم و کاست کہہ رہی ہوں۔" حبشن نے کہا "آپ بھی اپنے وعدہ کو نبھا لیں گے۔"

"کہو کہو میں سنتا ہوں۔"

"جیسا میں بیان کر رہی تھی۔" حبشن نے سلسلہ داستان جاری رکھ کر کہا "اس کمرہ میں کئی معصوم عورتوں کی نیکی سرجان سٹیوارڈ کی خواہشات پر قربان ہو لی۔ اس کے بعد بعض حالتوں میں جب ان عورتوں کی ذلت کے آثار نمودار ہوئے تو یا خود انہی نے ان کو چھپانے کی تدبیر کی۔ یا سرجان نے ان کو داشتہ بنا کر رکھنا منظور کر لیا۔ ایسی صورتوں میں بھی کچھ عرصہ بعد جب ان کی طبیعت سیر ہو جاتی۔ تو وہ ایسی عورتوں کا کچھ نہ کچھ وظیفہ مقرر کر دیتے تھے۔ بہرحال اس خفیہ کمرہ کے اسرار پوشیدہ ہی رہے... مگر ہاں میں اس موقعہ پر یہ بھی بتا دینا چاہتی ہوں۔ کہ ان کوششوں پر سرجان سٹیوارڈ کو عموماً ہمیشہ

کامیابی ہوتی تھی۔ کیونکہ عورت کتنی بھی نیک اور پاک ہو تھک کر۔ آخر کار یا حالت یاس میں ناچار ہار مان لیتی تھی۔"

کرسچن کے منہ سے پھر کوئی جوش کا کلمہ نکلا چاہتا تھا۔ مگر اس نے ضبط کیا۔

"گھر کے نوکروں میں سے مجھے یا میرے ساتھ والی عورت کو ہی اس کمرہ کی موجودگی کا علم تھا" حبشی عورت نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "آخر کوئی ایک سال کا عرصہ ہے۔ کہ اس عورت نے انتقال کیا۔ اور اب یہ راز میرے سوا کسی کو معلوم نہ تھا۔ جب کبھی ضرورت ہوتی۔ ہم دونوں میں اور سر جان مل کر کسی بیہوش لڑکی کو وہاں لے جاتے تھے . . ."

کرسچن پھر غصہ کو ضبط نہ کر سکا۔ تحمل کھو کر جوش کی حالت میں کہنے لگا "بدکردار عورت۔ تو ضرور ان سیاہ کاموں کی شاہد ہوگی۔ یقیناً تو نے ان بدنصیب لڑکیوں کو آنسو بہاتے۔ التجا کرتے اور بے سود دھمکیاں دیتے دیکھا ہوگا۔ اُف! جی تو چاہتا ہے . . . خیر آگے کہو میں تمہاری داستان کا انجام معلوم کرنے کو بیقرار ہوں۔"

"کوئی چند دن کا عرصہ ہے" حبشن نے بیان کیا۔ "مسز آکنڈن کے دوسری بار یہاں آنے سے پہلے ایک رات نصف شب کے قریب . . ."

"کیا تب کا ذکر کرتی ہو۔ جب وہ لارا کو ساتھ لے کر آئی تھی" کرسچن نے پوچھا۔

"جی ہاں نہیں کا۔ خیر تو آدھی رات کے قریب صدر دروازہ کی خاص گھنٹی کی آواز سنائی دی یہ اشارہ سر جان کے لئے مخصوص تھا۔ انہوں نے جھٹ مجھے بلایا۔ اور چونکہ ایسے واقعات بارہا ہو چکے تھے۔ اس لئے میں فوراً اس کا مطلب سمجھ گئی۔ ہم دونو صدر دروازہ پر گئے۔ اور وہاں ایک عورت اور ایک مرد نے ایک جوان اور حسین لڑکی کو ہمارے سپرد کیا۔ معلوم ہوا وہ اُسے سر جان سٹیوارڈ کے لئے کہیں سے اڑا کر لائے تھے۔"

"معلوم ہوتا ہے ان بدبختوں کا کام ہی یہ تھا کہ معقول معاوضہ کے لالچ سے سر جان کے لئے اطراف میں اپنی ناپاک کوشش جاری رکھیں۔"

"جی ہاں۔ آپ نے ٹھیک سمجھا۔" حبشن نے جواب دیا۔ "اُن لوگوں کو اختیارات حاصل تھے۔ کہ جہاں کوئی حسین عورت نظر آئے۔ جس طرح ممکن ہو ورغلا کر یہاں لے آئیں۔ اس تلاش میں وہ صد ہا میل دور نکل جاتے تھے۔ اور ایسی ہر خاص سفری گاڑیوں کے مصارف سے دریغ نہ کیا جاتا تھا۔ کیونکہ سر جان ان کے سارے اخراجات بڑی فراخ

خوشدلی سے ادا کیا کرتے تھے۔۔۔"

"کیوں نہیں۔ ایسے کاموں میں وہ واقعی بہت فیاض تھے۔" کرسچن نے کہا۔ "مگر اس لڑکی کا کیا ہوا جس کا حال تم کہہ رہی تھیں؟"

"جب وہ ہمارے حوالہ کی گئی۔ تو بیہوش تھی۔" حبشن نے جواب دیا۔ "معلوم ہوا وہ لوگ اسے بہت دور سے لائے تھے۔ رستہ کی تکان اور فکر و تشویش نے غریب کو نڈھال کر رکھا تھا خیر سے بڑی احتیاط کے ساتھ خفیہ کمرہ میں پہنچایا گیا۔ اور چونکہ پہلے ہی بیہوش تھی۔ اس لئے کسی نشیلی دوا کے استعمال کی بھی ضرورت نہ ہوئی۔ مگر میں نے دیکھا۔ کہ سرجان اس لڑکی کی آمد پر خوش ہونے کی بجا مضطرب نظر آتے تھے۔۔۔"

"کیوں؟" کرسچن نے حیرت سے پوچھا۔ "اس موقعہ پر ان کے اضطراب کی کیا وجہ تھی؟"

"میں عرض کرتی ہوں۔" حبشن نے جواب دیا۔ "دراصل اس کے اگلے دن مسز آکسنڈن کے اپنی بہن کو ساتھ لے کر آنے کی امید تھی۔ سرجان لارا سے شادی کرنے کا مصمم ارادہ کر چکے تھے۔ اس لئے ان کو نووارد حسینہ کی ذات سے کچھ دلچسپی نہ رہی تھی۔۔"

"یہ بات تھی تو اسے ان لوگوں سے جو اسے لے کر آئے تھے لینا ہی کیا ضرور تھا؟" کرسچن نے حبشن کے بیان پر شک کرتے ہوئے پوچھا۔

"آپ سمجھے نہیں۔" حبشن نے کہا۔ "وہ لوگ سرجان کے ایماء سے اسے تو لے آئے۔ مگر اب لے جاتے تو کہاں؟ بہت غور و فکر کے بعد سرجان نے یہ فیصلہ کیا کہ مسز آکسنڈن کی بہن سے شادی کرنے تک نوآمدہ لڑکی کو اس پوشیدہ کمرہ میں رکھا جائے۔ اور اس کے بعد اس سے راز داری کا حلف لیکر آزاد کر دیا جائے۔ یہ بھی خیال تھا کہ بناوٹ کے طور پر اسے اس بات کا یقین دلایا جائے۔ کہ تم سرجان کی لاعلمی میں محض میری کوشش سے فرار ہوتی ہو۔ سرجان کا ارادہ شادی کرتے ہی لارا کو ساتھ لے کر یورپ چلے جانے کا تھا۔ اور وہ سمجھتے تھے واپسی تک کوئی خرخشہ باقی نہ رہے گا۔ بہر حال یہ ان کی اصل تجویز تھی۔ مگر ان کی مرگ بے ہنگام نے سب باتوں کو درہم برہم کر دیا۔۔"

"اور اس طرح پر وہ ایک اور جوان لڑکی کی عمر برباد کرنے سے قاصر رہے۔" کرسچن نے کہا۔ "یقیناً اس معاملہ میں خدا کا اپنا ہاتھ تھا۔ مگر اس لڑکی کا حال تو نامکمل ہی رہا۔۔۔"

"دیکھئے اب میں اس داستان کو ختم کیا چاہتی ہوں" حبشن نے کہا۔ "تھوڑی دیر ہوئی میں نے اس لڑکی سے جو اب تک کمرہ میں بند ہے۔ کہا تھا کہ رات کی تاریکی میں چپ چاپ تمہیں باہر نکال

دوں گی۔ میں اس کے لئے تیار بھی تھی۔ اور اب یہی دیکھنے جا رہی تھی۔ کہ آیا سب آدمی سو گئے ہیں۔ کہ اتنے میں آپ یکایک کمرہ کے اندر گھس آئے۔۔۔"

"تو کیا اس خفیہ کمرہ کو جانے کا راستہ اسی کمرہ میں ہے؟" کرسچن نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔ "اور یہ غلط تھا۔ کہ تم باورچی خانہ کو جا رہی تھیں۔"

"جی ہاں غلط ہی سمجھئے۔" جبش نے جواب دیا۔ "بہرحال جو کچھ میں اب کہہ رہی ہوں۔ وہ صحیح ہے"

"پھر بھی اس کی تصدیق ہونی لازم ہے۔" کرسچن نے کہا "تم مجھے اس لڑکی کے پاس لے چلو۔ میں اسے سارے حالات سے واقف کر کے آزاد کر دونگا۔۔"

"یہ تو میں پہلے ہی اس سے کہہ چکی ہوں کہ سر جان سٹیوارڈ مر گئے۔ اور اب ان کی طرف سے کسی طرح کا اندیشہ باقی نہیں۔" جبش نے قطع کلام کر کے کہا "میں اس کے لئے بھی آمادہ تھی کہ اسے باہر لے جا کر کسی سفری گاڑی کا انتظام کر دوں۔ اور وہ اس میں بحفاظت اپنے گھر پہنچ جائے۔"

"کیوں مگر وہ رہنے والی کہاں کی ہے؟ اور اس کا نام کیا ہے؟" کرسچن نے پوچھا۔

"صاحب یہ حالات تب مجھے معلوم نہیں۔" جبش نے جواب دیا "میں نے دریافت کرنے کی بہت کوشش کی۔ مگر وہ یہی کہتی رہی کہ مجھے تم پر اعتبار نہیں۔"

"اور ہوتا بھی کیونکر؟" کرسچن نے کہا "بہرحال میں پوچھتا ہوں۔ اسے آزاد کرنے میں اتنی راز داری کی کیا ضرورت تھی؟ سر جان سٹیوارڈ کے انتقال پر اس غریب کو فوراً آزاد کر دینا لازم تھا۔"

"افسوس مسٹر اینشٹن۔ آپ میری مشکلات نہیں سمجھے" جبش نے کہا۔ "سر ایڈگر موڈلے اور وکیل صاحب کو مجھ سے اتنی کد ہے کہ اگر یہ بات ان کے علم میں آتی تو ضرور مجھے حراست بے جا کی اعانت میں جیل بھجوا دیتے۔ مجبور ہو کر میں نے یہی بہتر سمجھا کہ اس لڑکی کو چپکے سے باہر نکال دوں جس کے بعد میرا اپنا ارادہ بھی کہیں ٹل جانے کا تھا۔ دیکھیے میں کوئی بات آپ سے چھپا کر نہیں رکھتی مہربانی سے آپ بھی اپنا وعدہ پورا کیجیے۔"

"میں خوب جانتا ہوں۔ کہ تم نے اپنی عمر میں بڑی بڑی سیاہ کاریاں کی ہیں۔" کرسچن نے جوش سے کہا "مگر اب بھی میں اس شرط پر تمہیں چپ چاپ چلے جانے کی اجازت دے سکتا ہوں۔ کہ کوئی نیا واقعہ اس قسم کا ظاہر نہ ہو۔ جو تمہاری سرشت کو بدتر ثابت کرے۔ سردست اس معاملہ کو جلد طے کرنا لازم ہے۔ ابھی تک تم نے یہ نہیں بتایا۔ کہ اس کمرہ میں چھپے رہنے سے تمہارا کیا مطلب تھا؟"

"سنئے! میں اس کی وجہ بھی عرض کرتی ہوں" حبشن نے جواب دیا۔ "دراصل اس خفیہ کمرہ کو جانے کا راستہ اسی کمرہ سے ہو کر گذرتا ہے۔ چنانچہ جس وقت آپ یکایک اس میں گھس آئے۔ تو میں خفیہ کمرہ کے دروازہ سے نکلی ہی تھی۔ اس وقت اگر سوئے اتفاق سے شمع گل نہ ہو جاتی۔ تو آپ ضرور مجھے دیکھ لیتے۔ مگر اندھیرے میں آپ نے مجھے نہیں پہچانا۔ اور میں اس خیال سے ایک کونے میں چھپ گئی۔ کہ جب آپ چلے جائیں گے۔ چپ چاپ کمرہ سے نکل جاؤنگی۔ اور اس لڑکی کی رہائی کا عمل کسی اور وقت پر ملتوی کر دوں گی۔"

"لیکن خفیہ کمرہ میں جانے کا راستہ اگر اسی کمرہ میں ہے تو کیا وجہ مجھے دیکھ کر یہاں چھپنے کی بجائے تم اسی کمرہ میں واپس نہ چلی گئیں؟"

"دیکھئے میں اسکی وجہ بتاتی ہوں۔" اتنا کہہ کر حبشی عورت کرسی سے اٹھی۔ اور ایک دیوار کے پاس جا کر کسی چیز کو ہاتھ لگایا۔

فوراً اس قسم کی آواز سنائی دی جیسی فولادی کمانی کی حرکت سے پیدا ہوا کرتی ہے اور اس کے ساتھ ہی کمرہ کی تاریکی تیز روشنی میں بدل گئی۔ یہ عمل اس تیزی کے ساتھ ہوا اور کرسچن کے سامنے سیاہ فام عورت کی منحوس صورت اتنی اچانک نمودار ہوئی۔ کہ وہ حیرت وخوف سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا سامنے دیوار میں ایک دروازہ نظر آیا جس کے اندر تنگ زینہ بنا ہوا تھا۔ روشنی شیشے کے ایک ٹیبل لیمپ سے خارج ہو رہی تھی۔ جو زینہ کی نچلی سیڑھی پر رکھا ہوا تھا۔ بظاہر حبشی عورت اسے اس خیال سے جلتا چھوڑ گئی تھی کہ واپسی پر دوبارہ جلانے کی حاجت نہ ہو۔

کرسچن کو متعجب دیکھ کر وہ کہنے لگی "اگر میں دروازہ کھولتی تو لیمپ کی روشنی اس تیزی سے کمرہ میں داخل ہوتی کہ ضرور آپ کی آنکھ کھل جاتی۔"

"میں سمجھا" کرسچن نے آہستہ سے کہا۔ پھر باقی کپڑے جلد جلد پہن کر وہ حبشن سے کہنے لگا "اب تم لیمپ ہاتھ میں لے لو۔ اور مجھے اس لڑکی کے پاس لے چلو۔ جس کی نسبت کہہ چکی ہو کہ اب تک خفیہ کمرہ میں قید ہے۔"

حبشن نے اس حکم کی فوراً تعمیل کی۔ اور کرسچن کے آگے آگے تنگ زینہ پر چڑھنے لگی۔ اوپر کی سیڑھی پر پہنچکر وہ ایک لمحہ کے لئے ٹھیری۔ اور دروازہ کا سبز پردہ ہٹا کر کنڈی کھول دی۔ دروازہ نہایت مضبوط موٹی لکڑی کا بنا ہوا اور باہر کی طرف کھلتا تھا۔ آگے چلکر ایک اور بند دروازہ نظر آیا۔ اس پر بھی سبز بانات کا پردہ لٹک رہا تھا۔ مگر اس کے پٹ اندر کی طرف کھلتے تھے۔ بظاہر

یہ سب انتظامات کمرہ کو حتےالامکان خفیہ رکھنے کے لئے عمل میں لائے گئے تھے۔ در واسے۔ دیواریں۔ روشن دان سب اسی اصول پہ بنے ہوئے تھے۔ کہ اس کے اندر کوئی بدنصیب بنتی بھی آہ و زاری کرے آواز باہر نہ جانے پاتی تھی۔

حبشن نے آگے بڑھکر دوسرا دروازہ کھولا۔ اور کمرہ میں داخل ہوکر لڑکی سے کہنے لگی "خاتون وہ یہیں یہ تمہاری مدد کے لئے آئے ہیں"۔

مگر جیسے ہی کرسچن نے دہلیز میں قدم رکھا ہوگا اور اس جوان لڑکی کے منہ سے جو زیر حراست تھی۔ ایک ساتھ حیرت و خوشی کی پرجوش آواز نکلی۔

"پیارے کرسچن!"

"پیاری۔ پیاری اسابیلا!"

آن واحد میں دونو بغلگیر ہوگئے۔

باب ۷۷

اسابیلا کی سرگذشت

حبشی عورت تھوڑی دیر حیران و ششدر کھڑی رہی۔ جنہیں وہ ایک دوسرے سے اجنبی اور ناواقف سمجھتی تھی۔ ان میں ایسا اختلاط دیکھ کر اس کا متعجب ہونا قدرتی تھا۔ چند منٹ وہ یہ جاننے سے قاصر رہی۔ کہ ان کا باہمی تعلق کیا ہوگا۔ مگر ان کے انداز محبت سے جلدی ہی معلوم ہوگیا۔ کہ ان میں عاشق و معشوق کا رشتہ ہے۔

اسابیلا نے اب تک اپنے ماموں ارل آف لیسلز کے سوگ میں سیاہ ماتمی لباس پہنا ہوا تھا اور گو اپنے دلدار کے اس فوری اور خارج از امید وصل سے اس کے خوشنما چہرہ پر خوشی کی سرخی پیدا ہوگئی۔ اور آنکھیں فرط مسرت سے چمکنے لگیں۔ تاہم اگر کرسچن اسکی دو منٹ پہلے کی حالت دیکھتا۔ تو چہرہ زرد۔ بدن لاغر اور ضعف جانی غالب نظر آتی۔ اس نے عاشقانہ گرمجوشی سے اس نازنین کو دل سے لگایا۔ دونو کے لب ایک طویل بوسہ کی صورت میں پیوست ہوگئے۔ جس کے بعد وہ اس انداز سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ گویا ہر ایک کو حالت خواب کا دھوکا ہو رہا تھا۔

"پیاری۔ پیاری اسابیلا!" آخر کار کرسچن نے کہا۔ "اب تم ہر قسم کا خوف دل سے دور کردو۔ آج

تک دشمنوں کے قابو میں تھیں مگر اب دوستوں کی حفاظت میں ہو۔ اوہ! ہمیں ایک دوسرے سے کتنی ایک باتیں کہنی ہیں!"

"ہاں پیارے سچ کہتے ہو" اسابیلا نے آہستہ سے کہا۔ اور کرسچن نے معلوم کیا۔ کہ وہ اب تک اس کے ساتھ لگی ہوئی کانپ رہی تھی "تم سے جدا ہو کر میں نے بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ نہ صرف اس جگہ" یہ کہتے ہوئے اس نے خفیہ کمرہ میں چاروں طرف نظر ڈالی جو قید خانہ ہونے کے باوجود ہر قسم کے سامان آسائش سے آراستہ تھا۔ "بلکہ لندن میں بھی۔"

"ستم رسیدہ نازنین"۔ کرسچن نے آہ سرد بھر کر کہا۔ اور اس کے رخساروں پر بے اختیار آنسو بہنے لگے۔ وفور شوق میں اس بات سے بے خبر کہ حبشی عورت اب تک کمرہ میں موجود ہے اس نے پھر ایک بار اسابیلا کو سینہ سے لگایا۔ اس کے بعد کہنے لگا۔ "جان سے پیاری اسابیلا سردست تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہمیں جو کچھ ایک دوسرے سے کہنا ہے۔ اسے کل پر ملتوی کرنا چاہیے۔ آؤ۔ اس ناپاک کمرہ کو چھوڑ کر میرے ساتھ چلو۔ کیونکہ اس سے یقیناً تمہیں نفرت ہوگی۔ ۔ ۔ آہ! تم کیا ابھی تک یہیں کھڑی ہو؟" یہ آخری الفاظ اس نے حبشن کو پاس کھڑے دیکھ کر کہے۔

"صاحب یہ خاتون گواہ ہے کہ میں نے کبھی اس سے سختی کا سلوک نہیں کیا۔" سیاہ فام عورت نے کہا۔

"جا بدبخت دور ہو" اسابیلا نے اسکی صورت دیکھ کر کانپتے ہوئے کہا۔ مگر فوراً ہی نرم ہو کر کہنے لگی۔ "پیارے کرسچن اب ہمیں اس عورت کو معاف کر دینا چاہیے۔ اس میں شک نہیں۔ وہ میری حراست کی پہرہ دار تھی۔ بہرحال مجھے اس کے خلاف کوئی خاص شکایت نہیں۔ کل سے یہ میری رہائی کے وعدے بھی کر رہی تھی۔ مگر مجھے اس کی بات کا یقین نہ تھا۔ میں ڈرتی تھی۔ شاید ان وعدوں کی تہ میں بھی کوئی نیا جال ہو۔ میں ہجوم مصائب سے نیم دیوانی ہو رہی تھی۔ اس لئے جب اس نے اپنے بدکردار آقا کی موت اور گھر میں کسی طرح کی تبدیلیوں کا ذکر کیا۔ تو مجھے اس کی باتوں کا یقین نہیں آیا۔"

"اسابیلا جو ہو چکا۔ اب اس کا غم نہ کرو۔" کرسچن نے اس کا ہاتھ محبت سے دباتے ہوئے کہا۔ "میرے ہوتے کوئی تمہیں آنکھ بھر کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ ۔ ۔ تم سے" اس نے حبشن کی طرف منہ کر کے کہا۔ "میں نے خاص حالتوں میں رحم کا سلوک کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ میں اس وعدہ کا پابند ہوں

آج کی رات یہاں ٹھیرو۔ صبح سویرے ہی رخصت ہو جانا۔ یہ پوچھنا لاحاصل ہے کہ تمہارے پاس گذارہ لائق نقدی ہے یا نہیں۔ کیونکہ جیسی خدمات تم سر جان سٹیوارڈ کی کرتی رہی ہو۔ ان کے بعد تمہارا تنگدست ہونا غیر ممکن ہے۔"

حبشی عورت کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ کرسچن کا گمان غلط نہیں۔ چنانچہ وہ شکریہ کے الفاظ بڑبڑاتی زینہ سے اُترنے لگی۔

مگر کرسچن نے فوراً آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا۔ اور کہنے لگا "ٹھیرو۔ پہلے ہم اُتریں گے" یہ اس لئے کہ اس کے دل میں خیال پیدا ہو گیا تھا۔ کیا عجب یہ عورت کوئی نئی شرارت کرے اور آگے جا کر دروازہ کو باہر سے بند کر دے۔

حبشن اس کا مطلب سمجھ گئی اور کہنے لگی "اطمینان رکھئے میں آپ سے دغا کرنا نہیں چاہتی کیونکہ اس سے مجھے فائدہ کچھ نہیں۔"

کرسچن نے اس عذر کی پروانہ کی اور ایک ہاتھ میں لمپ لے کر دوسرے سے اسابیلا کو سہارا دیتے ہوئے زینہ کی راہ سے اترنے لگا۔ حبشن نے وہ شمع جو کمرہ کی میز پر جل رہی تھی۔ اٹھالی اور ان کے پیچھے ہولی۔ زینہ سے اُتر کر کرسچن اور اسابیلا نے اس کمرہ خواب کو جو خود دروازہ کے آگے واقع تھا طے کیا۔ پھر کرسچن نے دروازہ کھول کر اسابیلا کو پاس کے خالی کمرہ میں داخل کر دیا۔ ایسا کرتے ہوئے اس نے کہا "پیاری اسابیلا آج کی رات اس میں آرام کرو۔ صبح مناسب انتظام کر دیا جائے گا۔" یہ کہتے ہوئے اس نے لمپ اس کے ہاتھ میں دیدیا۔ اور خود اسی کمرہ میں جہاں اس کا عارضی قیام تھا آگیا۔ حبشن مکان کے کسی اور حصہ میں چلی گئی۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہوگا۔ کہ یہ رات کرسچن نے دل خوش کن اور مسرت بخش خواب دیکھتے ہوئے بسر کی۔

صبح کو معمول سے جلد اٹھا۔ تو پہلے کچھ دیر اس ششن و پنج میں رہا۔ کہ شب گذشتہ کے واقعات کہیں خواب تو نہ تھے؟ مگر نہیں۔ تصدیق کے لئے وہ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ جو خفیہ کمرہ کے زینہ کی طرف لے جاتا تھا۔ کرسچن نے پاس جا کر اس کو بغور دیکھا۔ اس کی خفیہ کمانی کا معائنہ کیا۔ اور یہ تحقیقات بھی کی کہ اسے کھولنے اور بند کرنے کے کیا طریقے ہیں۔ آخر میں اُسے بند کر کے بہت دیر نظر تعریف سے دیکھتا رہا۔ اس صناع کی کاریگری پر حیرت ہوتی تھی۔ جس نے یہ خفیہ رستہ اس اُستادی سے تیار کیا کہ بادی النظر میں کسی کو اس کا گمان نہ ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد کپڑے پہنے اور منہ ہاتھ دھو کر اس کمرہ میں گیا جو اس کی سکونت کے لئے مخصوص تھا۔ اور جیسے وہ محض مسز آکسنڈن سے جان چھڑانے کی خاطر

چھوڑ آیا تھا۔ کمرہ خالی اور میز پر ایک رقعہ موجود تھا جسے اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا اسی کے نام مکتوب ہے۔ انداز تحریر زنانہ اور نستعلیق تھا۔ ایک لمحہ کرسچن نے اسے کھول لینے میں تامل کیا۔ پھر اس خیال سے لفافہ چاک کر دیا کہ خط میں سکوت و رازداری کے لئے کتنی ہی التجا کیوں نہ کی گئی ہو۔ میں ضرور سب حال سر ایڈگر بیورلے سے کہہ دوں گا۔

اس جگہ خط کا مضمون درج کرنا بے سود ہوگا۔ مختصر یہ کہ اس کا ماحصل یہ نکلا جس کا کرسچن کو گمان تھا۔ مسز آکسٹن نے لکھا تھا۔ کہ میں جذبات سے مجبور ہو کر آپ کے کمرہ میں چلی آئی تھی۔ مگر اب اس جرأت پر شرمسار ہوں۔ آپ کی سرد مہری نے احساس ندامت کی صورت میں مجھے کافی سخت سزا دے دی ہے۔ اس لئے میں امید کرتی ہوں۔ کہ آپ اس واقعہ کے انکشاف سے مجھے اور ذلیل و شرمسار کرنے کی کوشش نہ کریں گے۔ میں ایک بد نصیب عورت آپ سے رحم کی التجا کرتی ہوں۔ خدا کے لئے اسے رد نہ فرمائیے۔

منہ ہاتھ دھو کر کرسچن سر ایڈگر بیورلے کے کمرہ میں گیا۔ وہ بھی ضروری حوائج سے فارغ ہوا ہی تھا۔ کرسچن کو دیکھ کر صورت سے جان گیا۔ کہ ضرور کوئی خاص خبر لایا ہے کرسچن نے سب گذشتہ کے واقعات اختصار کے ساتھ بیان کئے۔ مگر انہیں سن کر سر ایڈگر کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کرسچن نے مسز آکسٹن کا اپنے کمرہ میں آنا خود دوسرے کمرہ میں چلے جانا۔ وہاں جسٹن سے اتفاقی ملاقات اور اس کی زبانی خفیہ کمرہ کے حالات کا انکشاف پھر اس کے بعد کمرہ مذکور کی دریافت اور اس میں خلاف امید اس نازنین کی ملاقات کا حال جو اسے اتنی ہی عزیز تھی جیسے لارا سر ایڈگر کو۔ سب کچھ مختصر طور پر بیان کیا۔ اور آخر میں کہا "یہ وہ رقعہ ہے۔ جو مجھے اپنی خوابگاہ میں ملا۔ مضمون آپ خود دیکھ لیں۔ بہرحال میری رائے میں ایسی بدچلن عورت کا شریفوں کے پاس رہنا اچھا نہیں۔ غالباً اس بارہ میں آپ بھی میرے ہم خیال ہوں گے۔ کہ اس نے رازداری کے لئے جو التجائیں کی ہیں میں انہیں نامنظور کرنے میں حق بجانب تھا"

"میرے عزیز دوست" جوان بیرونٹ نے جلدی سے کہا "جو کچھ تم نے کیا۔ وہ حالات پیش آمدہ میں تمہارا فرض تھا۔ مصلحت یہی تھی۔ کہ خط مجھ کو دکھا دیا جاتا۔ وہ خاتون جو مجھے جان سے بڑھ کر عزیز ہے۔ بعض اتفاقی حالات میں ورنز ہوس میں آ گئی ہے۔ مگر یقین جانو میری طرف سے اس کی اتنی ہی پرجوش تقدیم ہوگی۔ جیسے تمہاری۔ وہ لارا کی سب سے عزیز سہیلی

ہو گی۔ اور اس کے ہوتے ہوئے بدکردار مسز آکسنڈن کو یہاں رکھنے کی ضرورت بھی مٹ جائے گی۔ ایسی بے حیا عورت کو جیسی یہ ثابت ہوئی ہے۔ لارا اور مس ونسنٹ ایسی معصوم ہستیوں کے پاس رکھنا گناہ ہے۔ پس میں ایک گھنٹے کے اندر اندر اسے رخصت ہونے پر مجبور کروں گا اتنے میں آؤ مس ونسنٹ کی آسائش کا انتظام کر دیں۔"

دونوں کھانا کھانے کے کمرہ میں گئے۔ اور وہیں تھوڑی دیر بعد لارا بھی آ گئی۔ آداب کے بعد سر ایڈگر نے اس سے کہا۔

"لارا پیاری۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض نئے حالات ایسے معلوم ہوئے ہیں کہ اب میں تمہاری بہن کو ایک لمحہ بھی اس مکان میں رکھنا منظور نہیں کر سکتا۔ تمہاری اپنی نیک نامی کی خاطر ضروری ہے کہ آئندہ اس سے تم بے تعلق ہو۔ تم میری طبیعت اچھی طرح جانتی ہو۔ میں بے جا تشدد کا سخت مخالف ہوں۔ پس امید ہے اس بارہ میں مفصل حالات جاننے پر اصرار نہ کرتے ہوئے۔ تم میرے فیصلہ کو ٹھیک سمجھو گی۔ میں قصداً سب حال نہیں کہتا۔ کیونکہ اس سے تمہارے پاک خیالات کو صدمہ پہنچنے کا احتمال ہے۔"

"افسوس میری بدنصیب بہن۔ خدا جانے تیرا کیا حال ہوگا۔" لارا نے روتے ہوئے کہا پھر ایڈگر سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔ "بہتر ہے جس طرح مرضی ہو کرو۔ میں جانتی ہوں جو کرو گے وہ میری بہتری کے لئے ہی ہوگا۔"

"اس اظہار اعتماد کے لئے میں پیاری لارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔" بیرونٹ نے کہا۔ "بس اب رونا موقوف کرو۔ ایسی نالائق عورت کے لئے تمہاری بلا غم کرے۔ جو جیسا کرے گا پائے گا اس کے جانے سے کم از کم تمہاری راحت میں کمی نہ ہوگی ۔ ۔ ۔"

"پیارے ایڈگر مجھے تو اب بھی سب راحتیں حاصل ہیں۔" لارا نے آہستہ سے کہا۔ "صرف اس بہن کا دکھ ستاتا ہے ۔ ۔ ۔"

"میں اس کا بھی اطمینان کرتا ہوں کہ اس کے جانے پر تم گھر میں اکیلی نہ رہو گی۔" بیونے نے جلدی سے کہا۔ "ایک اور معزز خاتون جو ہر طرح تمہاری صحبت کے لائق ہے۔ اتفاقاً یہاں گئی ہے۔ مفصل حال وہ خود تم سے بیان کرے گی۔ مگر مجھے امید ہے کہ یہ جاننے کے بعد کہ وہ میرے دوست کی بہن کو اتنی ہی عزیز ہے جیسی تم مجھے ہو۔ تم ضرور اس کا پرتپاک خیرمقدم کرو گی۔ جاؤ پیاری لارا اپنی نئی سہیلی مس ونسنٹ سے مل آؤ۔ میں اتنے تمہاری بہن کی روانگی کا انتظام

کرتا ہوں۔"

لارا چلی گئی۔ تو بیرونٹ نے گھنٹی بجا کر ایک خادمہ سے پوچھا۔ کہ مسز آکسنڈن بیدار ہوئی یا نہیں؟ واضح ہو اب وہ اس کمرہ میں نہ سوتی تھی۔ جو لارا کی خوابگاہ سے متعلق تھا۔ معلوم ہوا وہ بیدار ہو چکی ہے۔ اس پر سر ایڈگر نے اُسے اپنے پاس طلب کیا۔ اس موقعہ پر کریچن اس خیال سے چلا آیا کہ میری موجودگی ان کی باتوں میں حائل ہوگی۔ دونوں میں جو گفتگو ہوئی۔ اس کی تفصیل میں نہ جاتے ہوئے ہم اتنا ہی بیان کرنا کافی سمجھتے ہیں کہ جب مسز آکسنڈن کو معلوم ہوا کہ کریچن نے سب حال سر ایڈگر بیورلے سے کہہ دیا ہے۔ تو اس کی سیاہ آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ مگر جلدی ہی یہ جان کر اس کا اطمینان ہوگیا۔ کہ سر ایڈگر کا ارادہ لارا کی نیک نامی کی خاطر اس راز کو حتے الوسع چھپانے کا ہے۔ مگر اس میں بھی شرط یہ تھی کہ مسز آکسنڈن فوراً ورنز ہوس سے کسی دوسری جگہ چلی جائے۔ گنہگار عورت نے جب دیکھا کہ بازی ہر گئی۔ اور اب یہاں دال گلنے کی کوئی صورت نہیں تو ناچار جانے پر آمادہ ہوگئی۔ ایک تو وہ سر ایڈگر بیورلے کی نظروں سے گر چکی تھی۔ دوسرے نوکروں میں سے ہر شخص نفرت و حقارت کا سلوک کرنے لگا تھا۔ پس اس نے یہاں سے رخصت ہونے میں ہی بہتری دیکھی۔ جلتے وقت اس نے لارا سے ملنے کی آرزو بھی نہیں کی۔ شائد اس لئے کہ وہ جانتی تھی اس کی اجازت نہ دی جائے گی۔ سر ایڈگر نے فوراً ایک سفری گاڑی منگا کر مسز آکسنڈن کا اسباب اس میں رکھوا دیا۔ اور وہ ملول و محزون افسردہ و دل شکستہ اس گھر سے رخصت ہوئی۔

اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد سر ایڈگر بیورلے مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے کی میز پر تشریف فرما ہوئے۔ لارا اور اسابیلا میں ابھی سے بہناپا ہو گیا تھا۔ چنانچہ کریچن اور ایڈگر دونو کو انہیں محبت کی باتیں کرتے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ مسٹر اینڈریوز وکیل بھی اس وجہ سے خوش و خرم نظر آتا تھا۔ کہ ایسی دلکش صحبتیں متوفی بیرونٹ کے عہد میں کبھی نصیب نہ ہوتی تھیں خفیہ کمرہ کا راز مخفی رکھنے کی اب کچھ ضرورت نہ تھی۔ اس کا حال سب سے کہہ دیا گیا۔ اور سر ایڈگر بیورلے نے ارادہ ظاہر کیا کہ رسم شادی سے فارغ ہونے کے بعد میرا سب سے پہلا کام اس کمرہ کو مسمار کرانا ہوگا۔

خاصہ لایا گیا جسے سب نے شوق و رغبت سے تناول کیا۔ اس سے فارغ ہوکر ایڈگر نے سوچا کہ حالات پیش آمدہ میں کریچن اور اسابیلا کو ایک دوسرے سے کئی ایک باتیں کہنی ہونگی پس وہ لارا کو ساتھ لے کر باغ کی سیر کرنے چلا گیا۔ مسٹر اینڈریوز کو بعض خط لکھنے تھے وہاں

میں مشغول ہوئے۔ گویا اس کمرہ میں کرسچن اور مس ونسنٹ ہی رہ گئے۔

خلوت ہونے پر حسین دوشیزہ نے اپنے دلدار کو نظر محبت سے دیکھتے ہوئے کہا "پیارے کرسچن تم سے میری کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ مگر جو کچھ میں اب کہنا چاہتی ہوں اس کی نسبت درخواست ہے کہ بات ہم دونوں ہی میں رہنی چاہیئے۔ ہاں اگر مصلحت اس کے خلاف ہو تو جس طرح مناسب ہو کرنا" زیادہ افسردہ لہجہ میں "افسوس! بہت رنجیدہ مضمون ہے۔ اور میں امید کرتی ہوں۔ تم اسے پردہ راز میں ہی رہنے دو گے۔"

یہ کہتے ہوئے اسابیلا کی رنگت زرد ہو گئی۔ کرسچن نے یہ حالت دیکھی تو پہلے متعجب پھر خوفزدہ ہو گیا۔ جلدی سے کہنے لگا "جان سے پیاری اسابیلا وہ کیسا مضمون ہو گا جس کا ذکر کرتے ہوئے تمہیں اتنا تامل ہے؟ اور جسے مخفی رکھنے کے لئے تم اس قدر اصرار کرتی ہو۔"

"کیا کہوں۔ سخت ہی رنجیدہ معاملہ ہے۔ مگر میں تمہیں بہت عرصہ حالت انتظار میں رکھنا بھی نہیں چاہتی۔" اسابیلا نے کہا "یہ تو تم کو معلوم ہی ہے کہ ماموں باوا کی موت کن حالات میں واقع ہوئی تھی۔۔۔"

"الہی کیا یہ راز اس خوفناک قتل ہی سے تعلق رکھتا ہے؟" کرسچن نے چونک کر پوچھا۔

"ایک حد تک" مس ونسنٹ نے جواب دیا۔ "اور میں جانتی ہوں تمہیں سخت حیرت ہو گی۔۔۔ تم چونک جاؤ گے۔۔۔ تمہارا دل گھبرانے لگے گا۔ جب معلوم کرو گے کہ وہ خوفناک راز اب ایک راز نہیں ہے۔ کیونکہ دونو ایک دوسرے پر الزام لگاتے ہیں۔۔۔"

"دونو! اسابیلا۔ کن کا ذکر کر رہی ہو؟" کرسچن نے زیادہ متحیر ہو کر پوچھا۔

"آہ! میں بھول گئی"! حسین دوشیزہ نے رک کر کہا "میں یہ کہنا بھول گئی۔ کہ کونٹس ایتھل میری ممانی اور ایڈولفس میرے ماموں زاد بھائی۔۔۔"

"نہیں اسابیلا غیر ممکن ہے۔" کرسچن نے جلدی سے کہا۔ "یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حسین ایتھل جو اتنی خلیق و فیاض ہے اور ایڈولفس جنہوں نے ازراہ عنایت ہماری ملاقات کا انتظام کیا تھا۔ وہ۔۔۔"

"افسوس میں کچھ جھوٹ نہیں کہتی۔" اسابیلا نے نمایاں طور پر کانپتے ہوئے کہا "ایک روز اتفاقاً میں نے ان کی گفتگو کے چند الفاظ سنے تھے۔ میں اس کمرہ نشست میں جا رہی تھی۔ جس کے دروازہ پر بھاری پردہ لٹکا رہتا ہے۔ خیالات کی محویت میں میں نے دروازہ کو بے آواز

آہستہ سے کھولا۔ اور اندر قدم رکھنے لگی تھی۔ کہ بعض الفاظ سُن کر اپنی پیروں پہ کھڑی رہ گئی کرسچن پتہ جا تو خوف نے میرے اعضا کی حرکت مسلوب کر دی۔ کیونکہ الفاظ جو وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔۔۔"

"وہ!۔۔ یعنی ایڈولفس اور کونٹس ؟" کرسچن نے چونک کر پوچھا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ شبہ پیدا ہونے سے کہ شاید ان کے تعلقات ناجائز ہیں۔ کئی خفیف واقعات کی یاد جو ذہن سے اُتر چکے تھے۔ آندھی کی طرح دماغ سے گذر گئی۔

"ہاں وہ دونو اس کمرہ میں گفتگو کر رہے تھے۔ جس کا کچھ حصہ پردہ کے پیچھے میرے کانوں میں بھی پہنچ گیا" اسابیلا نے کہا۔ "اور گو ان کی آواز بدلی ہوئی۔۔۔ بہت بدلی ہوئی تھی۔ تاہم میں نے اسے پہچان لیا۔ میرے شبہات کی تصدیق اس طرح بھی ہو گئی کہ وہ ایک دوسرے کو پہلے نام[۱] سے مخاطب کرتے تھے۔۔۔"

"الٰہی۔ کیا میں سچ سُنتا ہوں ؟" کرسچن نے حالت اضطراب میں کہا۔ "مگر کیوں اسابیلا وہ الفاظ کیا تھے۔ جو تم نے سُنے ؟"

"آہ۔ وہ الفاظ مجھے اس طرح یاد ہیں۔ گویا کسی نے ان کو گرم سرخ لوہے سے لوح دل پر نقش کر دیا ہو" اسابیلا نے کانپتے ہوئے کہا۔

"اُف! اُف!" کرسچن نے جس کا اپنا چہرہ اسابیلا کی طرح زرد ہو گیا تھا۔ گھبرا کر کہا۔ "مگر کہو تو وہ الفاظ کیا تھے ؟"

"میں نے اچھی طرح سنا کہ لارڈ آسمنڈ۔ جو بعد ارل آف لیبیلز کونٹس سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا۔ انھیں ناحق جھوٹے پہ اصرار کرتی ہو۔ میں نے واردات کے بعد پہلی ملاقات پر بھی کہا تھا۔ اور اب پھر کہتا ہوں کہ جرم تمہارے ہی ہاتھوں ہوا ہے۔ اس پہ کونٹس گلوگیر آواز سے کہنے لگی۔ نہیں ایڈولفس تم جھوٹ کہتے ہو۔ تم بزدل اور کمینے ہو کہ اپنا جرم اوروں پر لگانے کی کوشش کرتے ہو۔ قاتل تم ہو۔ تمہیں نے ارل کو قتل کیا ہے۔ اس کے بعد پھر ایڈولفس کی آواز سنائی دی۔ ایتھل میں باصرار کہتا ہوں۔ جرم تمہارے سوا اور کسی کا نہیں۔۔۔"

"توبہ! توبہ!" کرسچن نے دونو ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "اسابیلا ایسی باتیں سن کر ضرور تمہاری رگوں میں خون منجمد ہو گیا ہو گا۔"

---

[۱] مغربی آداب میں یہ انتہائی بے تکلفی کی علامت ہے ۱۲ مترجم۔

"پیارے کرسچن۔" حسین دوشیزہ نے کانپتے ہوئے جواب دیا۔ "الفاظ میرے اس وقت کے احساس کو ظاہر نہیں کر سکتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ میں کوئی خوفناک خواب دیکھ رہی ہوں۔ کمرہ میں ان کے سامنے جانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ میں نہیں جانتی کس طرح واپس اپنے کمرہ میں گئی نہیں کہہ سکتی ہوں کہ ان کو میرے پس پردہ ہونے کا علم ہوا یا نہیں۔ بہرحال اپنے کمرہ میں جا کر میں نے تنہائی میں سوچنا شروع کیا۔ کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ میرے لئے اس گھر میں رہنا خارج از بحث تھا۔ مگر اس کی بھی جرأت نہ ہوتی تھی۔ کہ اس راز کو جو بے ارادہ میرے کانوں تک پہنچا تھا۔ حکام تک پہنچاؤں۔ غیر ممکن تھا کہ میں اپنے ہی رشتہ داروں کو پھانسی دلوانے کی کوشش کرتی۔ بہت دیر اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش کرتی رہی کہ ضرور میرے کانوں کو دھوکا ہوا ہے۔ کیا عجب حال کے خوفناک واقعات اور بیماری نے دماغ میں فتور پیدا کر دیا ہو۔ اور میں نے ان کے الفاظ سمجھنے میں غلطی کی ہو۔ مگر پھر فوراً خیال آتا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے جیسا کہہ چکی ہوں۔ الفاظ اس طرح نقش دل ہو چکے تھے جیسے گرم سرخ لوہے کے نشان ہوں۔ اس کشمکش و پیچ میں پھر وہی سوال پیدا ہوتا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں یہ جتلانا نہ چاہتی تھی کہ ان کی باتیں میرے کانوں تک پہنچ چکی ہیں۔ مگر جس گھر میں ایسے خوفناک حالات پیش آ رہے تھے۔ وہاں رہنے کے لئے بھی تیار نہ تھی۔ خیر جس طرح ممکن ہوا میں نے ضبط سے کام لیا باطن کو ظاہر کے پردہ میں چھپانے کی بہت کوشش کی پھر بھی لنچ کی میز پر انہوں نے معلوم کر ہی لیا کہ تمہاری تمکنت بے طرح ماند ہے۔ ایسا ہونا باعث حیرت نہ تھا۔ مگر میں نے وہی بیماری کا بہانہ کر کے ٹال دیا۔ اور کہا اس ہولناک واردات کی یاد اب تک چلی جاتی ہے۔ اچھا ہو کہ کچھ دنوں تبدیلی آب و ہوا کی صورت ہو جائے۔ کونٹس رضامند ہو گئی۔ اور کہنے لگی تم گھر کی منتظم عورت مسز گارڈنر کے ساتھ دیہات چلی جاؤ۔ میں تو چاہتی ہی تھی۔ بول اٹھی۔ آپ اجازت دیں تو آج ہی رخصت ہوتی ہوں۔ ان کے چہروں کو دیکھنے کی جرأت نہ تھی۔ اسلئے نہیں کہہ سکتی۔ میری درخواست کا ان پر کیا اثر ہوا ہے۔ یہ بھی یاد نہیں۔ انہوں نے کیا جواب دیا ہاں اتنا جانتی ہوں کہ اس کے تھوڑی دیر بعد میں اور مسز گارڈنر اکٹھی ایک سفری گاڑی میں سوار ہو گئیں۔۔۔"

"اور کہاں گئیں؟" کرسچن نے پوچھا۔

"مسز گارڈنر کا بیٹا مالخہ کنٹ میں شنبرج کے پاس کھیتی کرتا ہے۔ وہ بہو بیٹے سے ملنا

چاہتی تھی۔ اس لئے فیصلہ ہوا کہ میں وہیں ان کے پاس رہوں۔ اور جب طبیعت اکتا جائے تو واپس آ جاؤں۔ میرے ساتھ ایک خادمہ کر دی گئی تھی۔ شام کو ہم اس گاؤں میں پہنچے۔ جہاں ہمارا پرتپاک خیر مقدم ہوا۔ اور ہمارے لئے ہر قسم کی آسائش مہیا کی گئی۔ یہ کوئی آج سے دس دن پہلے کا ذکر ہے۔ لیکن مجھے وہاں رہتے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا۔ کہ ایک روز چند بدمعاش مجھے زبردستی یہاں لے آئے۔ اس دن صبح کو میں کھیتوں کی سیر کر رہی تھی۔ کہ ایک بدصورت بڑھیا نے آ کر مجھے اس بے تکلفی سے مخاطب کیا کہ میں برداشت نہ کر سکی۔ میں نے نفرت سے منہ پھیر لیا۔ اور چلی گئی۔ اس واقعہ سے عارضی رنج ہوا مگر بات جلدی ہی ذہن سے اتر گئی۔ شام کو پھر سیر کرنے گئی۔ ایک تنہا مقام پر جس کے دونوں طرف گنجان درخت اگے ہوئے تھے۔ چل رہی تھی کہ ایک مرد اور دو عورتوں نے جن میں سے ایک وہی بڑھیا تھی جس کا ذکر پیشتر کر چکی ہوں مجھے پکڑ لیا۔ اور زبردستی ایک گاڑی تک لے گئے۔ جو تھوڑے فاصلہ پر کھڑی تھی۔ جب وہ مجھے اس میں سوار کر رہے تھے۔ غش آ گیا۔ اور آخر جب ہوش آیا۔ تو گاڑی تیز چل رہی تھی۔ اس کے اندر میری حفاظت کے لئے وہی مرد اور دو عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔۔۔"

"بدبخت!" کرسچین نے جس کا چہرہ غصہ سے تمتما رہا تھا۔ جوش سے کہا۔ اور اسابیلا کو پھر سینے سے لگا لیا۔

"رستہ میں ہماری گاڑی کسی گاؤں یا قصبہ میں ہو کر گزرتی یا کہیں گھوڑے تبدیل کرنے کے لئے ٹھیرتی۔ تو وہ لوگ مجھے ڈرا دھمکا کر چپ رہنے پر مجبور کرتے"! حسین دوشیزہ نے سلسلہ بیان جاری رکھ کر کہا۔ "ڈرتی تھی کہیں جان سے نہ مار دیں۔ اس لئے فریاد کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ ایک بار گاڑی کسی سرائے کے پاس ٹھیری۔ تو سرائے دار کے سوال پر اسی مرد نے جو ہمارے ساتھ تھا۔ کہا غریب لڑکی دیوانی ہو گئی ہے اور ہم اسے پاگل خانہ لئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد مجھے پھر غش آ گیا۔ اور جب دوبارہ ہوش آیا۔ تو اسی کمرہ میں تھی۔ جہاں سے کل رات تم نے نجات دی۔ زمانہ حراست میں کچھ روز خیالات کی پریشانی اور شدت اضطراب سے میں بھی سمجھتی تھی کہ سچ مچ دیوانی ہو گئی ہوں۔ اور یہ پاگل خانہ کا کمرہ ہے۔ مگر حبشن نے رفتہ رفتہ مجھے سب حالات سے خبردار کیا۔ اور کہنے لگی چپ رہو گی۔ تو امید ہے ایک دو روز میں تم کو رہا کر دیا جائے گا۔ بس پیارے کرسچین میری داستان اتنی ہی تھی۔ مگر مجھے فکر ہے۔۔۔"

"میں سمجھا" کرسچین نے جلدی سے کہا۔ "تمہیں فکر ہے کہ وہ لوگ جن کے ہاں تم ٹھیری ہوئی

بعض اس فوری گم شدگی پر کیا خیال کرتے ہوں گے ۔ میری رائے میں تم مسز گارڈنر کے نام خط لکھ دو ۔ اور اس میں تحریر کر دو کہ میں اس جگہ مقیم ہوں میری سہیلی لارا کی شادی دو تین ہفتہ کے عرصہ میں ہونیوالی ہے اور اب اس کے بعد آؤں گی ۔ کیونکہ اس سے پہلے تو یہ لوگ تمہیں جانے کی اجازت بھی نہ دیں گے اور نہ ۔ ۔ ۔ "

فقرہ کا باقی حصہ کرسچن نے زبانی نہیں کہا ۔ مگر اس کا مطلب نگاہ سے ظاہر ہو گیا ۔ ۔ ۔ اور نہ تمہیں ہم کو لطف صحبت سے محروم کرنا پسند کرو گی ۔"

" لارا باصرار کہتی تھی ۔ کہ اب میری شادی کے بعد ہی جانا ۔" اسابیلا نے شرماتے ہوئے کہا اور میں نے اس سے وعدہ بھی کر لیا ہے ۔ مگر ساتھ ہی خیال آتا ہے کہ اگر میں نے اپنی خادمہ اور مسز گارڈنر کو یہاں اپنے پاس بلا لیا ۔ تو یہ سرایڈگر بیورسے کی مہمان نوازی پر ایک ناجائز بوجھ ہو گا ۔"

" بالکل نہیں ۔ ۔ ۔ بالکل نہیں !" کرسچن نے جلدی سے کہا ۔ "میری اور لارا کی خوشی میں ہی ان کی خوشی ہے ۔ اس لئے پیاری اسابل ابھی ایک خط مسز گارڈنر کے نام لکھ دو ۔ میں جا کر سرایڈگر کو سب حالات سے خبردار کرتا ہوں ۔ ان کا آدمی اگلی ٹرین میں خط لیکر ٹنبرج چلا جائے گا اور چند گھنٹوں تک مسز گارڈنر اور تمہاری خادمہ کی سب فکر و تشویش رفع ہو جائے گی ۔ اور چونکہ رسمی طور پر تمہاری خادمہ کا تمہارے ساتھ ہونا ضروری ہے اس لئے وہ اس آدمی کے ساتھ ہی آ جائے گی ۔"

" مگر کرسچن " اسابیلا نے اسے روکتے ہوئے کہا ۔ "اب تک تم نے یہ نہیں بتایا کہ تمہاری اپنی رائے ۔ ۔ ۔ ؟"

" اس کمبخت جوڑے کی نسبت ؟" کرسچن نے پوچھا ۔ اور پھر تھوڑے تامل کے بعد کہا "میرے خیال میں تم اس راز کو چھپا ہی رہنے دو تو اچھا ہے ۔ خطاوار آدمی کا ضمیر اس کو بدترین سزا دے سکتا ہے ۔ علاوہ بریں سردست یہ معاملہ ایک گھر سے راز کی صورت رکھتا ہے ۔ ورنہ ہر ایک کا دوسرے پر الزام لگانا اور فریقین کا انکار و اصرار اور کیا معنی رکھ سکتا ہے ۔ ۔ لیکن خیر تم رقعہ تحریر کرو میں سرایڈگر بیورسے سے مل کر ابھی آتا ہوں ۔"

کرسچن کا خیال صحیح تھا ۔ سر بیرونٹ کو اسابیلا کے قیام سے دلی مسرت ہوئی ۔ کرسچن کے مشورہ کے مطابق اس نے فوراً ایک آدمی کو اسابیلا کا خط لے جانے کا حکم دیا ۔ جو شام

ہوتے ہوتے سنر گارڈنز اور اسابیلا کی خادمہ کو ساتھ لیکر واپس آ گیا۔

باب ۸۰

پاپ کا پھل

نظارہ پھر ارل آف لیسلز کے مکان میں تبدیل ہوتا ہے۔ جہاں کچھ عرصہ پیشتر قتل کی خوفناک واردات ہوئی تھی جہاں سے بعض خاص حالات میں اسابیلا ونسنٹ خوفزدہ ہو کر بھاگی تھی۔

رات کا وقت تھا اور بیوہ کونٹس آف لیسلز سیاہ ماتمی لباس پہنے اس کمرہ نشست میں جس کا ذکر اسابیلا نے کرسچن سے کیا تھا۔ ایک پرتکلف صوفے پر دراز تھی۔ رنگت زرد، بدا ستخوانی چہرہ اترا ہوا اور لباس کی سیاہی بیوگی کی سپید ٹوپی سے مل کر جسم کی زردی کو اور نمایاں کرتی تھی۔ آنکھوں میں توحش بے چینی اور مجذوبیت کی علامات تھیں اور صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ سخت فکر و تشویش میں مبتلا ہے۔ مگر نہیں جانتی کہ کیا کرنا اور کیا نہ کرنا چاہیئے۔ اپنی موجودہ حالت میں وہ اس کا فر جمال۔ نازک ادا۔ رنگین مزاج کونٹس سے کتنی مختلف تھی جو کچھ دن پیشتر ایڈولفس کے آغوش محبت میں لطف عیش حاصل کیا کرتی تھی۔ اتنے میں دروازہ کھلا۔ مگر اس آہستگی سے کہ ایک بار اسابیلا کے پردہ کی روک میں ان کی گفتگو سننے کا واقعہ ذرا بھی حیرت خیز نہ تھا۔ اور داخل کون ہوا؟ ایڈولفس موجودہ ارل آف لیسلز۔ کیونکہ مقتول رئیس کے بعد یہ اعزاز امارت اس کو حاصل ہو چکا تھا مگر اب اس کی حالت پہلے سے بہت بدلی ہوئی تھی۔ وہ اصلی عمر سے بارہ سال بڈھا نظر آتا تھا۔ رخسار پچکے ہوئے۔ رنگت زرد فام اور چال میں ایسا کسل اور اتنی ضعف جانی غالب تھی کہ معلوم ہوتا تھا۔ فکر کے بوجھ نے عہد شباب میں ہی خم کمر کر دیا ہے۔

نیا ارل پردہ اٹھا کر اندر آیا۔ تو ایتھل جھٹ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ گو اسکی یہ ظاہری بے چینی باطنی اضطراب کے مقابلہ میں بہت کم تھی۔ ارل نے ایک کرسی اس کے پاس کھینچی اور سامنے بیٹھ گیا۔ ایک لمحہ ان کی آنکھیں چار ہوئیں۔ مگر فوراً ہی احساس نفرت و خوف سے پرے ہٹ گئیں۔

تھوڑی دیر چپ رہ کر ایڈولفس نے ہلکی کھوکھلی آواز میں کہا "کیوں ایتھل آخر یہ صورت

حالات کب تک جاری رہیگی ؟"

"یعنی کیا ؟" ایتھل نے جلدی سے پوچھا۔ اور ایک لمحے کے لئے ان آنکھوں سے جن کا حسن رہ سیال صد ہزار دلفریبیاں رکھتا تھا۔ انتہائی نفرت و حقارت ظاہر ہونے لگی۔

"تم دیکھتی ہو ہم دونو اس طرح کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ جس نے دلوں کو توڑ کر جوانی ہی بڑھاپے کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔" ارل نے جواب دیا۔ "اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو گھر کے نوکر بہت جلد معلوم کر لیں گے۔ ہماری یہ حالت ذار متوفی کی مرگ بے ہنگام کے رنج و الم سے نہیں بلکہ اس کا باعث کچھ اور ہے۔ سچ پوچھو تو خرابی فقط تمہاری ضد نے پیدا کی ہے ورنہ تم اپنے جرم کا اقرار کر لو۔ تو بات فوراً صاف ہو جائے۔ خدا جانتا ہے میں فوراً تم کو معاف کر دوں۔ گو اس کے بعد ہمارا ایک دوسرے کے پاس رہنا قطعاً غیر ممکن ہے۔"

"بزدل کیوں کسی بیکس کو تنگ کرنے کی ٹھانی ہے ؟" ایتھل نے چیخ کر کہا۔ "جرم تو نے کیا ہے۔ اور تجھی کو اس کا اقبال لازم ہے۔ مگر میں پوچھتی ہوں بار بار اپنا الزام اوروں کے سر ڈالنے میں مصلحت کیا ہے ؟ کیا اس طرح تنگ کر کے تم مجھے اس جرم کا اقبال کرنے پر مجبور کر لو گے جس کا ارتکاب خود تم نے کیا ہے ؟ اور بالفرض تم اپنے شیطانی مقصد میں کامیاب بھی ہو جاؤ۔ یعنی انسان کی نظروں میں خاک ڈال کر اپنے جرم کو پوشیدہ رکھ سکو تو کیا ؟ خدائے عالم الغیب کو جو دلوں کی حالت جانتا ہے۔ بہر حال دھوکا نہیں دیا جا سکتا جرم کا بوجھ اپنے سر سے اتار کر مجھ پر ڈالنے سے تمہارے ضمیر کا ہرگز اطمینان نہ ہوگا۔"

"بس ایتھل بس !" ایڈولفس نے جھلا کر کہا۔ "یہ باتیں الٹا مجھے تم سے کہنی چاہئیں۔ آخر کس لئے ہر وقت میرے سامنے اس جرم کی یاد تازہ کرتی ہو ؟"

"میں اس وقت تک یہاں رہوں گی جب تک تم اپنے خوفناک جرم کے اقبال پر مجبور نہ ہو جاؤ۔" کونٹس نے باصرار کہا۔

"اور میں بھی اے بدکردار عورت اس وقت تک یہیں رہوں گا جب تک تجھ کو ہوش نہ آئے۔" ارل نے جواب دیا۔

کونٹس کے نیلے رنگ ہونٹ غصہ سے کانپ رہے تھے کہنے لگی۔ "شرم کرو ایڈولفس شرم کرو۔ اس طرح کا بزدلانہ تشدد کبھی نہیں دیکھا گیا۔"

"یہی جواب میں تم کو دے سکتا ہوں" ایڈولفس نے تلخ لہجہ میں کہا۔ "مگر سنو ایتھل میری

نہیں۔ اپنی بہتری کے لئے اب کوئی بات چھپانے کی کوشش نہ کرو۔ تمہاری اپنی حرکات تمہارے خلاف شبہ پیدا کرنے کا موجب ہو رہی ہیں۔ یاد رکھو تم اپنے گرد قرائنی شہادت کا جال بچھا رہی ہو۔ اور کوئی دن جاتا ہے کہ اپنے ہی افعال سے قاتل ثابت ہو جاؤگی . . .''

''قاتل تم ہو۔ اور تمہیں کو اس ثبوت کا ڈر ہوگا'' کونسٹن نے جوش سے کہا۔ کیا نہیں جانتے کہ اسابیلا ایسے ہی شبہات کی وجہ سے رخصت ہوگئی ہے . . .''

''ٹھیک کہتی ہو'' ایڈولفس نے قطع کلام کر کے کہا۔ ''لیکن وہ شبہات میرے نہیں تمہارے خلاف تھے۔ دیکھو اس بے جا ضد کا نتیجہ ابھی سے ظاہر ہو رہا ہے۔ وہ غریب تمہیں قاتل سمجھ کر ہی یہاں سے گئی ہے . . .''

''مجھے نہیں تم کو'' ایتھل نے جلدی سے کہا۔ ''پس مان لو کہ تم قاتل ہو۔ اس کے بعد ہمارے تعلقات کچھ بھی ہوں۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہارے جرم کا کسی سے ذکر نہ کرونگی۔ میں بھی تم کو معاف کر دونگی اور گو آئندہ ہمارے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ بہرحال دلوں کو تو سکون ہوگا۔ دنیا کو تو شک کی گنجائش نہ رہیگی۔ ان حالات کا تو خاتمہ ہو جائے گا جو ہر کسی کے دل میں شبہ پیدا کر رہے ہیں . . .''

''تمہارے خلاف!'' ارل آف لیبلز نے وحشیانہ تندی سے کہا۔ ''بیگم یاد رکھو جس کا دامن صاف ہے اسے کچھ اندیشہ نہیں۔ مگر تمہاری چالاکی اور ابلہ فریبی کا بھی قائل ہوں۔ کہ انہی دلیلوں کو میرے سامنے پیش کرتی ہو۔ جو خود میرے منہ سے نکلنی چاہئیں۔ یہ اس بات کا اور بھی پختہ ثبوت ہے کہ مجرم کی حیثیت میں تم خود ہی ہر قسم کے اعتراضات سوچ کر ان کی تردید کئے جاتی ہو''

کونسٹن نے نفرت کا اشارہ کیا۔ مگر زبان سے کچھ نہیں کہا۔

''ضدی عورت تو نہیں جانتی۔ حالات کتنے خطرناک ہوتے جا رہے ہیں'' نوجوان ارل نے بھڑک کر کہا۔ ''میں دیکھتا ہوں میک پیں جو ہمارے ناجائز تعلق سے واقف ہے اور بارہا ہمیں امداد بھی دیتا رہا ہے۔ اب ہر وقت تمہیں شک کی نظروں سے دیکھا کرتا ہے . . .''

''ایڈولفس یہی بات میں تم سے کہنے کو تھی'' کونسٹن نے قطع کلام کر کے کہا۔ ''سچ جانو میک پیں کئی بار تمہیں مشتبہ نظروں سے دیکھتا ہے۔ میرے خیال میں اسے یقین ہو گیا ہے۔ کہ جرم تمہارے ہاتھوں ہوا تھا . . .''

''ایتھل ایتھل تم مجھے دیوانہ بنا دوگی'' ایڈولفس نے یکایک اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا،

میں فقط ایک لفظ اور کہنا چاہتا ہوں ..."

"میں بھی تم سے ایک ہی لفظ اور کہوں گی" کونٹس نے جلدی سے کہا۔ اور وہ بھی جھٹ کر صوفے سے اٹھی اور اس شخص کے سامنے کھڑی ہو گئی جس سے کچھ دن پہلے تک اُسے مجنونانہ محبت تھی مگر جسے اب وہ انتہائی نفرت سے دیکھتی تھی۔

دونوں ایک دوسرے کو نظر جما کر دیکھ رہے تھے۔ گویا ہر ایک کو اس بات کا انتظار تھا کہ دوسرے کی آنکھ تاب مقابلہ نہ لا کر ابھی جھکا چاہتی ہے اور دونو کو حیرت تھی کہ ایسا کیوں نہیں ہوتا۔ تھوڑی دیر یہ حالت رہی۔ پھر یکایک انہوں نے ایک ساتھ نظریں ہٹا لیں۔ ایتھل وہیں صوفے پہ بیٹھ گئی۔ اور ایڈولفس پیچھے مڑ کر تیز چلتا باہر چلا گیا۔

مگر دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ تو معلوم ہوا ایک آدمی سرعت رفتار سے سامنے کی طرف جا رہا ہے۔ خیال آیا وہ اب تک دروازہ کے ساتھ لگ کر باتیں سن رہا تھا۔ اور اب دروازہ کھلنے کے ساتھ ہی وہاں سے ہٹا ہے۔ ایڈولفس نے پہچانا یہ میکپیس تھا۔ دوڑ کر اس کے پاس گیا۔ اور اس کا بازو مضبوط پکڑ کر ہلکی گلوگیر آواز سے کہنے لگا "تم یہاں کھڑے ہوئے کیا کر رہے تھے؟"

"کون میں؟" میکپیس نے بھولی صورت بنا کر حیرت سے پوچھا۔ مگر فوراً ہی ایسا انداز اختیار کر کے گویا اس نمائش کو بے ضرورت سمجھتا ہے۔ لاپروائی سے کہنے لگا۔ "سرکار دس منٹ خلوت میں چلیں تو سب حال عرض کر سکتا ہوں"

ان الفاظ سے ارل آف لیسلز کو اتنا غصہ آیا۔ کہ جی چاہتا تھا اسے دھکا دے کر فرش زمین پہ گرا دے۔ مگر کچھ سوچ کر ضبط کر گیا۔ اور کہنے لگا "آؤ"

ارل اس کو ساتھ لیکر اپنے کمرہ میں گیا۔ جس کے باہر ایک دالان تھا۔ خیال آیا۔ اس دالان کا دروازہ بند کر دے کوئی باہر کھڑا ہو کر ہماری گفتگو نہ سنیگا۔ احتیاط مزید کی خاطر اس نے کمرہ کے سب پردوں کے پیچھے اور زیر پلنگ بھی جھک کر غور سے دیکھا۔ پھر ہر طرح اطمینان کر کے میکپیس سے کہنے لگا "بتاؤ اب کیا کہتے ہو؟"

"پہلے یہ فرمائیے ان غیر معمولی احتیاطوں کی کیا حاجت تھی؟" خادم نے سوال کیا "کیوں آپ دروازہ بند کر کے پردوں کے آگے پیچھے دیکھتے پھر رہے ہیں ...؟"

"اس لئے کہ میرا خیال ہے" ارل آف لیسلز نے نیاز آمیز جواب دیا "تم کسی نازک مضمون پر

گفتگو کیا چاہتے ہو!"

"یعنی کس مضمون پر؟" میک پیس نے ارل کے چہرہ پر نظر جما کر پوچھا۔

ارل آف لیسلز سخت غصہ کی حالت میں تھا۔ شدت جوش سے دانت بھینچے ہوئے اور چہرہ سرخ۔ وہ تامل کے بعد سنسناتی ہوئی آواز سے کہنے لگا "جس روز میں نے بے وقوفی سے تمہیں اس عشق کے راز سے خبردار ہونے دیا۔ جو مجھے کونٹس سے تھا۔ تو اس کی ہرگز امید نہ تھی کہ تم میرے اعتماد کا ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کرو گے۔۔۔"

"کیوں سرکار۔ میں نے کب ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی؟" میک پیس نے جو ارل کے انداز استقلال سے اکھڑ گیا تھا حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"ابھی تک نہیں۔" ارل نے جواب دیا "لیکن میرا خیال ہے کہ اب بہت جلد ایسا کرنے والے ہو۔ تھوڑی دیر پیشتر گول کمرہ کے باہر تم نے جو گستاخانہ لہجہ اختیار کیا تھا۔ اور اب جس انداز سے میری طرف دیکھ رہے ہو۔ اس سے میں یہی کہہ سکتا ہوں۔۔۔"

"آپ جو چاہیں سمجھیں" میک پیس نے دفعتاً اوسان بحال کر کے انکشاف حقیقت پر آمادگی ظاہر کرتے ہوئے کہا "میری رائے میں وقت آ گیا ہے۔ جب آپ کو اپنے مددگار کی کچھ سرپرستی کرنی چاہیے۔ مجبور ہو کر میں آپ سے وہ مانگتا ہوں جو آپ کو اس سے بہت پہلے فیاضی سے دینا چاہیے تھا"

"یعنی کیا؟" ارل آف لیسلز نے اپنے اضطراب کو ظاہری سرد مہری سے چھپاتے ہوئے پوچھا۔

"سنئے میں عرض کرتا ہوں۔" میک پیس نے کہا۔ اور اب وہ جو ہمیشہ منکسر اور فرمانبردار رہا کرتا تھا ایسے استقلال کے ساتھ جم کر کھڑا ہو گیا۔ کہ معلوم ہوتا تھا اس نے خادم و مخدوم کے امتیاز کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ سر اٹھا کر دونوں ہاتھ برجس کی جیبوں میں ڈال لیے۔ اور گردن ہی ہلکا سا خم دے کر ارل سے کہنے لگا "جس زمانہ میں آپ محض لارڈ آسمنڈ تھے۔ تب میں نے آپ کی جو جو خدمات کیں یعنی جس طرح آقائے مرحوم کی بیگم سے آپ کی ناجائز محبت پر پردہ ڈالا۔ جھوٹ بولے فریب کیے اور ان حالات پر آج تک منہ بند رکھا۔ جنہوں نے آپ کو سادہ لارڈ آسمنڈ سے ارل آف لیسلز کے رتبہ تک پہنچایا۔ ان سب کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر آپ میرے نام دس ہزار پونڈ کا چیک لکھ دیں تو بعید از انصاف نہ ہو گا۔"

اس تقریر کو سن کر ایڈونس نے کئی رنگ بدلے۔ پہلے وہ گستاخ نوکر کے منہ پر زور کا مکا لگانا چاہتا تھا۔ پھر جب میک پیس نے کونٹس سے اس کے عشق ناروا کا ذکر کیا۔ تو اس کا

خون تیز گردش کرنے لگا - اور زرد رخساروں پر جوش کی سرخی پیدا ہوگئی - لیکن آخر میں جب ہی
ارل کے قتل کی طرف مبہم اور گول لفظوں میں اشارہ کیا گیا تو ایڈولفس کا سارا غصہ - سارا
جوش پانی کی طرح بہ گیا - خون کی گردش تھم گئی - بدن میں سنسنی پیدا ہوئی - اور وہ تپ کے مریض
کی طرح زور سے کانپا -

مگر جلد ہی ہی اوسان بحال کرکے اس نے کہا "میرا شک صحیح نکلا - ضرور تم چھپ کر باتیں
سنتے رہے ہو - اور کمرہ کے باہر کھڑے ہونے سے تمہارا مقصد یہی تھا -"

"چلئے یونہی سہی" میک پیس نے لاپروائی سے جواب دیا "میرے دل میں پہلے سے جو شبہات
موجود تھے - اگر میں ان کی تصدیق کرنے کو وہاں ٹھہر گیا تو کیا خطا کی؟ بہرحال اب کہ معاملہ
حلقہ راز سے نکل چکا ہے - اس کو دبانے کی بہترین صورت یہی ہے کہ دس ہزار پونڈ میرے حوالہ
کیجئے - میں فوراً یہاں سے رخصت ہو جاؤنگا - اور پھر کبھی آپ میری صورت نہ دیکھیں گے -"

ارل آف لیسٹر گھبرا گیا - سختی کو نرمی سے بدلکر کہنے لگا "میک پیس تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے
میں نے کونسٹنس سے ناجائز عشق کیا صحیح - تم نے کئی طریقوں پر ہماری مدد کی - درست مگر سمجھ جاؤ
وہ خوفناک جرم کبھی میرے ہاتھوں ممکن نہ تھا ..."

"نہ ہوگا" میک پیس نے طنز سے جواب دیا "مگر عدالت کی جیوری یہی قرار دے گی کہ جو سوتیلی
ماں پر نظر بد رکھ سکتا ہے اس کے لئے باپ کا گلا کاٹنا بڑی بات نہیں"

"آہ!" ایڈولفس نے دل سے کہا "معلوم ہوتا ہے کم بخت کو میری ناجائز ولادت کا راز معلوم نہیں
یہ نہیں جانتا کہ نہ انیل میری سوتیلی ماں ہے اور نہ متوفی ارل کو مجھ سے رشتہ ولدیت تھا -"

"مائی لارڈ یہ وقت سوچنے کا نہیں" نوکر نے ارل کو متامل دیکھ کر کہا "آپ کے لب حرکت کرتے
ہیں - مگر آواز سنائی نہیں دیتی - اس سوانگ کو چھوڑیئے - اور معاملہ کو سیدھی طرح طے کیجئے - میں سب
حال جان چکا ہوں - اسلئے آپ مجھے دھوکا نہ دے سکیں گے - فرمائیے تو سہی - بدنصیب بڈھے
کو عین اس وقت جب وہ آپ کو غیر ملک میں بھیجنا چاہتا تھا - قتل کرنے کی تحریک آپ کی طرف سے
نہیں تو اور کس کی طرف سے ہو سکتی تھی؟"

"میک پیس میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ جرم میرا نہ تھا" ایڈولفس نے باصرار کہا -

"مگر اس بہانہ کو سرکاری عدالت یا امراء کی تحقیقاتی جماعت تسلیم نہ کریگی" خادم نے جواب دیا
"تم نے بھی تو آجتک میرے منہ سے یہ نہیں سنا کہ یہ جرم میں نے کیا تھا" ایڈولفس نے کہا "میں

ہمیشہ اس سے انکار ہی کرتا رہا ہوں ۔"

"آپ کے انکار سے کیا ہوتا ہے ؟" میک پیس نے جواب دیا ۔ گزشتہ ایک گھنٹہ میں کونش نے دس بار آپ پر قتل کا الزام لگایا ۔ پس اگر میں نے اس راز کو ظاہر کردیا تو آپ کے بیگم اور بیگم کے آپ پر الزام لگانے سے دونوں میں کسی کی صفائی نہ ہوگی ۔"

ارل آف لیسلز نے اس بیان کی اہمیت سمجھی ۔ اور اس کے ساتھ ہی چہرہ جو پہلے زرد تھا اب لاش کی طرح سپید ہوگیا ۔ یہ سوچکر بدن کانپنے لگا کہ انکشاف کا پہلا قدم رسوائی اور دوسرا پھانسی کا تختہ ہوگا میک پیس جان گیا کہ فتح قریب ہے بے چینی سے کہنے لگا "فرمائیے آپ نے کیا فیصلہ کیا ؟"

"بالفرض میں تم کو روپیہ دیدوں " ارل آف لیسلز نے جواب دیا " تو اس کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ اس خوفناک جرم کو چھپانے کی رشوت ہے جس کا ارتکاب نہ میں نے کیا اور نہ کرسکتا تھا ۔ میں صرف اس لئے تمہارا کہنا مانتا ہوں کہ ایک خاندان کی عزت پر حرف نہ آئے ۔ خیر روپیہ تمہیں مل جائیگا ۔ مگر شرط یہ ہوگی کہ اسے وصول کرکے فوراً کسی طرف چلے جاؤ اور پھر واپس نہ آؤ "

" ہاں اس کا میں وعدہ کرتا ہوں " میک پیس نے جواب دیا ۔ اپنے دل میں وہ اچھی طرح سمجھتا تھا ۔ کہ میں جب چاہوں ان تقاضوں کو پھر تازہ کرسکتا ہوں ۔

"ٹھہرو ۔ ایک شرط اور بھی ہے " ارل آف لیسلز نے جلدی سے کہا " میں دو تین دن سے پہلے روپیہ ادا نہ کرسکوں گا ۔ کیونکہ گو والد کی ساری املاک کا وارث واحد میں ہوں تاہم جائداد و ریاست کی تفصیل مجھے معلوم نہیں " یہ کہتے ہوئے اس نے یہ جاننے کے لئے نوکر کے چہرہ کی طرف بغور دیکھا ۔ کہ کہیں اس کو میری ناجائز ولادت کا حال بھی تو معلوم نہیں ہوگیا ۔ مگر نہیں میک پیس کم از کم اس راز سے بالکل بے خبر تھا ۔ پس ارل نے سلسلہ بیان جاری رکھکر کہا " میں کل سے نئے انتظامات شروع کردوں گا ۔ امید ہے ضابطہ کی کارروائی دو چار روز تک مکمل ہوجائے گی ۔"

"مضائقہ نہیں " میک پیس نے جواب دیا " میں اتنا عرصہ انتظار کرسکتا ہوں ۔ مگر اس کا یقین ہونا چاہیئے کہ بات پکی ہے ۔ یعنی اب آپ وعدہ سے پھر نہ جائیں گے نہیں ۔"

" اس کا اطمینان رکھو " ایڈولفس نے جواب دیا " اب میں اپنے کمرہ میں جاتا ہوں تم والٹر سے جو ارل کا ذاتی نوکر تھا کہہ دو کہ مجھے آج رات کیلئے اسکی خدمات درکار نہیں ۔"

"جی بہت اچھا ۔ ابھی کہہ دیتا ہوں " میک پیس نے حصول مدعا کے بعد پھر وہی انکسار آمیز لہجہ اختیار کرکے جس کا وہ عادی تھا جواب دیا ۔ اور مودبانہ سلام کرکے رخصت ہوا ۔ بہرحال

دل میں بہت خوش تھا کہ اتنی بڑی رقم اس آسانی سے ہاتھ آگئی۔

خوادرل آف لیسلز کی اس وقت جو حالت تھی اس کا اندازہ ناظرین خود کر سکتے ہیں۔ غالباً جیل نیوگیٹ میں کسی پھانسی پانے والے قیدی کی حالت اتنی زار نہ ہوگی جیسی اس کی تھی۔

میک پیس باہر نکلا تو دروازہ کو اندر سے مقفل کرنے کی آواز سنائی دی۔ اس نے جان لیا کہ تنہائی میں یہ اپنی حالت پر غور کرے گا۔

دل سے کہنے لگا۔ "اب یہ نہیں صبح تک کمرہ سے باہر آئے۔ یہ میرے حق میں بہتر ہے کیونکہ اس سے دوسری تجویز عمل میں لانے کا موقعہ مل گیا۔"

یہ الفاظ دبی زبان میں کہہ کر وہ کمرہ نشست میں داخل ہوا جہاں بدنصیب کونٹس آف لیسلز اب تک ایک نیم صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اپنی محویت میں اس نے دروازہ کھلنے کی آواز نہیں سنی۔ بلکہ اس کے بعد بھی جب پردہ ہلا اور کسی کی چاپ سنائی دی۔ تو اس نے یہی سمجھا کہ ایڈولفس کچھ اور کہنے واپس آیا ہے۔ مگر جب اس نے اپنے متوفی شوہر کے خادم خاص کو ایک عجیب انداز اطمینان سے اپنی طرف آتے دیکھا۔ اور اس کی حالت معمول سے بدلی ہوئی دیکھی۔ تو چونک کر اٹھی اور اس نامعلوم احساس سے جو کسی خرابی کے ظہور سے پہلے دل کو ہوا کرتا ہے۔ مضطرب نظر آنے لگی۔

میک پیس نے جس کے چہرہ سے تعظیم و ادب یک قلم رخصت ہو چکے تھے۔ پاس آکر بڑے اطمینان سے کہا۔ "میڈم معاف کیجیے میں آپ کی تنہائی میں مخل ہوتا ہوں لیکن چونکہ آپ سے چند الفاظ کہنے تھے۔"

"چند الفاظ! مجھ سے؟" کونٹس آف لیسلز نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔ اور گو اس کا دل کسی خطرہ کے احتمال سے بڑے زور کے ساتھ دھک دھک کر رہا تھا۔ تاہم اپنی جنس اور رتبہ کا وقار قائم رکھتے ہوئے اس نے ظاہری سکون میں فرق نہ آنے دیا۔ بلکہ جیسا کسی عالی خاندان پابند آداب خاتون سے توقع ہو سکتی تھی۔ نوکر کی اس بے باکی سے رنجیدہ ہو کر سر کو انداز نخوت سے اونچا اٹھا لیا۔

"جی ہاں آپ ہی سے" میک پیس نے جو ارل پر بسہولت کامیابی پانے کے بعد زیادہ دلیر ہو چکا تھا لاپروائی سے جواب دیا۔ "مجھے ایک ضروری معاملہ پر صرف چند لفظ تخلیہ میں کہنا ہے۔۔۔"

"میں نہیں سمجھی وہ کونسا معاملہ ہے جو فقط تخلیہ میں طے ہو سکتا ہے؟" ایتھل نے گری ہوئی آواز سے کہا "اگر کوئی بات گھر کے انتظام کے متعلق ہے تو چھوٹی سرکار سے کہو۔ کیونکہ یہ کام اب انہی کے ذمہ ہو چکا ہے"

"مگر میں جو کہنا چاہتا ہوں اس کا تعلق نہ گھر کے انتظام سے ہے اور نہ چھوٹی یا بڑی سرکار سے" میک پیس نے رفتہ رفتہ پاؤں پھیلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے تو صرف آپ سے کام ہے۔"

ایتھل کی آنکھیں جگمگا گئیں اور سپید بے رنگ گالوں پر سرخی کا نشان جلد جلد ظاہر اور

غائب ہونے لگا۔ پہلے خیال آیا شاید اس نے نشہ پی رکھا ہے۔ اس لیے تھوڑی دیر اس کے چہرہ کو بغور دیکھتی رہی۔ مگر میک پیس کی آنکھوں کی خوفناک چمک نشۂ شراب سے نہیں تیز تر جذبات سے تعلق رکھتی تھی۔ انجیل نے فراست نسوانی سے اس کے منشا کو سمجھ لیا۔ اس کے ساتھ ہی زرفام چہرہ سرخ ہو گیا۔ غصہ سے بدن کانپنے لگا اور گستاخی۔ بے حرمتی اور ذلت کے احساس نے طبیعت میں جوش عظیم پیدا کر دیا۔ حالات کی مجبوری سے اس نے اپنی حالت چھپانے کی کوشش کی۔ مگر انتہائی ضبط کے باوجود غصہ کو دبانے سے قاصر رہ کر کہنے لگی "میک پیس آج تمہیں ہو کیا گیا ہے؟ کیا سوتے میں اٹھ کر آگئے ہو؟ آخر اس گستاخ رویہ کی وجہ کیا ہے؟"

"وجہ عنقریب ظاہر ہو جائے گی۔" نوکر نے سرد مہری سے جواب دیا۔ "بلکہ میرا خیال غلط نہیں تو آپ اسے پہلے ہی سمجھ گئی ہوں گی۔ بیگم یوں بے چینی سے ادھر ادھر نہ دیکھیے۔ یہاں کوئی نہیں آسکتا کیونکہ اول تو دروازہ بند ہے۔ دوسرے نئی سرکار اپنے کمرہ میں آرام کر رہے ہیں۔ بس میں ہوں یا آپ اور یہ جانتے ہوئے کہ میرا ایک لفظ آپ کی عزت۔ نیک نامی۔ رتبہ شان اور سلامتی کو آن واحد میں برباد کر سکتا ہے۔"

"میک پیس۔ میک پیس۔ کیا بہک رہے ہو؟" انجیل نے تشنجی حرکت سے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ گو ایک ہی لمحہ بعد وہ اپنے بدترین اندیشوں کے بار سے پھر پیچھے جھک گئی۔

"شیر بیگم" نوکر نے کونٹس کو زیادہ مضطرب دیکھ کر دلیری سے کہا۔ "مجھے وہ زمانہ یاد ہے۔ جب تم اور لارڈ اسمنڈ چھپ چھپ کر ملا کرتے تھے اور ۔ ۔ ۔"

بدنصیب عورت کے منہ سے کراہنے کی آواز نکلی۔ اور اس نے جھیپ کر دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھک لیا۔ اپنے گناہ کا حال ایک ادنیٰ نوکر سے سن کر جیسی تکلیف و اذیت اس وقت اسے ہوئی۔ اس سے بڑی سزا شاید کبھی کسی مجرم کو نہ دی گئی ہو گی۔ اس ایک لمحہ میں کونٹس نے اس ساعت نحوس پر سو بار لعنت کی۔ جب اپنے متوفی شوہر کو مغالطہ دینے کیلئے ایڈولفس کی معرفت اس تکلرام کو شریک راز کرنا منظور کیا تھا۔

"دیکھا مجھے سب حال معلوم ہے۔" میک پیس نے کونٹس کو بدحواس دیکھ جلدی سے کہا۔ "جس طرح چھوٹی سرکار نے تمہارے باغ حسن کی بہار لوٹی ہے۔ اس کا راز مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی جو اس سے کئی گنا زیادہ اہمیت رکھتی ہے معلوم ہو چکی ہے حفظ الکلام برطرف تھوڑی دیر بیشتر نئے ارل سے آپ کی جو باتیں ہو رہی تھیں میں نے ان کا ایک ایک لفظ کھڑے ہو کر سن لیا ہے"

ایک بار پھر کونٹس کے منہ سے وہی کلمہ درد نکلا۔ اور ایڈولفس کے ساتھ اس گفتگو کی یاد آندھی کی سرعت رفتار سے دماغ سے گذری۔ مگر فوراً ہی طبیعت کو حقیقی یا نمائشی سکون دے کر اس نے نوکر کی طرف کڑی نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میک پیس میرے اور ان کے درمیان جو باتیں ہوئی

تھیں۔ ان میں تو کوئی بات ایسی نہ تھی جس کی بنا پر تمہاری گستاخی روا سمجھی جاتی ...؟

"کیا انہوں نے صاف لفظوں میں تم پر قتل کا الزام عائد نہ کیا تھا؟ ..." نوکر نے کہنا شروع کیا۔

"چپ میک پیس، چپ" ایتھل نے گھبرا کر کہا۔ "بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟ روپیہ درکار ہے۔ تو اس کی مقدار کہدو۔ فوراً ادا کر دی جائیگی۔ مگر نہ اس لئے کہ میرا ضمیر گنہگار ہے ... بالکل نہیں ... اپنی عمر میں میں نے کئی پاپ کئے ہیں مگر ... اُف! خدایا کیا ذلت ہے کہ ایک لونڈی نوکر کے سامنے اس تفصیل پر مجبور رہی ہوں ..." اور کونٹس نے دوسری طرف منہ پھیر کر دبی زبان میں اپنے آپ سے کہا "توبہ! توبہ!"

"دیکھو بیگم۔ مجھے روپیہ پیسہ کچھ نہیں چاہیئے ... کم از کم تم سے" یہ آخری جملہ اس نے دبی آواز سے کہا۔ "میں تو فقط یہ کہنے آیا ہوں کہ رات ہے ... تنہائی ہے ... کوئی اور پاس نہیں ..."

"کہو۔ آگے کہو۔" ایتھل نے گستاخ نوکر کو اپنی طرف جھکتا دیکھ کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "خدا کے لئے معاملہ کو جلد ختم کرو۔"

"بس معاملہ ختم ہے۔" میک پیس نے جواب دیا۔ "اور اگر اب بھی طول پکڑے تو اس میں میرا قصور نہ ہوگا ... تم دنیا کی سب سے خوبصورت عورت ہو ... اس لئے آج رات جب سارے آدمی سو جائیں ... اور تمہیں اپنی خوابگاہ کے دروازہ پر ہلکی دستک سنائی دے ..."

کونٹس آف لیسٹر کے منہ سے بے اختیار لفظ "شیطان!" نکلا چاہتا تھا۔ مگر نوک زبان پر آ کر رک گیا۔ کیونکہ اگرچہ وہ کوئی ایسا ہی کلمہ ناروا سننے کو تیار ہو چکی تھی۔ تاہم جب الفاظ اصلی صورت میں کان تک پہنچے تو دل کو اتنا بھاری صدمہ ہوا کہ پیر تلے سے مٹی نکل گئی۔ زبان طاقت گفتار کھو بیٹھی۔ دم رک گیا صورت سے اضطراب و بدحواسی ظاہر ہونے لگی اور آنکھیں انداز توحش سے نوکر کے چہرہ پر جم کر رہ گئیں۔

"اب تم نے میرا مطلب سمجھا۔" میک پیس نے گستاخانہ تبسم پیدا کر کے کہا۔ "مگر اطمینان رکھو بات میرے اور تمہارے درمیان محفوظ رہے گی۔ تم بدنامی کے ڈر سے کسی سے ذکر نہ کرو گی اور میں اپنی سلامتی کے لئے آقا یا نوکروں کو شبہ کا موقعہ نہ دونگا۔"

ایتھل کے منہ سے لمبی سرد آہ نکلی۔ اس وقت اس نے بار اول محسوس کیا کہ گناہ کی ڈھلوان سڑک انسان کو کس قعر ذلت تک لے جاتی ہے۔ سوچنے لگی "یہ شخص مجسم شیطان ہے۔ اگر میں نے مزاحمت کی تو ضرور سب حال ظاہر کر دے گا۔ اور ہم میں سے ایک کو پھانسی پر لٹکنا ہوگا۔"

ناظرین! یہ لیس ٹار ہب اسکے خیالات وہی تھے جو نصف گھنٹہ پہلے لارڈ آف لیسٹر کے دل میں پیدا ہوئے تھے۔ اسی ہیجان میں ایک نیا خیال پیدا ہوا۔ دل نے کہا۔ کیوں نہ بچاؤ کی آخری کوشش کی جائے۔ کیا عجب اتفاق سے کوئی ایسا واقعہ پیش آئے کہ اس موذی کے پنجہ سے رستگاری ممکن ہو۔ یہ بھی

نہ سہی اس انتہائی ذلت سے تو انگلستان یا کم از کم یہ مکان چھوڑ کر کسی طرف کو بھاگ جانا قابل ترجیح ہوگا۔

یہ سوچ کر ملکی گہری آواز سے کہنے لگی "میک پیس میں تمہارا مطلب جان گئی۔ مگر جو تم کہتے ہو اس کا ذکر اتنا اچانک ہے اور میری اپنی طبیعت کچھ ایسی خراب ہے کہ تمہیں چند گھنٹوں کی مہلت دینے میں یقیناً عذر نہ ہوگا۔ دیکھو انکار نہ کرو۔ کیونکہ عورت کتنی ہی گر چکی ہو۔ ایسی باتوں کے لئے ایک لمحہ میں تیار نہیں ہو سکتی ۔۔۔"

"ارے! یہ تو امید سے بہت زیادہ نرم ثابت ہوئی۔" میک پیس نے اپنے دل سے کہا۔ "ایک بار منوانا ہی مشکل تھا۔ ورنہ میرے لئے چند گھنٹے پہلے کیا اور پیچھے کیا ۔۔۔"

اسے متامل دیکھ کر بدنصیب کونٹس نے دونوں ہاتھ جوڑ لیے اور انتہائی لہجہ میں کہنے لگی "خدا کے لئے میری درخواست کو رد نہ کرو۔ میں صرف ۲۴ گھنٹوں کی مہلت چاہتی ہوں آج کی رات اور کل کا دن چپ رہو کل رات گیارہ اور بارہ بجے کے درمیان ۔۔ جب گھر کے آدمی سو جائیں ۔۔۔ بس جاؤ۔" اس نے جلدی سے فقرہ کو نامکمل ہی چھوڑ کر کہا۔

ایک بار میک پیس کے جی میں آئی۔ کہ اسی رات کے لئے اصرار کرے۔ مگر آدمی فطرتاً بزدل تھا نفسانیت کا جوش مزاج کی کمزوری پر غالب نہ آسکا۔ یہ سمجھ کر کہ اب میری کامیابی یقینی ہے اور آج کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ نرم ہوگیا اور تھوڑے تامل کے بعد رضامند ہو کر رخصت ہوا۔

اس کے چلے جانے پر جب باہر کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی تو کونٹس بدحواس ہو کر کھڑی ہوگئی۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا اور ندامت سے گردن جھکا کر کافی اونچی آواز سے کہنے لگی "الٰہی یہ تیرا انتقام ہے! گناہوں کی سزا پس مرگ جو ملنی ہے ملیگی۔ مگر اس کا آغاز اسی عالم میں ہو رہا ہے۔ اُف! میری زندگی میں یہ دن بھی آنا تھا کہ ایک ادنے۔ ذلیل و حقیر نوکر میرا نمک کھانے والا غلام ایسی شرمناک تجویز پیش کرے اور میں چپ رہوں! بے شک اسی کا نام دوزخ ہے۔ اسی کو عذاب دوزخ کہتے ہیں"

اتنا کہہ کر بدنصیب عورت صوفے پر اوندھی لیٹ گئی اور سسکیاں لے لے کر رونے لگی ۔

بارہویں جلد ختم ہوئی

خونی تلوار

رینالڈس کے بینظیر تاریخی ناول ہیکر آف گلنسکو کا اردو ترجمہ

منشی تیرتھ رام فیروز پوری کے قلم سے

رینالڈس کے ناولوں میں بالکل نیا اور نہایت لاجواب جس کا ترجمہ اب پہلی بار اردو میں کیا گیا ہے۔ اس ناول کا پلاٹ بالکل ایسے ہی سانحہ پر حاوی ہے جیسا ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں پیش آیا تھا۔ ایسے ہولناک واقعہ پر رینالڈس کی تحریر، پوچھئے نہیں اس میں کیسی کچھ دلچسپیاں مرکوز ہیں۔ گلنسکو کا قتل عام ایک تاریخی واقعہ ہے۔ اتنا خوفناک کہ مورخ اب تک اس کا ذکر کرتے ہوئے کانپتے ہیں۔ رینالڈس نے اپنی جادو نگاری سے اس واقعہ کو جس رنگ میں پیش کیا ہے وہ اسی کا حصہ سمجھنا چاہیئے۔ حب وطن اور قومی غیرت کی تصویر۔ آزادی کی حالت میں قربانی کا نظارہ۔ سیاسی مظالم کی نہ بھولنے والی داستان۔ مکمل ۴۵۸ صفحہ قیمت ۲ روپیہ

باپ کا قاتل

رینالڈس کی زبردست ناول پری سائڈ کا ترجمہ

منشی شمیم الدین صاحب لاہوری کے قلم سے

کیا یہ بتانے کی حاجت ہے کہ یہ ناول کتنا دلچسپ ہے؟ کیا اس کا نام ہی نفس مضمون کا مظہر نہیں ہے؟

باپ اپنے چھوٹے بچہ کو زانو پر بٹھا کر پیار کرتا اور اس کے نرم چمکیلے اور گھومے ہوئے بالوں پر ہاتھ پھیرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ محبت میں وہ اپنی قابل فخر انسانی حالت کو بھی قطعی فراموش کر دیتا ہے اور صرف یہ امید اسکے لئے باعث راحت ہوتی ہے کہ میں اپنے بچہ کے لئے وافر دولت کما سکوں۔ اسی فکر میں اسکی ساری زندگی بسر ہوتی ہے۔ الٰہی یہی بچہ جوان ہو کر باپ کو قتل کرے۔ یہی ننھے ہاتھ اتنے قوی ہو جائیں کہ اس محبت دل میں خنجر بھونک دیں جو ہر وقت اسی کیلئے متفکر مندانہ مضطرب رہتا۔ ہائے کیا فطرت انسانی اس حد قابل نفرین ہو سکتی ہے!

نہایت زوردار۔ بڑا ایڈورڈ۔ فائٹ درجہ سبق آموز مکمل ۲ جلدیں ۵۲۵ صفحے قیمت للعہ

لال برادرس ۷ سپارسنز روڈ نولکھا لاہور

ہمارے مطبوعات کی مختصر فہرست

وہ ناول جو ہم نے اب تک ماہوار سلسلہ میں شائع کئے ہیں

جارج ڈبلیو - ایم - رینالڈس

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
فسانہ لندن (۸ حصے)	مسٹریز آف لنڈن (سلسلہ اول)	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۲۳۲۰	[illegible]
" (۵ حصے)	" (سلسلہ ثانی)	"	۲۲۶۴	[illegible]
باپ کا قاتل (۶ حصے)	پیری سانڈرٹ	منشی شمیم الدین صاحب بہادری	۵۲۵	[illegible]
خونی تلوار	میسیکر آف گلنکو	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۸۵۸	[illegible]

مارس لیبلانک

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
انقلاب یورپ	۸۱۳	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۵۱۰	[illegible]
شریف بدمعاش (۲ حصے)	کنفشنز آف آرسین لوپن	"	۱۷۰	[illegible]
چلتا پرزہ	" آخری حصہ	"	۵۶	[illegible]
خونی ہیرا (۲ حصے)	ایرسٹ آف آرسین لوپن		۱۶۱	[illegible]

ایڈگر جیپسن اور مارس لیبلانک

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
نقل بقاب	آرسین لوپن	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۲۳۴	[illegible]

ولیم لکیو

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
منزل مقصود	ہشٹاپ	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۲۵۰	[illegible]

الگزینڈر ڈوماس

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
وطن پرست	ریجینٹس ڈاٹر	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۳۴۰	[illegible]

رابرٹ ہچنز اور لارڈ فریڈرک ہملٹن

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
روحوں کا خراج	ٹریبیوٹ آف سولز	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۶۴	۱۰

شاعر رابندر ناتھ ٹیگور وغیرہ

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
افسانہ بنگال	...	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۱۳۵	۱۲
کانٹوں کا تاج	... مکٹ		۳۵	[illegible]